# فضائل صحابہ و اہل بیت

(مع مکتوبات شاہ عبدالعزیز و شاہ رفیع الدین دہلوی)

از شاہ عبدالعزیز دہلویؒ (ف ۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۴ء)

مع مقدمہ

از محمد ایوب قادری ایم اے

پاک اکیڈمی ۱۴۱/۱ وحید آباد کراچی ۱۸

| | |
|---|---|
| سال طباعت | جنوری ۱۹۶۵ء |
| بار اول — | ایک ہزار |
| قیمت — | چھ روپے |
| مطبوعہ — | ید پریس کراچی |


ہندوستان میں ملنے کے پتے :۔

(۱) کتب خانہ انجمن ترقی اردو، جامع مسجد، دہلی ۶
(۲) مکتبہ تجلی، دیوبند۔ یو۔ پی
(۳) مکتبہ نشأۃ ثانیہ معظم جاہی مارکیٹ، اندھرا پردیش۔
(۴) فاروقیہ بک ایجنسی پاٹانالہ۔ لکھنؤ۔ یوپی۔

---

پاکستان میں ملنے کے پتے :۔

(۱) صدیق اینڈ کمپنی بیرون لوہاری دروازہ لاہور
(۲) شمس الدین تاجر کتب، مسلم مسجد، چوک انارکلی لاہور
(۳) کتب خانہ امدادیہ۔ بیرون بوہڑ دروازہ، ملتان

# فضائل صحابہ واہل بیت

یعنی مجموعہ رسائل

(۱) سر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل

(۲) عزیز الاقتباس فی فضائل اخیار الناس

(۳) وسیلۃ النجات

(۴) مکتوبات شاہ عبدالعزیز وشاہ رفیع الدین دہلوی

مولفہ شاہ عبدالعزیز دہلویؒ (ف ۱۲۴۳ھ / ۱۸۲۴ء)

## بیاد گار

(۱) مولانا عبدالشکور لکھنوی رح (ف ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۲ء) ؟

و

(۲) مولوی پیر غلام دستگیر نامی رح (لاہور) (ف ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء)

(۱) سر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل:

(اردو ترجمہ: از مفتی محمد شفیع صاحب)

(۲) عزیز الاقتباس فی فضائل اخیار الناس:

(فارسی ترجمہ: از حسن علی محدث لکھنوی ؒ)

(اردو ترجمہ: مولوی نظام الدین کیرانوی ؒ)

(۳) وسیلۃ النجات:

(نظر ثانی وتہذیب: از مولوی حکیم عبد الغفور ؒ)

(۴) مکتوبات شاہ عبد العزیز وشاہ رفیع الدین دہلوی:

(اردو ترجمہ: مولوی محمد سلیمان بدایونی ؒ
مولوی محمد جمیل الدین بدایونی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# مقدمہ

## از محمد ایوب قادری، ایم۔ اے

شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ دہلوی، ۲۵ر رمضان ۱۱۵۹ھ مطابق ۳۰ر ستمبر ۱۷۴۶ء کو دہلی میں پیدا ہوئے تاریخی نام "غلام حلیم" ہے علوم متداولہ کی تحصیل اپنے والد شاہ ولی اللہ سے کی، والد کے انتقال کے بعد شیخ محمد عاشق پھلتی (م ۱۱۸۷ھ) خواجہ محمد امین کشمیری (ف ۱۱۸۷ھ / ۱۷۷۳-۴ء) اور ان کے خسر مولوی نور اللہ بڈھانوی (م ۱۱۸۷ھ / ۱۷۷۳-۴ء) نے تربیت فرمائی۔ سترہ سال کی عمر میں اپنے والد کے جانشین ہوئے، علوم معقول و منقول میں علامہ روزگار تھے نامور مدرس، مصنف، خطیب، واعظ، شیخ طریقت، مفتی، محدث اور مفسر تھے انھوں نے علوم دینیہ اور ملت اسلامیہ کی بڑی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ وہ مرجع علماء و مشائخ تھے، تمام عمر درس و تدریس، افتاء، فصل خصومات، وعظ و پند اور تلامذہ کی تربیت و اصلاح میں صرف کر دی۔ ۷ر شوال ۱۲۳۹ھ مطابق ۵ر جون ۱۸۲۴ء کو دہلی میں انتقال ہوا اور اپنے آبائی قبرستان مہندیوں میں دفن ہوئے۔ مومن دہلوی نے شاہ عبدالعزیز کے انتقال پر جو قطعہ تاریخ کہا ہے اس کا آخری شعر نقل کیا جاتا ہے جس سے تاریخ برآمد ہوتی ہے۔

بے سرو پا گشتہ انداز دست بیداد اجل
عقل و دین، لطف و کرم، فضل و ہنر، علم و عمل
۱۰۰+۱۰+۹ + ۲۰۰ + ۸۰۰+ ۵۰ + ۳۰+ ۴۰ (۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۴ء)

شاہ عبدالعزیز کے ایک ہم عصر وقائع نگار مولوی عبدالقادر رام پوری (ف ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۹ء) لکھتے ہیں[1]

"مولوی شاہ عبدالعزیز، علم تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت اور تاریخ میں شہرہ آفاق تھے اور ہیئت، ہندسہ، مجسطی، مناظرا اصطرلاب، جرثقیل، طبیعات، الٰہیات، منطق، مناظرہ، اتفاق، اختلاف، ملل، نحل، قیافہ، تاویل، تطبیق مختلف اور تفریق مشتبہ میں یکتائے زمانہ تھے۔ فن، ادب اور ہر قسم کے اشعار سمجھنے میں بلند مرتبہ رکھتے تھے، منقول میں کلام اللہ اور حدیث سے دلیل پیش کرتے تھے اور معقول میں جو ثبوت مناسب سمجھتے خواہ مخواہ یونانیوں میں سے افلاطون، ارسطو اور متکلمین میں سے فخر رازی وغیرہ کے اقوال کی تائید میں مبتلا نہیں ہوتے تھے اور اپنی تحقیقات کو فن معقول میں صاف صاف بیان کرتے تھے چاہے وہ کسی کی رائے کے موافق ہو یا نہ ہو۔"

---

[1] علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) مرتبہ محمد ایوب قادری جلد اول ص ۲۴۶ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی ۱۹۶۰ء

شاہ عبدالعزیز کا زمانہ ہند پاکستان کے مسلمانوں کے زوال و انحطاط کا دور ہے وہ محمد شاہ بادشاہ (ف سنہ ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء) کی حکومت کے آخری زمانے میں پیدا ہوئے، انہوں نے احمد شاہ (معزول سنہ ۱۱۶۷ھ / ۱۷۵۴ء) عالم گیر ثانی (ف سنہ ۱۱۷۳ھ / ۱۷۵۹ء) شاہ عالم ثانی (ف سنہ ۱۲۲۱ھ / ۱۸۰۶ء) اور اکبر شاہ ثانی (ف سنہ ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء) کا زوال پذیر دور حکومت دیکھا۔ یہ مغل بادشاہ اپنے وزراء اور امراء کے ہاتھوں مجبور اور بے بس تھے، شاہ عبدالعزیز کے بچپن میں احمد شاہ اندھا کر کے قید کر دیا گیا۔ عالم گیر ثانی کو قتل کر کے اس کی نعش جمنا کی ریتی میں پھینک دی گئی، شاہ عالم ثانی مدتوں پورب میں بھٹکتا پھرا، انگریزوں سے معاہدہ کے بعد سیندھیا کی حمایت میں اس نے دہلی کے اجڑے تخت کو زینت بخشی مگر بابر و اکبر کا یہ جانشین حسرت و یاس کی زندہ تصویر تھا تا آنکہ بصارت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا کس حسرت سے کہتا ہے۔

صرصر حادثہ برخاست پئے خواری ما
داد برباد سر و برگ جہانداری ما

۱۸۰۳ء میں دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ اکبر شاہ ثانی برائے نام پنشن خوار بادشاہ تھا۔ مغل متاخرین کے زمانے میں غیر مسلم طاقتیں پوری قوت سے ملک میں ہنگامہ آرا تھیں، پنجاب میں سکھوں، آگرہ اور بھرت پور میں جاٹوں اور تمام ملک میں مرہٹوں نے اودھم مچا رکھا تھا مرہٹوں کے ہاتھوں بستیاں ویران اور غیر آباد ہو چکی تھیں۔ کسی کا جان و مال ان سے محفوظ نہ تھا۔ مرہٹوں نے سترہ حملے تو شمالی ہند پر کئے جن میں پہلا حملہ سنہ ۱۱۴۰ھ / ۱۷۲۷-۸ء اور آخری حملہ سنہ ۱۲۲۹ھ / ۱۸۰۴ء میں ہوا۔ مرہٹوں نے چھ مرتبہ بنگال پر تاخت کی پہلی مرتبہ سنہ ۱۱۵۴-۵ھ / ۱۷۴۱-۲ء میں آخری

مرتبہ ۱۱۶۶ھ (۵۳-۱۷۵۲ء) میں حملہ آور ہوئے مرزا ظہیر الدین اظفری لکھتے ہیں[1]

"یہ تمام خرابیاں مرہٹوں کی بدعملی اور بدنظمی کی وجہ سے ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ ان دکھنیوں کی مملکت میں آبادی کیونکر باقی رہے گی ہم نے تو اپنی زندگی میں یہی دیکھا کہ جب ہمارے ملک پر دکھنیوں کا عمل ہوا تو کوئی ایسی خرابی نہ تھی جو ملک میں نہ آئی ہو غرض ہندوستان کی یہ ساری تباہی دکھنیوں کے آنے کا نتیجہ ہے۔"

مرہٹوں اور سکھوں کے مظالم کے متعلق خود شاہ عبدالعزیز نے اپنے چچا شاہ اہل اللہ (ف ۱۱۸۷ھ / ۱۷۷۳-۷۴ء) کو منظوم عربی حکایت میں لکھا ہے[2]

"اللہ تعالیٰ سکھ اور مرہٹوں کو ہماری طرف سے مزہ چکھائے، بہت بُرا مزہ بہت جلد بلا تاخیر و مہلت کے، ان شریروں نے اللہ کی بہت سی مخلوق کو شہید کر ڈالا، اور غریب گڈریوں تک کو اپنے ظلم و ستم سے ستایا، ہر سال یہ ہماری بستیوں اور شہروں پر چڑھائی کرتے ہیں اور ہم پر صبح و شام حملہ کرتے رہتے ہیں۔"

مرکزی حکومت کی کمزوری اور بدحالی سے صوبے دار خود سر ہو چکے تھے بنگال میں علی وردی خاں اور اودھ میں برہان الملک سعادت خاں نے اپنی حکومتیں قائم کر لیں، دکن میں آصف جاہ نظام الملک کا اقتدار تھا۔

---

[1] واقعات اظفری از مرزا ظہیر الدین اظفری (مرتبہ عبدالقادر بہ تصحیح و ترجمہ محمد حسین محوی ص ۱۱۱ (مدراس ۱۹۳۶ء)

[2] تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ از مولانا مناظر احسن گیلانی ص ۳۶-۳۹ (دلباط ادب، کراچی ۱۹۵۳ء)

یہ تو سیاسی حالات کا ایک ہلکا سا جائزہ ہے، معاشی، اقتصادی، معاشرتی اور مذہبی حالات بد سے بد تر تھے اس زمانے کی عام تاریخیں، شخصی وقائع، روزنامچے شعراء کے شہر آشوب اور دوسرا اہم عصر ادب اس موضوع پر خاصی معلومات فراہم کرتا ہے محمد شاہ کے زمانے میں دکن کے ایک رئیس درگاہ قلی خاں رف ۱۱۸۰ھ ۶۱۱۶۶-۷ نے دہلی کی سیاحت کی ہے یہ سیاحت نامہ "مرقع دہلی" کے نام سے طبع ہو چکا ہے اس کے پڑھنے سے شرم و حیا کی آنکھیں جھک جاتی ہیں اور غیرت و حمیت کو حجاب آتا ہے۔ سپاہی اور بادشاہ عامی اور عالم ہر شخص حقیقت اور واقعیت سے فرار اختیار کرتا ہے۔ عمل سے گریز اس دور کی عام خصوصیت ہے، بدعات اور محدثات کا زور ہے، تفصیل کی گنجائش نہیں ہے ایسے زمانے میں شاہ عبدالعزیز نے اپنی اصلاحی تحریک شروع کی حقیقت یہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز نے یوں تو اصلاح و تبلیغ کے ہر مورچہ کو سنبھالا مگر "شیعیت اور تفضیلیت" کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو جس کوشش اور حسن تدبیر سے روکا یہ انہیں کا حصہ تھا اور یہ اس زمانے کا سب سے اہم مسئلہ تھا آیئے اب ذرا اس مسئلہ کا تاریخ کی روشنی میں جائزہ لیں۔

مغل متاخرین کے زمانے میں شاہی دربار میں ایرانی اور تورانی (شیعہ اور سنی) دو مستقل پارٹیاں تھیں۔ سیاسی اثر و اقتدار کے لئے ان دونوں پارٹیوں میں مسابقت ہوتی تھی۔ ایرانی پارٹی اگرچہ اقلیتی پارٹی تھی۔ مگر اثر و اقتدار کے اعتبار سے بہت مضبوط اور مستقل تھی۔ وہ بہت تدبر اور تنظیم سے کام کرتی تھی۔ اور اکثر کامیاب ہوتی تھی۔ اس کا اثر دربار سے لے کر بازار تک تھا۔ یوں تو اس تنظیم و فکر کی بنیاد دکن کی شیعہ حکومتوں نے قائم کی مگر شمالی ہند میں ہمایوں کے دوبارہ ہندوستان آنے

پر اس جماعت کو فروغ حاصل ہوا۔ اکبر کی پالیسی مذہبی معاملہ میں بڑی آزادانہ تھی۔ اس کا فائدہ بھی بلا واسطہ اسی جماعت کو ہوا، اس کے زمانے میں نور اللہ شوستری (ف ۱۰۱۹ھ / ۱۶۱۰ء) دارالسلطنت لاہور کے قاضی مقرر ہوئے ان کی کتاب مجالس المومنین مشہور و معروف ہے جس میں انہوں نے اہل سنت کے اکابر مشائخ و علماء کو "زمرۂ مومنین" میں دکھایا ہے۔ جہانگیر کے زمانے میں زمام حکومت نور جہاں کے ہاتھ میں تھی۔ شاہجہاں کے زمانے میں نور جہاں کے بھائی آصف خاں اور اس کے خاندان کو اقتدار حاصل رہا کیونکہ آصف خاں کی کوششوں سے شاہجہاں "تخت شاہی" پر متمکن ہوا تھا اور اس کی بیٹی ممتاز محل، شاہجہاں کی چہیتی بیگم تھی۔ اورنگ زیب عالمگیر یوں تو متعصب سنی مشہور ہے مگر اس کے امراء مصاحبین میں اہل تشیع کی معتدبہ تعداد نظر آتی ہے۔ اورنگ زیب کا فرزند، بہادر شاہ اول جب تخت نشین ہوا تو اس نے شیعہ مسلک اختیار کیا مؤلف سیر المتاخرین لکھتے ہیں [1]

"چوں بہ تحقیق خود مذہب شیعہ امامیہ را حق می دانست ہمیں مسلک اختیار نمود"

اور اس کی تبلیغ و اشاعت میں کوشاں ہوا [2]

"در ترویج و تقویت مذہب شیعہ می کوشید"

اس نے اپنے نام میں "سید" کا اضافہ کیا اور چوتھے سال جلوس ۱۱۲۱ھ / ۱۷۰۹-۱۰ء میں اپنے شیعہ وزیر منعم خاں کے مشورہ سے حکم دیا کہ جمعہ کے خطبہ میں خلفائے راشدین کے

---

[1] [2] سیر المتاخرین جلد دوم از غلام حسین طباطبائی صفحہ ۳۸۱ (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۷ء)

ذکر میں حضرت علیؓ کے نام کے ساتھ "علی ولی اللہ وصی رسول اللہ" داخل کیا جائے اس حکم سے جمہور اہل سنت میں بددلی پیدا ہوئی اور اس پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے احمد آباد (گجرات) میں ایک خطیب مارا گیا۔ لاہور میں بات اس سے بھی زیادہ بڑھی، بہادر شاہ نے علمائے لاہور کو اپنے حضور میں طلب کیا۔ مولانا یار محمد کی قیادت میں مولوی محمد مراد دوسرے تین علماء کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے بادشاہ نے خود مباحثہ و مناظرہ کیا۔ مگر مولانا یار محمد نے نہایت جرات اور استقامت سے اعلان حق کیا اور اپنے موقف پر ثابت قدم رہے بادشاہ نے برآشفتہ ہو کر کہا کہ "تو بادشاہوں کے غضب سے نہیں ڈرتا" تو اس مرد مجاہد نے جواب دیا[1]

"میں اپنے خدا سے چار چیزوں کی آرزو رکھتا تھا اول تحصیل علم دوم حفظ کلام اللہ سوم حج چہارم شہادت، الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے تین نعمتیں مجھے عطا کیں، آرزوئے شہادت باقی ہے امیدوار ہوں کہ بادشاہ کی توجہ سے اس میں ہوں"۔

اس مناظرہ کے نتیجہ کے سلسلہ میں شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ دہلوی لکھتے ہیں[2]

"اس مباحثہ میں کئی روز لگے ایک ایک آدمی جن میں بعض افغان تمن دار بھی تھے۔ حاجی محمد یار سے متفق ہوئے شاہزادہ عظیم الشان بھی خفیہ

---

[1] تاریخ ہندوستان جلد نہم از شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ دہلوی صفحہ ۳۷ (شمس المطابع دہلی ۱۸۹۸ء)

[2] تاریخ ہندوستان جلد نہم از مولوی ذکاء اللہ صفحہ ۳۷

اس جماعت کا طرفدار تھا آخر کو جب حیدر نے خطبہ کے لئے عرضی دی تو بادشاہ نے اس پر دستخط کئے کہ عالمگیر کے زمانے کی طرح خطبہ پڑھا جایا کرے، اس طرح جھگڑا ختم ہوا کہتے ہیں کہ بادشاہ نے حاجی یار محمد اور دو اور فاضلوں کو جن سے وہ آشفتہ خاطر تھا ایک قلعہ میں بھیج دیا۔"

اس کے بعد سید برادران قطب الملک عبداللہ خاں (ف ۱۱۳۵ھ / ۱۷۲۲ء) اور امیر الامراء حسین علی خاں (ف ۱۱۳۲ھ / ۱۷۲۰ء) کا دور وزارت آیا اور ان دونوں بھائیوں نے اس قدر اقتدار اور غلبہ حاصل کیا کہ "بادشاہ گر" مشہور ہوئے وہ ملکی سیاست پر ہر طرح چھا گئے۔ ان کے عقائد و نظریات خوب اشاعت پذیر ہوئے اور انہیں قبول عام حاصل ہوا۔ امیر الامراء حسین علی خاں ہر مہینے کی گیارہ اور بارہ تاریخ کو مجلس منعقد کرتے تھے، صمصام الدولہ شاہنواز خاں لکھتے ہیں [1]

" احداث مجلس یازدہم و دوازدہم ہر ماہ در بلاد
عظیمۂ دکن نمودہ کہ تا حال (سنہ ۱۱۶۰ھ) است"

فرخ سیر کے دور میں خاں دوراں خاں بخشی کے بھائی خواجہ محمد جعفر ایک متصوف تھے ان کے حالات میں تحریر ہے کہ ان کے گھر میں ائمہ طاہرین کی منقبت میں قوالیاں گائی جاتی تھیں۔ بعض مریدین و معتقدین سلام کی بجائے زمین بوس آداب کرتے تھے اور ائمہ اثنا عشریہ کی منقبت گاتے تھے ملتان کے ایک واعظ شیخ عبداللہ دار السلطنت دہلی پہنچے تو انہوں نے اس رجحان پر گرفت کی اور کہا کہ [2]

---

[1] مآثر الامراء جلد اول از صمصام الدولہ شاہنواز خاں صہ ۳۳۸ (کلکتہ ۱۸۹۰ء)
[2] تاریخ ہندوستان از شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ صفحہ ۱۲۱

"سجدہ سوائے معبود برحق کے کسی کو سزاوار نہیں اور سرود کا سننا بھی شریعت کے طریقہ کے خلاف ہے فقط حمد و منقبت اہل بیت کا سننا اور اصحاب کبار کے اسم اور ذکر کا نہ ہونا اسلام کے آئین اور طریقہ سے دور ہے۔"

اور شیخ عبد اللہ ملتانی نے مسجد جامع میں جمعہ کے دن وعظ کہا کہ[1]

"حضرت علی داخل اہل عبا نہیں ہیں اور علوی کو سید نہیں کہہ سکتے اور جو پنجتن کو پاک کہتے ہیں یا اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف ہے کیا اور اصحاب کرام پاک نہ تھے۔"

انجام یہ ہوا کہ[2]

"جمعہ کے روز کچھ مغل زادے اوباش وضع کربلا کی تسبیحیں گردن اور بازو میں ڈالے ہوئے وعظ کے وقت پہنچے اس پر یہ گمان ہوا کہ وہ شیخ عبد اللہ کے قتل کرنے کو آئے ہیں... شیخ عبد اللہ کے ہوا خواہوں نے فرخ سیر سے استغاثہ کیا جس کا فیصلہ یہ ہوا کہ عبد اللہ واعظ ملتان جائے اور خواجہ جعفر شہر سے باہر نکلے۔"

دہلی میں عزاداری اور مرثیہ خوانی بڑے زوروں سے ہوتی تھی نواب درگاہ قلی خاں نے اس سلسلہ میں خاصی تفصیل دی ہے جس طرح دہلی میں "قدم شریف"

---

[1] تاریخ ہندوستان از شمس العلماء مولوی ذکا اللہ صفحہ ۱۲۱

[2] تاریخ ہندوستان جلد نہم صفحہ ۱۲۲

کے نام سے مجاوروں نے ایک فرضی زیارت گاہ قائم کر رکھی تھی اور مشہور کر دیا کہ یہ نقش قدم حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔[1] اسی طرح امامیہ حضرات نے دہلی میں "شاہ مرداں" اور "پنجہ شریف"[2] کی زیارات قائم کیں اور مشہور کر دیا کہ یہ حضرت علی کا نقش قدم ہے[3] اس کی یہ کیفیت تھی کہ[4]

"ہر روز شنبہ زائرین اور حاجت مندوں کا بڑا ہجوم ہوتا اور ۱۲ار محرم کو (ہر روز زیارت خامس آل عبا) خصوصیت سے اہل عزا رسم پرسہ داری گریاں و نالاں حاضر ہو کر مراسم تعزیت بجالاتے تھے اس روز کوئی متنفس ایسا نہ ہوتا تھا کہ زیارت سے محروم رہے"

مرثیہ خوانی کا بڑا زور ہوتا تھا درگاہ قلی خاں ایک مرثیہ خواں کے متعلق لکھتے ہیں[5]

"بنائے مرثیہ بر عجب سوز و گداز می گزارد معدن اندوہ است

---

[1] قدم شریف کے فرضی ہونے کے متعلق ملاحظہ ہو "مخدوم جہانیاں جہاں گشت" از محمد ایوب قادری صفحہ ۲۱۰-۲۲۱ (ادارہ تحقیق و تصنیف، کراچی ۱۹۶۳ء)

[2] "پنجہ شریف" کے متعلق مشہور ہے کہ وہاں حضرت علیؓ کی انگلیوں کے نشان ہیں اور دہلی میں یہ شیعوں کا مشہور قبرستان ہے ملاحظہ ہو نجوم السماء صفحہ ۳۶۰ و ملفوظات شاہ عبد العزیز صفحہ ۲۰۰-۲۰۱

[3] ملاحظہ ہو مخدوم جہانیاں جہاں گشت صفحہ ۲۲-۲۲۳، عوام کو بہکانے کے لئے اوچ، حیدرآباد (مغربی پاکستان) میں حضرت علیؓ کے نقش قدم اور ٹھٹھہ میں حضرت حسینؓ کے نقش قدم شیعہ مجاوروں نے مشہور کر دیئے ہیں

[4] مرقع دہلی از نواب درگاہ قلی خاں صفحہ ۲۴ (مقدمہ ۴-۱ از متن) حیدرآباد دکن سن طباعت ندارد

[5] مرقع دہلی صفحہ ۵۰-۵۱-۵۲

دکان الم مخزن مصیبت است و گنجینۂ غم، میر اہتمام عاشورخانہ جاوید خاں است و مراعات زائران و تعزیہ داراں، می پردازد

دوسرے کی کیفیت ملاحظہ فرمایئے[1]

"میر عبداللہ از تعزیہ داران جناب حضرت اباعبداللہ الحسین علیہ السلام است مرثیہ ہائے ندیم وحزیں رانسبے با آہنگ ہائے حزین می خواند کہ بے اختیار شور از نہاد سامعاں برمی خیزد و از کثرت نوحہ و فریاد گوش فلک کر می گردد...... در ماہ محرم مقدمش ہمہ جا داجب الاحترام، بنوبت در تعزیہ خانہائے مردم عمدہ وارد می شود و بتقدیم مراسم عزا می پردازد و خلائق در اماکن موعودہ بریک دگر سبقت جستہ ہجوم می نمایند"

ایک اور تعزیہ دار اور مرثیہ خواں کا ذکر ملاحظہ ہو[2]

"میر درویش حسین از تعزیہ داران جلیب خاص آل عبا است و در تقدیم مراسم شیون بے ہمتا، آہنگ ہائے برجستہ، انتخابش پیش ہمہ کس مسلم الثبوت است وایراد را دخلے نیست"

دہلی میں تعزیہ داری دکن سے آئی دہلی کے رزیڈنٹ چارلس مٹکاف کے زمانے (۱۸۲۵ء تا ۱۸۲۷ء) میں تعزیہ داری کے موقعہ پر جھگڑا ہو گیا تو اس

---

[1] مرقع دہلی صفحہ ۵۰-۵۱-۵۲

[2] مرقع دہلی صفحہ ۵۳

نے مفتی اکرام الدین صدر الصدور دہلی (م ۱۲۶۲ھ) سے اس کے آغاز و ابتداء کے متعلق استفسار کیا تو مفتی صاحب نے بتایا کہ [1]

"ماہ محرم از قدیم است مگر تعزیہ داری نبود ہرگاہ
اورنگ زیب عالم گیر بادشاہ در دکن رفتند لشکریان شاہی
از عبداللہ پیرزادۂ دکن کہ در آنجا تعزیہ داری می کرد ایں رسم
آموختند از آں در شاہجہاں آباد نیز رسم تعزیہ داری جاری گردید"

یہ حالات تھے کہ حکیم الامت شاہ ولی اللہ دہلوی نے ردِ معرکۃ الآرا تصانیف "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" اور "قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین" تصنیف کیں ازالۃ الخفاء کے آغاز میں شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں [2]

"دریں زماں بدعت تشیع آشکارا شد و نفوس عوام
بشبہات ایشاں متشرب گشت"

مندرجہ بالا اقتباسات سے ہم اس دور کی عام مذہبی زندگی کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ امراء و وزراء کی سرپرستی میں شیعیت اور تفضیلیت کو کس قدر فروغ ہو رہا تھا کہ ہر شخص اسی رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ مذہب اور ادب ہر شعبۂ حیات میں اس کی چھاپ نظر آتی ہے! اردو شاعری کے اساطین شعراء میر (م ۱۲۲۵ھ/۱۸۱۰ء) فغاں (م ۱۱۸۶ھ/۱۷۷۲ء) سودا (م ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) سوز (م ۱۲۱۳ھ/۱۷۹۸ء) میر حسن (م ۱۲۰۱ھ/۱۷۸۶ء)، انشاء (م ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۷ء)

---

[1] سیر کریمی از نواب کریم اللہ خاں رام پوری صفحہ ۶۳ (قلمی) مخزونہ صولتیہ لائبریری (رام پور)

[2] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء از شاہ ولی اللہ دہلوی ص ۱ مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۶ھ

سلیمان شکوہ سلیمان (ف ۱۸۳۳ء) نظیر (ف ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۰ء) آتش (ف ۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۷ء) ناسخ (ف ۱۲۵۴ھ / ۱۸۳۸ء) سب اسی جماعت کے ارکان ہیں اور اسی فکر و نظر کے مبلغ و منادی شعراء اور متصوفین کے ذریعہ یہ افکار و خیالات خوب اشاعت پذیر ہوئے اور تفضیلی مشائخ شاہ فخر الدین دہلوی (ف ۱۱۹۹ھ / ۱۷۸۴ء) وغیرہ نے تو اس لے کو اور آگے بڑھایا جس کی تفصیل حسب موقع پیش کی جائے گی۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر ذاکر حسین رقم طراز ہیں[1]

"ہندوستان میں جن حضرات نے تصوف کے پردہ میں تبلیغ دین فرمائی ان کو تمام تر سنی المذہب قرار دینا غلط ہے اس لئے کہ اثنا عشری اور اسماعیلی شیعہ بھی تصوف کے بھیس میں ایران سے ہندوستان آتے رہے ہیں اور اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے رہے ہیں نزاری اور مستعلی اسماعیلیوں کی تبلیغ تمام تر تصوف کے پردے میں ہوتی ہے چنانچہ نزاریوں کے پیر صدر الدین اور حسن کبیر الدین کا نام اس سلسلے میں کافی شہرت رکھتا ہے اثنا عشری علماء و مبلغین بھی تصوف کے پردے میں ہندوستان میں تبلیغ کرتے رہے ہیں جن کا ایک واضح اشارہ ابو الفضل نے بھی آئین اکبری میں کیا ہے۔"

یہ تو خاص مرکز دہلی کے حالات کا ایک ہلکا سا نامکمل جائزہ ہے دکن، سندھ اور بنگال کا بھی یہی حال تھا، دکن میں یہ پودا سب سے پہلے بار آور ہوا اور دکن کی شیعہ حکومتوں نے اس کو خوب پروان چڑھایا اس دور میں ایران سے امراء و علماء آئے اور دکن

---

[1] اردو مرثیہ اور شاہی سرپرستی از ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی بی اے پی ایچ ڈی (رضا کار لاہور اربعین نمبر ۶۳ء)

میں قیام پذیر ہو کر اپنے ادارے قائم کر کے امامیہ مذہب کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہو گئے، آخر میں آصف جاہ نظام الملک نے حیدر آباد دکن میں جو ریاست قائم کی اس میں شیعہ امیروں، رئیسوں، زمینداروں اور جاگیرداروں کے غلبہ و اقتدار کی وجہ سے یہ افکار و نظریات خوب پھیلے، سندھ میں "امیران سندھ" کا بھی یہی مسلک تھا، تاریخ و ادب اور شعر و شاعری سب میں ان ہی افکار و خیالات کی صدا گونجتی نظر آرہی ہے سندھی ادبی بورڈ نے اس دور کا جو فارسی لٹریچر شائع کیا ہے اس میں اس کی بھرپور تفصیل ملتی ہے یہاں صرف ایک مثال ملا محمد معین سندھی (وفات ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء) مصنف "دراسات اللبیب" کی پیش کی جاتی ہے کہ ایک طرف تو وہ "غیر مقلدیت" کے مبلغ ہیں تو دوسری طرف "رفض و شیعیت" میں ڈوبے ہوئے ہیں[۱] اور یہ اس دور کے متصوفین، شعراء اور امراء کا عام رجحان تھا، "امیران سندھ" کے اقتدار کی آخری نشانی "ریاست خیرپور" تھی کہ جس نے اس معاملہ میں اپنی ذمہ داری کو پوری مستعدی سے پورا کیا، سندھ کے دوسرے امیروں اور متصوفین کا بھی یہی حال تھا، تاریخ اوچ کے مؤلف مولوی محمد حفیظ الرحمٰن بہاولپوری (وفات ۱۳۷۹ھ / ۱۹۵۹ء) "اوچ میں شیعیت کا آغاز" کی سرخی کے تحت رقم طراز ہیں[۲]

---

[۱] دراسات اللبیب کو مولانا محمد عبدالرشید نعمانی نے ایڈیٹ کیا ہے اس کے مقدمہ میں انہوں نے ملا محمد معین کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں اور ان کے افکار و معتقدات کا جائزہ لیا ہے ملاحظہ ہو مقدمہ دراسات اللبیب صفحہ ۱ - ۱۰۷ (سندھی ادبی بورڈ۔ کراچی ۱۹۵۷ء)

[۲] تاریخ اوچ از مولوی محمد حفیظ الرحمٰن صفحہ ۱۱۶ (دہلی ۱۹۳۱ء)

"جندوڈہ شاہ نے سندھ میں بالغ ہوکر ایک طوائف گوہر خاتون
سے نکاح کرلیا اور میر سہراب خاں تالپر کے اثر تربیت وصحبت
سے مذہب شیعہ اختیار کرلیا اور ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء میں اپنے مریدوں
کی ایک جماعت کے ساتھ اوچ میں وارد ہوا اور مخدوم ناصر الدین
سادس کے لقب سے سجادہ نشین خانقاہ حضرت جلال (بخاری)
(مخدوم جہانیاں جہاں گشت) بن گیا..... جندوڈہ شاہ پہلا
سجادہ نشین اوچ بخاری ہے جس نے سندھ سے مسلک شیعہ لاکر
اوچ اور ریاست بہاولپور میں مروج کیا۔"

عہد فیروزی کے مشہور سہروردی بزرگ مخدوم جہانیاں جہاں گشت (م ۷۸۵ھ/۱۳۸۴ء) کی خانقاہ کا یہ حال ہے اور اس کے سجادہ نشین اب اہل تشیع ہیں۔

بنگال اس معاملہ میں سب سے آگے تھا نظامت مرشد آباد کے بانی مرشد قلی خاں ایک شیعہ امیر تھے۔ اس کے بعد جب مسند مرشد آباد پر علی وردی خاں کی بالادستی قائم ہوئی تو مرشد آباد اور عظیم آباد اس تحریک کے دو خاص مرکز قائم ہو گئے علی وردی خاں نے ان رجحانات کی اشاعت میں خاصا حصہ لیا ان کے زمانے میں فضلائے ایران جوق درجوق بنگال وبہار میں پہنچے اور حکومت کی سرپرستی میں اپنے عقائد و افکار کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہوئے۔ نواب علی وردی خاں مہابت جنگ خود بھی روزانہ بعد عصر ان ایرانی افاضل و اکابر کے ساتھ مجلس مذاکرہ منعقد کرتے اس مجلس میں سید الافاضل میر محمد علی فاضل، تقی قلی خاں، حکیم ہادی خاں میرزا محمد حسین صفوی وغیرہ شریک ہوتے کتاب کافی مصنفہ شیخ محمد بن یعقوب کلینی

سے دو احادیث روزانہ پڑھی جاتیں اور میر محمد علی فاضل اس کی شرح کرتے تھے [۱]
غلام حسین طباطبائی نے سیر المتاخرین کی ایک فصل میں ان افاضل ایران کا تفصیل سے ذکر کیا ہے [۲] جو علی وردی خاں کے زمانے میں وارد بنگال و بہار ہوئے ان حضرات کی تبلیغ کا انداز بھی خوب تھا۔ غلام حسین طباطبائی مؤلف سیر المتاخرین کی نانی کے حقیقی چچا شاہ حیدری کربلائی حائری تھے وہ اپنے معتقدات میں بہت پختہ تھے [۳]

"در تشیع نہایت و بے باک و در کمال استغنا بود

شاہ حیدری بھاگل پور (بہار) میں مقیم تھے وہاں کے ایک رئیس محمد غوث خاں بیمار ہوئے تو ان شاہ صاحب نے کس طرح اپنے معتقدات کی تبلیغ کی ملاحظہ ہو [۴]

"محمد غوث خاں اتفاقاً بیمار شد و بیماریش اشتداد یافتہ،
از حیاتش امیدے نماند، دراں وقت شاہ حیدری کہ از مباینت
مذہبش نفورا ما از شجاعتیش راضی و مسرور بود لبسر وقتش
رسیدہ بشرط قبول مذہب تشیع ضامن شفائے اوشد واو
قبول نمود و شفا یافت و ارادت کامل با شاہ حیدری بہم
رسانیدہ، مع اولاد مطیع و منقادش بود"

---

[۱] ملاحظہ ہو سیر المتاخرین از غلام حسین طباطبائی صفحہ ۶۰۹ — ۶۱۰ (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۷ء)

[۲] سیر المتاخرین صفحہ ۶۱۵ — ۶۲۰

[۳، ۴] سیر المتاخرین صفحہ ۶۱۳

اس کے بعد ہم اودھ کی حکومت کا جائزہ لیتے ہیں اس کا مدت قیام بھی زیادہ رہا اور اس کے حکمرانوں نے اپنے اپنے عقائد و افکار کی اشاعت میں بہت سرگرمی دکھائی اس حکومت کے بانی برہان الملک سعادت خاں (ف ۱۱۵۱ھ / ۱۷۲۹ء) ہیں جن کو پہلے مرشد قلی خاں، ناظم مرشد آباد کی سرپرستی حاصل رہی ۱۱۳۲ھ / ۱۷۲۰ء میں وہ اودھ کے مستقل صوبے دار ہوتے برہان الملک کی پیشانی پر سب سے بڑا داغ یہ ہے کہ انہوں نے نادر شاہ کے ہاتھوں دلی کو تباہ و برباد کرایا۔ حکیم نجم الغنی خاں تاریخ مظفری کے حوالے سے لکھتے ہیں [1]

"روز دیگر فردوس آرام گاہ خلعت میر بخشی گری بہ نظام الملک فتح جنگ مرحمت فرمودند سعادت خاں برہان الملک کہ امیدوار ایں خدمت بود از حد کبیدہ خاطر گشت و نادر شاہ را بہ فتح دارالخلافہ شاہجہان آباد ترغیب نمود و او نمک حرامی ادا کرد و خنزاں د دفاتن آنجا گوش زد کرد"

مفتاح التواریخ میں بھی اس بات کی تصریح کی ہے

"از گفتن او (برہان الملک) نادر شاہ از سیلان قتال کرنال بہ بہانہ ضیافت در قلعہ شاہجہان آباد داخل شدہ والا ارادۂ نادر شاہ چنیں نبود چنانچہ تاریخ وفاتش بزیادت یک عدد چنیں یافتہ اند ۶ بے سعادت نمک حرام مرد"

---

[1] تاریخ اودھ جلد اول از حکیم نجم الغنی صہ ۱۰۱ (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۹ء)

برہان الملک کے بعد ان کے جانشین ان کے داماد ابو المنصور خاں صفدر جنگ (ف ۱۱۶۷ھ / ۱۷۵۳ء) ہوئے جنہوں نے دہلی کی مرکزی حکومت میں وزارت کا منصب حاصل کیا۔ صوبہ اودھ سے ملی ہوئی فرخ آباد اور روہیل کھنڈ کی ریاستیں تھیں جن کے حکمراں بنگش اور روہیلہ پٹھان تھے مذہباً یہ لوگ سنی تھے۔ اختلاف مذہب کی وجہ سے ان دونوں ریاستوں کا وجود صفدر جنگ کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا اور انہوں نے ان دونوں مسلم ریاستوں کو ختم کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، ان کی اس آرزو کی تکمیل ان کے بیٹے شجاع الدولہ اور پوتے آصف الدولہ کے ہاتھوں ہوئی۔ برہان الملک اور صفدر جنگ کے زمانے میں بہت سے ایرانی اودھ میں آئے اور حکومت کے نظم و نسق میں ہاتھ بٹایا نجم الغنی خاں لکھتے ہیں [1]

" ان (صفدر جنگ) کی سرکار میں سواران مغلیہ بیس ہزار تھے لیکن اکثر ہندوستانی بھی صفدر جنگ کا ادھر میلان پاکر ان کا سا لباس پہن کر بات چیت کرتے تھے اور تنخواہ پاتے تھے "

صاف ظاہر ہے کہ فوج کی ملازمت کے لئے ایرانی لباس و زبان ضروری تھے تو الناس علی دین ملوکہم کے مصداق معلوم نہیں کتنوں نے آبائی عقائد کو خیرباد کہا ہوگا، اختلاف مذہب کی وجہ سے ان دونوں حکمرانوں کے زمانے میں سنی علماء و مشائخ کی بہت سی جائدادیں ضبط ہوگئیں۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی لکھتے ہیں [2]

---

[1] تاریخ اودھ جلد اول از نجم الغنی خاں صفحہ ۲۹۷

[2] مآثر الکرام جلد اول از غلام علی آزاد صفحہ ۲۲۲ (آگرہ ۱۹۱۰ء)

"تا حدود ۱۱۳۰ھ ہنگامۂ علم و علماء دریں گل زمین (بلگرام) گرمی داشت تا آنکہ برہان الملک سعادت خاں نیشاپوری در آغاز جلوس محمد شاہ حاکم اودھ شد و اکثر بلاد عمدہ صوبہ الہ آباد نیز دار الخیور جون پور و بنارس و غازی پور و کڑہ و مانک پور و کوڑہ جہاں آباد وغیرہ ضمیمہ حکومت گردید و وظائف و سیور غالات خانوادہائے قدیم و جدید یک قلم ضبط شد و کار شرفا و نجباء بہ پریشانی کشید، و اضطرار مردم آنجا از کسب علم باز داشتہ ..... و رواج تدریس و تحصیل بآں درجہ نماند، و مدارسے کہ از عہد قدیم معدن علم و فضل بود یک قلم خراب افتاد و انجمن ہائے ارباب کمال بیشتر برہم خورد انا للّٰہ و انا الیہ راجعون، و بعد ارتحال برہان الملک نوبت حکومت بخواہر زادۂ او ابوالمنصور خاں صفدر جنگ رسید و وظائف و اقطاعات بدستور زیر ضبط ماند و در اواخر عہد محمد شاہ ۱۱۵۹ھ صوبہ داری الہ آباد نیز صفدر جنگ مقرر شد و تتمہ وظائف آں صوبہ کہ تا حال از آفت ضبط محفوظ ماندہ بود بضبط درآمد و در عہد جہاں دار شاہ، صفدر جنگ بپایۂ وزارت اعلیٰ صعود نمود و نائب صوبہ کار بر ارباب وظائف تنگ تر گرفت و تا حین تحریر کتاب ایں دیار پامال حوادث روزگار است"

جائداد اور املاک کی واگزاری کے لئے بہت سے قدیم خاندانوں نے اپنے

آبائی مذہب کو خیرباد کہہ دیا۔ اس سلسلہ میں مآثرالکرام کے مقدمہ میں بابائے اردو مولوی عبدالحق لکھتے ہیں [1]

"ایک بات تاریخی حیثیت سے اس تذکرہ میں خاص طور پر قابلِ لحاظ ہے کہ ان علماء و فضلائے بلگرام میں سے جن کا اس میں ذکر ہے ایک بھی اہلِ تشیع میں سے نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب شیعہ نے وہاں بعد کے زمانے میں رواج پایا"

حقیقت یہ ہے کہ سادات بلگرام نے معاشی اور معاشرتی مجبوریوں سے پہلے تفضیلیت اور پھر شیعیت اختیار کی اور آخر زمانے میں تو یہ رنگ بہت پختہ ہوگیا۔ یہاں کی تعزیہ داری نے دور و نزدیک شہرت پائی بلگرام کے صرف ایک محلہ میدان پورہ کی تعزیہ داری کا حال ملاحظہ ہو [2]

"۱۰ ارمحرم کو گیارہ بجے تک کل محلہ میدان پورہ کے تعزیے جن کی فہرست درج ذیل معہ بانے والوں کے ہے جو تعداد میں چوبیس، پچیس کے ہوتے اور ہمراہ سفید تعزیہ کے گشت میں شامل رہ کر کربلا جاتے مشہور تعزیوں میں بٹیوں کا تعزیہ، کنجڑوں کا تعزیہ، کرم میاں پیرزادہ کا تعزیہ، رسول بخش کا تعزیہ، حیدری پنجہ بند کے تعزیے تھے اس کے بعد بز قصابوں کا و قصابوں، خیاطوں، معماراں، جوگیاں، نوربافاں، گاذراں کے تعزیے امام باڑے میں آکر شریک گشت ہوتے تھے اہل ہنود کے یہ لوگ تعزیہ

---

[1] مآثرالکرام جلد اول (مقدمہ) صفحہ ۱۴

[2] تاریخ خطۂ پاک بلگرام از قاضی شریف الحسن بلگرامی صفحہ ۲۵۸ (علی گڑھ ۱۹۶۰ء)

بناتے تھے اور شریک عزاداری ہوتے تھے، ایشری ساہ بقال، - میرالال بھورجی، سوہن بقال، گوکل تنبولی، لچھمن بقال، سوہن نجار، .... قریب ۵ بجے دن کے جبکہ تعزیہ متصل مکان مولوی محمد عالم صاحب پہنچا تو شیخ مظہر حسین مذکور مرثیہ

۶ قتل جب رن میں ہوا سبط رسول الثقلین

خاص اپنے چیدہ بازوں کے ساتھ بہت شان سے پڑھتے اس مرثیہ میں ہندی کے الفاظ کی بٹیں ہیں جو بہت درد آمیز اور بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ اس مرثیے کے سننے کے واسطے تمام بلگرام کے معززین اہل ہنود اور حکامان تحصیل دھانہ آتے تھے مجمع نہایت کثیر اور پر رونق ہوتا تھا ہجوم مردماں کی وجہ سے مرثیہ خوان بمشکل ایک دد ہاتھ سے زیادہ نہیں پڑھ سکتے تھے اس مرثیہ کا جواب بھی اہل ہنود ہی پڑھا کرتے تھے بعدہٗ واپسی تعزیہ از کربلا تمام بزرگوار داہالیان محلہ امام باڑہ میں موجود ہو کر غم امام علیہ السلام میں شریک ہوئے اور مجلس شربت کی ہوتی اور یہی مجلس سوم اور چہلم کو کربلا میں ہوا کرتی تھی۔

اودھ اور روہیل کھنڈ میں تعزیہ داری کا یہ رنگ بھی نوابان وشاہان اودھ کی ترغیب وتحریص اور ان کی سرپرستی کی وجہ سے پیدا ہوا، بلگرام کی تعزیہ داری کی جو تفصیل بیان ہوئی ہے نام ومقام کو چھوڑ کر کم وبیش روہیل کھنڈ کے شہر وقصبات میں بھی تعزیہ داری کا یہی انداز تھا تقسیم ہندوستان سے قبل آنولہ، بدایوں، اوجھیانی،

بریلی، بہیت، رام پور اور امروہہ وغیرہ میں اسی نذر شورت تعزیہ داری ہوتی تھی۔ آج کراچی میں تقسیم کے بعد سے تعزیہ داری کا رنگ اس سے بھی چوکھا ہو گیا ہے بات ذرا آگے بڑھ گئی ذکر تھا صفدر جنگ کے جانداروں کے ضبط کرانے کا آئینہ اودھ کے مؤلف ابوالحسن مانکپوری لکھتے ہیں۔

"سادات موضع بتی، پرگنہ سہوہ و فتح پور خاص میں مقیم ہوئے مدت تک اولاد ان کی بہ مذہب آبائی (اہل سنت) قائم رہی لیکن بعہد ریاست ابوالمنصور خاں صفدر جنگ مذہب امامیہ اختیار کرتے گئے" [1]

"ان (سید غلام حسین ثانی ساکن بہرائچ) کے دو پسر غلام محمد و غلام رسول ثانی (ہوئے) یہ معاصر تھے نواب شجاع الدولہ بہادر کے، بعد شکست بکسر کے جب صلح نامہ گورنمنٹ انگلشیہ سے ہوا تو نواب ممدوح الذکر نے حکم ضبطی کل معافیات صوبہ اودھ کا صادر کیا یہ دونوں بھائی بہ طمع بحالی معافی بہ تبدیلی مذہب آبائی (اہل سنت) پابند مذہب امامیہ ہو گئے" [2]

صفدر جنگ کے بعد شجاع الدولہ (ف ۱۱۸۸ھ / ۱۷۷۵ء) سریر آرائے حکومت ہوئے وہ اپنی مذہبی پالیسی میں اپنے والد بزرگوار کے سختی سے پابند رہے بلکہ ان کے زمانے

---

[1] آئینہ اودھ از ابوالحسن مانکپوری صفحہ ۱۱۹ (مطبع نظامی کانپور ۱۸۸۰ء)

[2] آئینہ اودھ صفحہ ۱۵۵

میں یہ پودا اور بھی برگ و بار لایا۔ انہوں نے فرخ آباد کے بنگش اور روہیل کھنڈ کے روہیلہ حکمرانوں کا پورے طور سے استیصال کیا۔ احمد خاں بنگش کے صاحبزادے نواب دلیر ہمت خاں مظفر جنگ (ف ۱۲۱۱ھ/۱۷۹۶ء) کے زمانے میں ۳-۱۷۷۲ء میں ریاست فرخ آباد شجاع الدولہ کے ماتحت ہو گئی اور ۱۷۷۳ء نواب مظفر جنگ نے باقاعدہ شیعہ مسلک اختیار کر لیا۔ لوح تاریخ (تصنیف ۱۲۵۵ھ) کے مولف منور علی خاں لکھتے ہیں[1]

"در کول (علی گڑھ) کی راہ میں ایک قصبہ جلالی ہے کہ سید اس میں رہتے ہیں وہاں محرم کا چاند دکھائی دیا تب نواب شجاع الدولہ نے وہیں قیام کیا اور تعزیہ داری وہیں کی۔ امام باڑہ کپڑے کا کھڑا کیا گیا اور چاندی کے تعزیے رکھے گئے جو امیروں کے ہمراہ سفر میں ہوتے ہیں چنانچہ نواب مظفر جنگ اس مقام پر شیعہ ہوئے۔"

شجاع الدولہ نے جلالی میں ایک صاحب حکیم خیرات علی کے امام باڑے کے لئے چار گاؤں مال پور، کمال پور، نورتھا اور نرولی معاف کئے[2]

۱۷۷۴ء میں شجاع الدولہ نے انگریزوں کی مدد سے روہیلوں پر چڑھائی

---

[1] لوح تاریخ از منور علی خاں ورق ۱۲۰ (قلمی، سال کتابت ۱۲۷۳ھ) (مخزونہ مسلم یونیورسٹی، لائبریری، علی گڑھ)

[2] حیات حافظ رحمت خاں از سید الطاف علی بریلوی صفحہ ۲۵۹ (طبع ثانی، کراچی ۱۹۶۳ء)

کردی، روہیلہ سردار حافظ الملک حافظ رحمت خاں میراں پور کٹرہ کی جنگ میں شہید ہوئے۔ تمام ریاست روہیل کھنڈ پر شجاع الدولہ کا قبضہ ہوگیا اور اس کی ایک دیرینہ آرزو پوری ہوگئی۔ اہل روہیل کھنڈ کو سخت مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ شہر و قصبات بری طرح تاراج کئے گئے، امراء و رؤسا اور علماء و مشائخ کو سخت کھکھیڑیں اٹھانی پڑیں۔ شعائر اسلامی کی اعلانیہ بے حرمتی کی گئی۔ بشیو پرشاد کی کتاب فرح بخش کے حوالہ سے نجم الغنی خاں لکھتے ہیں [۱]

"مسجدوں، مدرسوں، خانقاہوں اور مقبروں میں تلنگے گوبر سے چوکا دیتے اور کھانا پکاتے ہیں، آنولہ نواب علی محمد خاں کے عہد میں دارالاسلام تھا اور نواب ممدوح نے بڑی کوشش کے ساتھ آبادی میں ترقی دی تھی قلعہ اور مسجدیں تعمیر کرائی تھیں آنولہ کی دینداری پر بلاد اسلام کو رشک تھا شجاع الدولہ کی فتح کے بعد اس شہر کی یہ نوبت پہنچی کہ آخوند محمد حسیم کی مسجد میں جو ایک مقدس اور مجتہد شخص تھے رنڈیاں اور فاحشہ عورتیں رہنے لگیں اور اعلانیہ ان میں بیٹھ کر کسب کراتیں بدفعلی میں مشغول رہتیں ان سے کوئی یہ تعرض نہیں کرتا کہ تم مسلمانوں کے ایک مقدس مقام میں ایسا کیوں کرتی ہو۔"

شجاع الدولہ نے فتح روہیل کھنڈ کے سلسلہ میں مشہور حق گو صوفی شیخ، پیرزادہ مدن کی جائداد ضبط کرلی اور ان کو قید کردیا، قید ہی میں ان کا انتقال ہوا یہ وہی شاہ

---

[۱] تاریخ اودھ جلد دوم از نجم الغنی خاں صہ ۱۰۲ ( نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۹ء )

مدن ہیں جن کے متعلق مشہور ہے

بڑھائی شیخ نے داڑھی اگرچہ سن کی سی
مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی

ضبطی جائداد کے سلسلہ میں ہم عصر مورخ منشی فیض بخش بن غلام سرور کاکوروی مرتب "رقعات لچھمی نرائن" لکھتے ہیں [1]

"بعد انقضائے مدت دہ سال کہ صحبت شاہ مدن بجہات شتی کہ اظہار آں محض طول مقال است از وزیر الممالک نواب شجاع الدولہ بہادر برہم خورد و دیہات جاگیر ایشاں کہ قریب بہ محاصل یک لکھ روپیہ بود بہ ضبط سرکار دولت مدار در آمد شاہ موصوف با ایں ہمہ طنطنۂ مشیخت و سیادت محبوس زنداں شدند"

اس سلسلہ میں مزید تفصیل نامہ مظفری میں ملاحظہ ہو [2]

"شجاع الدولہ کے سالے نواب سالار جنگ جو بہو بیگم کے بھائی تھے وہ نہایت متعصب و حاسد شخص تھے شاہ (مدن) صاحب کے احترام سے انہیں دلی عناد تھا اکثر وہ شجاع الدولہ کے دل میں شاہ صاحب کی برائیاں جماتے تھے شاہ صاحب حافظ الملک کے ضرور طرفدار تھے

---

[1] رقعات لچھمی نرائن مرتبہ منشی فیض بخش بن غلام سرور کاکوروی صفحہ ۵ (مطبع جعفری، کان پور ۱۲۷۰ھ)

[2] نامہ مظفری حصہ دوم از منشی محمد مظفر حسین خاں صفحہ ۲۴۰-۲۴۱ (مطبع مجتبائی لکھنؤ ۱۹۱۷ء)

کیونکہ حافظ الملک شاہ صاحب کے ارادت مند تھے بلکہ بعض راوی
حافظ صاحب کو شاہ صاحب کا مرید بتلاتے ہیں اس وجہ سے شجاع الدولہ
نے شاہ صاحب پر حافظ الملک سے سازش رکھنے کا الزام لگایا اور
ان کی جاگیرات ضبط کرلیں اور صرف اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ یہاں
تک ظلم کیا کہ شاہ آباد کے قیام میں اثاث البیت اور مستورات کے
زیورات تک شاہ صاحب سے منگوالئے اس کے چھ ماہ کے بعد شاہ
مدن صاحب نے انتقال کیا شاہ صاحب کے صبر اور حافظ الملک
کے خون ناحق نے شجاع الدولہ کو ایک سال بھی خوشی نصیب نہ ہونے
دی حافظ الملک کے قتل کرانے کے نو مہینے بعد اور شاہ مدن صاحب
کے انتقال کے تین ماہ کے بعد عین شباب میں ۴۵ برس کی عمر میں
۲۴ ذیقعدہ ۱۱۸۸ھ کو شجاع الدولہ نے انتقال کیا۔"

شجاع الدولہ کے عہد کے دو واقعات کی طرف اشارہ کرنا اور ضروری ہے کہ اس کے
عہد میں اس زمانے کے دو نامور فاضل ملا عبد العلی بحر العلوم (ف ۱۲۳۵ھ / ۱۸۲۰ء) اور ملا
محمد حسن فرنگی محلی (ف ۱۱۹۹ھ / ۱۷۸۴ء) اختلاف عقائد کی وجہ سے لکھنؤ سے خارج البلد کئے
گئے اور ان ہستیوں کو پھر کبھی اپنا وطن دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ ملا عبد العلی بحر العلوم نے
ساری عمر شاہجہاں پور، رام پور، ہنگلی اور مدراس میں غریب الوطنی میں گزاری اور
مدراس ہی میں پیوند خاک ہوئے ملا محمد حسن نے رام پور میں سکونت اختیار کرلی اور وہیں
ان کا انتقال ہوا۔ لکھنؤ کی سرزمین ان افاضل پر فخر کرتی ہے مگر یہ حقیقت بھی ہے کہ
اہل لکھنؤ اور حاکم لکھنؤ (شجاع الدولہ) نے ان کے ساتھ کیسا ننگ انسانیت سلوک

کیا ۶ آسماں راحق بود گر خوں ببارد بر زمین

ملا عبد العلی بحر العلوم کے سلسلہ میں مولانا فضل امام خیر آبادی لکھتے ہیں[1]

"بعد ازاں بہ سببے از اسباب از لکھنؤ بر آمدہ چندے در رام پور ماندو آنجا بہ افادہ و افاضہ پرداختند"

مؤلف اغصان اربعہ اس سبب کی کسی قدر نشان دہی کرتے ہیں[2]

"در اوائل حال او (ملا عبد العلی بحر العلوم) را سانحۂ عظیمے در وطن پیش آمد، بہ سبب آں صورت قیام در آنجا مناسب ندیدہ، ہر چند اعانت و امداد از خویشاں و عزیزاں درخواست، آنہا ہم شریک او گشتند لاکن گفتند کہ مایاں مدام در خانہ نمی باشیم ..... ملا مذکور فساد ارباب شہر دیدہ قیام دریں شہر نتوانست و راہی شاہجہاں پور گشت حاکم آنجا حافظ رحمت خاں مرحوم آمدن فرزند مولانا نظام الدین در ملک خود غنیمت دانست بکمال اعزاز و اکرام او را گرفتہ وجہ معقول برائے مصارف طلبہ علم مقرر ساخت و نواب شاہجہاں پور عبد اللہ خاں مرحوم آمدہ اندرون قلعہ در حویلی خود او را جا داد تا حیات حافظ رحمت خاں مرحوم ہماں جا سکونت داشت"

---

[1] تراجم الفضلا مانہ فضل امام خیر آبادی صفحہ ۱۲ (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی ۱۹۵۶ء)

[2] اغصان الاربعہ للشجرۃ الطیبہ از ولی اللہ لکھنوی صفحہ ۱۲۲-۱۲۳ (مطبع کارنامہ فرنگی محل لکھنؤ ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۱ء)

واقعہ یہ تھا کہ بلگرام کا ایک رئیس نور الحسن خاں ملا بحر العلوم کے مدرسہ کے پاس ان کے ایک عزیز مولوی محب اللہ کے مکان میں علاج کی غرض سے مقیم تھا محرم کا مہینہ آگیا اس رئیس نے وہاں تعزیہ منگوایا اس بات پر جھگڑا ہوگیا بحر العلوم کی جان کے لالے پڑ گئے ان کو لکھنؤ چھوڑنا پڑا اور پھر کبھی وطن نصیب نہ ہوا۔

ملا حسن بھی اسی نوع کے قضیے میں لکھنؤ سے نکالے گئے۔ مؤلف اغصان الاربعہ لکھتے ہیں[۱]

"بشرارت بعضے از حساد مفسدۂ عظیم در وطن رو داده که
درآں اہلاک خود را مشاہدہ ساخت و قیام وطن ممکن ندانسته
راہی روہیل کھنڈ شد و بقیہ عمر در حمایت حکام آں ملک بسر برد
در رام پور وفات یافت "

شجاع الدولہ کے بعد نواب آصف الدولہ (ف ۱۲۱۲ھ / ۱۷۹۷ء) مسند نشین حکومت ہوئے چونکہ فتح روہیل کھنڈ کے بعد جلد ہی شجاع الدولہ کا انتقال ہو گیا تھا لہٰذا نظم و نسق کے قیام کی تمام پالیسی آصف الدولہ کو وضع کرنی پڑی، آصف الدولہ نے بڑی حد تک اپنے باپ اور دادا کی روایات کو برقرار رکھا، قدیم جاگیر داروں کی جاگیریں ضبط ہوئیں۔ روہیلوں کے مرکزی مقامات کے محلات اور سرائیں ضبط ہوکر ان شیعہ عمال اور افسران کو ملیں جو آصف الدولہ کی طرف سے ان مقامات پر مقرر ہوئے آنولہ میں نواب علی محمد خاں کے قلعہ میں شیعہ سادات آباد کیے گئے۔ یہ لوگ ۱۹۴۷ء تک قلعہ کے ایک حصہ جو برجی میں قابض و دخیل رہے، تقسیم

---

[۱] اغصان الاربعہ صفحہ ۸

ہند کے بعد یہ تتر بتر ہوگئے، سید الطاف علی بریلوی لکھتے ہیں[1]

"شاہان اودھ کے عہد حکومت میں اہل تشیع حضرات کی مہذب و ذی علم آبادی کا کافی اضافہ ہوا روہیل کھنڈ کے ہر ایک ضلع میں ہمارے ان بھائیوں کے مشہور خاندان آکر سکونت پذیر ہوگئے اور حکومت کی جانب سے ان کو معقول زمینداریاں اور جاگیریں عطا کی گئیں۔ بریلی میں حسینی باغ گزری کی مسجد اور آصف الدولہ کا کالا امام باڑہ وغیرہ اسی عہد کی مشہور یادگاریں ہیں۔"

محرم کی عزاداری کے سلسلہ میں بریلوی صاحب رقم طراز ہیں[2]

"سرزمین روہیل کھنڈ میں موجودہ زمانے کی سی دھوم دھام کی محرم داری جس میں باجے تاشے، نوبت، علم، تخت، تعزیوں وغیرہ کے جلوس نکالے جاتے ہیں اس کا روہیلوں کے دور حکومت یا اس سے قبل کے زمانے میں جہاں تک تحقیق کی گئی، وجود نہیں ملتا، اس قسم کی تعزیہ داری کا سلسلہ بعد شہادت حافظ الملک والیانِ اودھ کے بست و ہفت سالہ عہد سلطنت میں شروع ہوا، کالا امام باڑہ تعمیر کردہ نواب آصف الدولہ اور بریلی میں شیعہ حضرات کی دوسری عمارتیں بھی اسی زمانے کی یادگار ہیں۔"

لسولی میں نواب دوندے خاں کا تعمیر کردہ شیش محل تھا اس کی ایک پرانی محل سرا میں میر مشرف علی کو مقیم کیا جو شجاع الدولہ کے زمانے میں ایران سے وارد لکھنؤ

---

[1] حیات حافظ رحمت خاں (طبع دوم) صفحہ ۴۱۸

[2] حیات حافظ رحمت خاں (طبع دوم) ص ۳۳۵ ــ ۳۳۶

ہوئے تھے، ان کی اولاد تقسیم ملک تک اس محل سرا میں رہتی تھی اور یہ حصہ حویلی سادات کہلاتا تھا۔ اس خاندان کے آخری نمائندے سید محمود علی تھے۔ قیام پاکستان کے بعد لبولی میں وہ فوت ہوئے۔ اسی طرح اودھیانی کا قلعہ جو نواب عبداللہ خاں ولد نواب علی محمد خاں کا تعمیر کردہ تھا وہ بھی شیعہ سادات کو ملا۔ اس خاندان کے آخری آدمی سید شبیر علی بن سید حمزہ علی تھے، آصف الدولہ کے زمانے میں اودھیانی میں (محلہ ساہوکارہ) ایک وسیع اور عالی شان امام باڑہ بھی بنا تھا نواب آصف الدولہ نے خادم حسین خاں متولی امام باڑہ کو چھ گاؤں برائے امام باڑہ وقف کئے تھے، اس امام باڑہ کی تمام عمارت ختم ہوگئی صرف صدر دروازہ باقی ہے اس خاندان کے آخری آدمی مرزا صفدر حسین تھے جو کراچی میں اندھے ہو کر مرے انہوں نے امام باڑہ کی تمام موقوفہ جائداد موضع ناکھیڑہ اور سیپور (ضلع بدایوں) بیچ کر خورد برد کر دی تھی۔

غرض کہ آصف الدولہ کے دور میں روہیل کھنڈ میں اثنا عشری مسلک کی خوب نشر و اشاعت ہوئی۔ حکومت کی طرف سے تحریص و ترغیب اور تنبیہ و تخویف کے حربے بھی استعمال کئے گئے گزیٹیر مرادآباد کا درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو[1]

"اکبر کے عہد سے (نوابان) اودھ کے تسلط (حکومت کے ابتدائی زمانہ تک) امروہہ کے تمام سید متوخر الذکر مذہب (اہل سنت وجماعت) کے پابند تھے۔ نوابان اودھ چونکہ بذات خود غالی شیعہ تھے اس لئے امروہہ کے بہت سے سیدوں نے اپنا قدیم مذہب[2] (شیعیت)

---

[1] گزیٹیر مرادآباد صفحہ ۱۰۴ (مطبوعہ الہ آباد ۱۹۱۱ء)

[2] گزیٹیر کا یہ بیان درست نہیں کہ ان کا قدیم مذہب شیعہ تھا بلکہ ان کا قدیم مذہب اہل سنت وجماعت تھا

پھر اختیار کر لیا اور اس طرح تبدیل مذہب کرنے سے انہیں بہت سے دنیوی فوائد بھی، صحرائی و سکنائی جائداد و املاک کے حصول کی صورت میں حاصل ہو گئے۔

اس سلسلہ میں آل حسن نخشبی مؤلف نخبتہ التواریخ کا بیان ملاحظہ ہو[۱]

"سید علی احمد در ابتدا مذہب قدیم اہل سنت وجماعت داشت چوں او راہم دیگر سادات جاگیر داران امروہہ برائے استخلاص محال جاگیر ضبط کردۂ نواب آصف الدولہ کہ دراں وقت متصرف ایں ممالک بود اتفاقاً بہ لکھنؤ افتاد و چندگاہ آنجا اقامت اختیار کردند صحبت ہائے شیعان آنجا کہ معاون کار آناں بودند، بر داشتند، الصحبتہ مؤثرۃ" مذہب تشیع اختیار کردند پیش ازو دریں سلسلہ کسے متہم بہ شیعیت نہ شد"

مولوی محب علی خاں عباسی مؤلف آئینہ عباسی اس مسلک کی اشاعت کا چشم دید حال اس طرح بیان کرتے ہیں[۲]

"اس شہر (امروہہ) میں بعد سالار غازی کہ آٹھ سو برس ہوئے ہونگے اہل اسلام سادات و شرفا بود و باش رکھتے ہیں سب کا ایک مذہب حق اہل سنت وجماعت تھا جیسا کہ آثار و اطوار و تصانیف و اخبار سے بخوبی

---

[۱] بحوالہ تاریخ امروہہ جلد اول از محمود احمد عباسی صفحہ ۲۶۹ (دہلی ۱۹۳۰ء)

[۲] بحوالہ تاریخ امروہہ جلد اول صفحہ ۲۷۰

> ثابت ہے اب عرصہ ۵۰ برس سے بوجہ آنے عمل داری نواب وزیر کے
> وہی اس مذہب ..... کا موجد ہندوستان میں ہے بفحوائے الناس علیٰ
> دین ملوکہم بعض بعض نے بہ طمع نفسانی اپنے بزرگوں کا مذہب ...
> چھوڑ کر تشیع اختیار کیا اب ہمارے سامنے اس مذہب کی ترقی ہوئی"

جنہوں نے نوابانِ اودھ کے مذہب کو قبول نہیں کیا ان کا کیا حشر ہوا اس کی داستان بھی سنیے مؤلف تذکرہ کاملان رام پور (علی برادران (مولانا محمد علی و شوکت علی مرحومین) کی ناناہال کے سلسلہ میں رقم طراز ہیں [1]

> "اودھ کے تسلط روہیل کھنڈ کے وقت امروہہ کے امرا نے تبدیل
> مذہب اور حاضری دربار کی بدولت اپنی جاگیروں کو قائم رکھا اس
> خاندان میں سے کوئی سلطنت اودھ کے دربار میں شریک نہیں ہوا اس
> لئے کثیر حصہ جائداد کا ضبط ہو گیا۔

بدایوں میں حکومت اودھ کی طرف سے ۱۷۷۴ء میں خواجہ آفتاب خاں پہلا عامل مقرر ہوا اور اپنے پیش رو فتح خاں خانساماں (ف ۱۱۸۶ھ / ۱۷۷۲ء) کی حویلی میں مقیم ہوا۔ کیونکہ فتح خاں کا خاندان قید ہو کر لکھنؤ اور الہ آباد پہنچ چکا تھا اسی زمانے سے بدایوں میں تعزیہ داری شروع ہوئی شیعہ حکام کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تعزیہ داری کے جلوس حکام کی قیام گاہ محلہ بھاجی ٹولہ (حسینی گلی) سے نکالے گئے خواجہ آفتاب کے بعد مسلمان عاملوں میں خواجہ عین الدین، مہدی علی خاں۔ الماس علی خاں

---

[1] تذکرہ کاملان رام پور از حافظ احمد علی خاں صفحہ ۱۳۰

اور حسین علی خاں آئے [1] ان شیعہ حکام کے قیام کی غرض سے اس گلی سے خاص طور سے تعزیہ داری کے جلوس گزرنے شروع ہوئے اور ان کے قیام کی وجہ ہی سے اس گلی کا نام "حسینی گلی [2] پڑ گیا خواجہ عین الدین اس مسلک میں بڑے غالی تھے [3]

"(وہ) ائمہ اطہار سے بے حد محبت رکھتا تھا یہ روایت مشہور ہے کہ عشرہ محرم میں معمول تھا کہ عاشورے کو تمام مال و متاع و نقد و جنس اور عمارات اور زن و مرد بلکہ اپنی ذات سمیت جناب سید الشہداء کے نام خیرات کر دیتا تھا اور پھر قرض ادھار سے زر نقد پہنچا کر مول لیتا تھا.... جس جگہ تھوڑے دنوں کیلئے جاتا تو امام باڑہ اور مسجد کی پہلے نیو ڈالتا"

---

[1] عمدۃ التواریخ (تاریخ بدایوں) از مولوی عبدالحیٔ صفا بدایونی صہ ۳۸-۳۹ (مطبع مطلع العلوم مراد آباد ۱۸۷۹ء)

[2] بدایوں کے اس تاریخی کوچہ "حسینی گلی" کی طرف ذرا اشارہ کرنا ضروری ہے ۱۸۸۵ء و ۱۸۸۶ء میں مسٹر لیمب کلکٹر ضلع بدایوں کے زمانے میں عشرۂ محرم اور دسہرہ ایک ساتھ پڑے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان بعض امور پر جھگڑا ہوا، ہندو مانع تھے کہ اس گلی سے تعزیے نہ نکلیں مسلمان مصر تھے کہ حسب معمول نکلنے چاہئیں واقعہ یہ ہے کہ یہ محلہ اور راستہ قطعاً ہندوؤں کی بستی ہے صرف ایک دو مکان مسلمانوں کے، ایک مسجد اور ایک مزار اس گلی میں ضرور واقع ہیں، اس جھگڑے کے موقعہ پر مسٹر نیل کمشنر روہیل کھنڈ کے معائنہ کے وقت مسلمانوں نے اس مزار کا فرضی نام "سید حسین شہید" رکھ کر اسی نام سے "حسینی گلی" منسوب کیا تنقیح طلب امر یہ ہے کہ یہ محلہ پورا ہندوؤں کا ہے اس راستے سے مسلمانوں کے علم، تعزیئے اور جلوس کیوں نکلے جبکہ وہ محلہ میں آباد بھی نہیں شہر کے اور راستے ہو سکتے تھے واقعہ یہ ہے کہ اودھ کے شیعہ حکام کی وجہ سے تعزیہ داری کے جلوس اسی گلی سے نکلے اور اسی وجہ سے اس گلی کا نام "حسینی گلی" پڑا

[3] تاریخ اودھ جلد سوم صہ ۱۵۳

بدایوں میں اس مسلک کی ترویج و اشاعت کے متعلق مولوی محمد سلیمان بدایونی (ف ۱۹۶۳ء) اپنے ایک مقالہ "بدایوں کے اہل تشیع" میں لکھتے ہیں [1]

"صورت سنگھ نے بدایوں کا چارج لے کر اندازہ کیا۔۔۔۔ کہ عوام کی تالیف قلوب عطیات سے کی جاوے اور علماء میں سے بھی انتخاب کر کے مخالفت کی آواز کو بالکل نہ اٹھنے دیا جائے چنانچہ اس کی نظر انتخاب مفتی محمد علی صدیقی حمیدی اور مولوی محمد علی عثمانی پر پڑی ۔۔۔۔ مولوی صاحب (محمد علی عثمانی) نے موضع شادی پور تحصیل داتا گنج میں معافی کی اراضی لے کر سکوت اختیار کر لیا۔

مفتی صاحب نے علاوہ ہدایا اور عطایا کے حکومت کا مذہب بھی اختیار کر لیا اور ان کی اولاد الاولاد اس وقت تک شیعیت پر قائم ہیں مفتی جی کی ترویج شیعیت سے ان کے اکثر عم زادوں نے شیعیت اختیار کی مفتی جی کے بیٹے مفتی مظفر علی نے "عروج الشیعہ فی البدایوں" لکھی ایک امام باڑہ تعمیر کرایا جو بڑا امام باڑہ کہلاتا ہے یہ میرے مکان کی شمالی حد تھا اس امام باڑے کے نام موضع خیر پور [2] تحصیل بدایوں میں معافی عطیہ

---

[1] بدایوں کے اہل تشیع از مولوی محمد سلیمان بدایونی صفحہ ۹ ، سائیکلو اسٹائلڈ، کراچی ۱۹۵۹ء (مملوکہ محمد ایوب قادری)

[2] اس امام باڑے کیلئے خیر پور (ضلع بدایوں) میں ۲۲۱ ایکڑ اراضی وقف تھی، ملاحظہ ہو بدایوں کی معافیات کا دخل نامہ مورخہ ۹ اگست ۱۸۵۵ء جاری شدہ صدر بورڈ آف ریونیو شمالی مغربی صوبہ آگرہ (محمد ایوب قادری)

نواب آصف الدولہ ہے۔

اسی زمانے میں بدایوں کے مشہور شاعر ظہور اللہ خاں نوا (وفات ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۰ء) ولد مولوی علی دلیل اللہ صدیقی حمیدی نے بھی اثنا عشری مسلک اختیار کر لیا تھا۔ نوا مدتوں لکھنؤ۔ حیدرآباد اور ایران کے درباروں میں رہے۔ ان ہی درباروں کے اثر سے یہ مسلک اختیار کیا ہوگا۔ بدایوں میں ایک اور امام باڑہ (۱۲۲۱ھ / ۱۸۰۶ء) میں تعمیر ہوا ضلع بدایوں کے قصبہ اسلام نگر میں بھی شیعہ سادات عہد آصفی کی یادگار ہیں اسلام نگر میں ایک امام باڑہ بھی تھا شیعہ سنی تعلقات کے سلسلہ میں مولوی محمد سلیمان بدایونی لکھتے ہیں[۱]

"بدایوں میں شیعہ سنیوں میں اس وقت تک باہم دگر شادی و بیاہ ہوتے ہیں عموماً شیعہ لڑکیوں کی اولاد شیعہ ہوتی ہے اور اکثر سنی لڑکیاں اپنے خاوندوں کے مذہب پر شیعہ ہو جاتی ہیں۔ بدایوں شہر (محدود میونسپلٹی) کا کوئی سید، شیعہ نہیں ہے جتنے بھی ہیں شیخ صدیقی ہیں نہ حیدری نہ علوی نہ جعفری"

نواب آصف الدولہ نے ۱۲۰۹ھ / ۱۷۹۴ء میں رام پور پر چڑھائی کی اور ریاست کا ایک حصہ ضبط کر لیا اس واقعہ کی تہہ میں بھی مذہبی جذبہ کارفرما تھا نواب فیض اللہ خاں کے انتقال کے بعد ان کے فرزند نواب محمد علی خاں مسند نشین ریاست ہوئے چونکہ وہ آصف الدولہ کے دربار لکھنؤ میں رہے تھے اس لئے نواب کی ترغیب سے انہوں نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا تھا انہوں نے سربر آرائے حکومت ہونے کے بعد لکھنؤ کے آئین و قانون روہیلہ پٹھانوں پر جاری کئے انہوں نے غلام محمد خاں کو شریک بنا کر محمد علی خاں کو ختم کر دیا بس پھر کیا تھا

---

[۱] بدایوں کے اہل تشیع صفحہ ۸

انگریزوں کو ساتھ لے کر آصف الدولہ نے فوج کشی کی اور مقتول کے صاحبزادے احمد علی خاں کو مسند نشین کیا۔ اسی زمانہ سے رام پور میں شیعیت کا زور ہوا اور نواب کلب علی خاں کو چھوڑ کر رام پور کے تمام نواب اثنا عشری ہوئے، نواب محمد سعید خاں کے زمانے میں شاندار امام باڑہ تیار ہوا۔

مارہرہ ضلع ایٹہ کا مشہور قصبہ ہے یہاں پیرزادوں کا ایک قدیم مشہور خاندان ہے۔ جس میں نامی گرامی مشائخ گذرے ہیں۔ ان کا تعلق بلگرام کے سادات سے ہے، ان میں اثنا عشری مسلک کی ترویج کے سلسلہ میں اسی خاندان کے ایک مورخ مولوی سید محمد میاں مارہروی لکھتے ہیں[1]

"ہمارے اسلاف کرام اور ان کے اخلاف تمام سب بحمداللہ تعالیٰ ہمیشہ سے دین اسلام و مذہب مہذب اہل سنت و جماعت سے آراستہ و پیراستہ چلے آتے تھے اور اپنے اس دین متین و مذہب مہذب میں تصلب و تغلب کو مقبول و محمود جانتے اور مانتے اور بتلاتے رہتے تھے اور اگرچہ اودھ کی رافضی سلطنت کے قرب اور اثر سے بلگرام اور اس کے نواح کے مقامات میں رہنے والے بعض ہماری نسل کے منتسبین میں شیعیت کا دخل ایک عرصۂ کثیر و دراز سے ہوگیا تھا جو بامتداد زمانہ بڑھتا رہا مگر بحمدہ تعالیٰ ہمارے اجداد کرام کے علم و عمل ظاہری و باطنی اور ان کی پختگیٔ دین و مذہب و حفاظت شریعت نے ہمارے مارہرہ کی نسل میں اس ضلالت

---

[1] خاندان برکات از مولوی سید محمد میاں صہ ۸۱ - ۸۲ (مطبوعہ حسنی پریس بریلی ۱۹۲۶ء)

کو داخل نہ ہونے دیا جہاں تک معلوم ہوا ہے اول جما میاں صاحب[1] لکھنؤ اور پورب کی صحبتوں سے اس طرف مائل ہوئے اور اب ان کی باغ بچنہ کی نسل کی جو حالت ہے وہ میں اوپر بتا چکا ہوں اور حضرت سید شاہ آل حسین سچے میاں صاحب قدس سرہ کے لبدان کے دوسرے بیٹے سید محمد تقی خاں صاحب سے ان کی نسل میں بھی شیعیت کی کچھ کچھ داغ بیل پڑنا شروع ہوئی اور اب فقیر کے علم میں اس نسل کا کوئی بھی ایسا نہیں جو شیعہ بتفاوت مراتب نہ ہو اور ہمارے حضرات کی صاحبزادیوں کی بھی جو نسل مارہرہ سے باہر کوات، بلگرام، باڑی سانڈی وغیرہ میں ہے ان میں بھی ایک عرصہ سے شیعیت گھس گئی ہے۔"

چونکہ آصف الدولہ کے دور میں علاقہ روہیل کھنڈ میں خاص طور سے اثنا عشری مسلک کی تبلیغ و اشاعت ہوئی اس لئے ہم نے اس کا قدرے تفصیلی جائزہ لیا ہے آصف الدولہ کو ان کے نائب سرفراز الدولہ نواب حسن رضا خاں کی وجہ سے اس معاملہ میں خاص دلچسپی تھی مولوی سید عبدالحئی مصنف گل رعنا لکھتے ہیں[2]

"نواب آصف الدولہ کے زمانے کا یہ کارنامہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ لہو ولعب میں مشغول ہونے کے ساتھ مذہب تشیع کی اشاعت میں انہوں

---

[1] جما میاں کا نام آل امام بن آل برکات ہے سنہ ۱۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے ۸ رمضان سنہ ۱۲۴۵ھ میں فوت ہوئے تفصیل کے لئے دیکھئے خاندان برکات ۲۴-۲۵

[2] گل رعنا از مولوی عبدالحئی صفحہ ۱۵۲-۱۵۳

نے دل سے کوشش کی ان کے نائب حسن رضا خاں بھی مذہبی آدمی تھے وہ بھی اسی کوشش میں لگے رہتے تھے ان کی کوششوں سے ہزاروں خاندان سنّی سے شیعہ ہوگئے اور ان کو جاگیریں ملیں اور جو اپنی ضد پر قائم رہے ان کی جاگیریں، جو شاہانِ مغلیہ کے وقت سے چلی آتی تھیں ضبط کی گئیں"

سید غلام علی نقوی مصنف عماد السعادت لکھتے ہیں[۱]

"بانی جمعہ و جماعات در اثنا عشریاں در لکھنؤ او (حسن رضا خاں) بودہ است در ہیچ شہرے از شہرہائے ہندوستان نماز جمعہ و جماعت در مذہب امامیہ رائج نبود بلکہ کسے را گمان این ہم نہ بود کہ در ایران و بلاد عرب نماز جماعت در عشریاں گزاردہ می شود"

سید کمال الدین حیدر مشہدی اس واقعہ کو قدرے تفصیل سے لکھتے ہیں[۲]

"دوسرا امر حسنات دینی یہ ہوا کہ لکھنؤ میں مومنین برائے نام شیعہ تھے اور اپنی عدم واقفیت سے اعمال عوام خلاف بھی کرتے تھے اس قدر ضروریات مذہب سے آگاہ نہ تھے اور بعض جو از راہ علم واقف تھے طریقہ ہدایت پند وعظ و جماعت نماز علیٰ لروس الاشہاد نہ کہہ سکتے تھے ہر چند اپنے اپنے ایمان میں کامل تھے یہ ترقی شریعت محمدی کی فقط مرزا حسن رضا خاں کی جہت سے ہوئی اتفاقاً اسی زمانے میں مرزا جواں بخت شاہزادے (فرزند

---

[۱] عماد السعادت از سید غلام علی نقوی صفحہ ۱۳۰ (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۶۴ء)

[۲] قیصر التواریخ جلد اول صفحہ ۱۱۳-۱۱۴ (نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۶ء)

شاہ عالم ثانی) مہمان جناب عالی (آصف الدولہ) بھتے کس واسطے کہ وہ سنی تھے پہلے نماز جمعہ جماعت میں جناب عالی (آصف الدولہ) بھی شریک ہوئے جناب غفراں مآب سید دلدار علی زیارت عتبات عالیات اور تحصیل کتب فقہ امامیہ اور اجازت جہاد (اجتہاد؟) جناب میر سید علی صاحب طباطبائی کر آئے تھے صالحین و مقدسین جو اس زمانے میں صاحب احتیاط مشہور تھے ان کی صلاح و مشورہ سے جناب غفران مآب کا جانا بھی عتبات عالیات کا ہوا تھا نظر باحتیاط امامت نماز اپنی گوارا نہ کی ان کے واسطے تجویز کی تھی وگرنہ جناب غفران مآب مرزا حسن رضا خاں کے بیٹے کے معلم تھے غرض غفران مآب پیشوا و مقتدائے مومنین ہوئے چنانچہ ان کے فیضان صحبت سے بہت سے شیعہ نکلے بہت سے شاگرد رشید ہوئے جن کی تعلیم و تلقین سے اکثر جاہل ناواقف اپنے اعمال خلاف سے باز رہے توفیق ہدایت پائی اور رواج درس و تدریس و تصانیف ہونے لگا اور دستخط احکام مسائل اثنا عشریہ جاری ہوئے۔"

"صالحین و مقدسین" کی نشان دہی کرتے ہوئے سید عبدالحئی لکھنوی لکھتے ہیں[1]

" شاہ اکبر علی چشتی مودودی کے مشورہ اور ملا محمد علی فیض آبادی کی تحریک سے نواب حسن رضا خاں نے جمعہ و جماعت قائم کرکے سب سے پہلے مولوی سید دلدار علی نصیر آبادی کے اقتدار میں ۱۳ ر رجب ۱۲۰۰ھ کو نماز ادا کی

---

[1] گل رعنا صفحہ ۱۵۴

یہ پہلا دن ہے کہ وسط ہند میں شیعوں نے اپنا جمعہ و جماعت علیحدہ کرلیا نائب امام کی حیثیت سے مجتہدین کے ہاتھ میں زمام مذہب دی"

ملا محمد علی فیض آبادی کی مساعی جمیلہ کے سلسلہ میں مولوی مرزا محمد علی مؤلف نجوم السماء لکھتے ہیں[۱]

"وقتیکہ جناب غفران مآب دریں بلاد بنائے اقامت جمعہ و جماعت فرمودہ واشاعت شعائر شریعت نمودہ، باعث آں ملا علی مذکور شد کہ بہ ترغیب و تحریص او ایں امر خیر از نواب آصف الدولہ و وزیرش نواب سرفراز الدولہ مرزا حسن رضا خاں مرحوم کہ از عقیدت مندان ملا علی بودند بظہور پیوست"

ملا محمد علی فیض آبادی کی "ترغیب و تحریص" کے سلسلہ میں یہی مصنف رقم طراز ہے[۲]

"دریں اثنا رقدرۃ الافاضل و فخر الاماجد و الاماثل مقبول بارگاہ الہ ملا محمد علی کشمیری ملقب بہ پادشاہ طاب ثراہ کہ در علم فقہ علم اشتہار برافراختہ و در فیض آباد رحل اقامت انداختہ بود در رسالۂ دربیان فضیلت نماز جمعہ کہ از احادیث ماثورہ وغیر آں با دلہ شرعیہ واضح ست تالیف نمودہ و خطبہ آں را بنام نامی جناب نواب مرحوم (آصف الدولہ) مزین فرمودہ و در پنج باب مبوب گردانید و باب چہارم آں را متضمن اسامی

---

۱۔ نجوم السماء از مرزا محمد علی صد ۳۵۱ (مطبع جعفری لکھنؤ ۱۳۰۳ھ)

۲۔ نجوم السماء صفحہ ۳۴۷

سہ کس راکہ برطبق تحقیق شاں دریں بلاد قابلیت پیش نمازی داشتند
نوشتہ باب پنجم را متضمن التماس کہ بخدمت وزیر الممالک نواب
آصف الدولہ مرحوم کردہ و درآں رسالہ مندرج ساختہ مرسل نمودہ" ~

علامہ محمد علی فیض آبادی کے اس رسالہ کا خاطر خواہ اثر ہوا یہی مؤلف لکھتا ہے[1]
"سخن ملا علی در دل نواب مرحوم (آصف الدولہ) استقرار یافت دچناں
تصمیم فرمود کہ ہرگاہ اتفاق مراجعت جناب مولانا از وطن ببلدۂ لکھنؤ افتد
تکلیف گزاردن نماز جماعت بآں عالی جناب نماید افاد نواب جنت مکاں
التماس گزاردن نماز بجماعت فرمود و دریں باب مبالغہ از حد گزرانید

آصف الدولہ نے لکھنؤ میں دس لاکھ روپے کی لاگت سے ایک بڑا امام باڑہ تیار کرایا اور نجف اشرف میں دریائے فرات سے ایک نہر نکلوائی جس سے زوار کو پانی کی سہولت ہوئی آصفی دور کی سب سے اہم دریافت "درگاہ حضرت عباس" کا قیام ہے، ایک شخص فقیر امام نے ایک علم دریائے گومتی کے کنارے پوشیدہ دفن کر دیا اور مشہور یہ کیا کہ مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ حضرت عباس کے ہاتھ میں جو علم معرکۂ کربلا میں تھا وہ فلاں مقام پر دفن ہے تو اس کو نکال لے" چنانچہ اس کے بعد وہ چند آدمیوں کے ساتھ وہاں پہنچا تو علم نکلا رفتہ رفتہ اس بات کی شہرت ہوئی ضعیف الاعتقاد عوام منت مرادیں مانگنے لگے، اتفاق سے ایک روز نواب آصف الدولہ نے کسی خدمتگار سے خفا ہو گیا اور کہا کہ کل تیری ناک کٹوا دوں گا۔ وہ بھی بھاگا ہوا درگاہ عباس پر منت ماننے پہنچ گیا، آصف الدولہ

---

[1] نجوم السماء صفحہ ۳۴۹

کو دوسرے دن یاد بھی نہ رہا، کچھ دنوں کے بعد وہ مہربان ہو گیا ایک روز اس خادم نے باتوں باتوں میں نواب کو ناراضی کا واقعہ یاد دلاتے ہوئے کہا "بعنایت خدا و بہ تصدق علم جناب عباس علیہ السلام و تفضلات حضور ناک غلام کی بچ گئی" نواب آصف الدولہ نے علم کی کیفیت پوچھی، نواب آصف الدولہ نے نقیر کو بلا کر ایک ہزار روپیہ دیا نجم الغنی خاں لکھتے ہیں [1]

"نواب آصف الدولہ ہزار جان و دل سے شہدائے کربلا کے جاں نثار تھے اس علم کی زیارت کے لئے آنے لگے اور ایک گنبد اینٹوں کا وہاں تعمیر کرادیا۔ یہ گنبد اور بھی موجب ترقی ہوا۔"

نواب آصف الدولہ کے سریر آرائے حکومت ہونے کے بعد ان کے بھائی سعادت علی خاں (ف ۱۲۲۹ھ / ۱۸۱۴ء) روہیل کھنڈ کی صوبے داری سے معزول ہو کر بنارس پہنچے، سعادت علی خاں نے یہ منت کی کہ اگر آصف الدولہ کے بعد لکھنؤ کی حکومت مجھے مل گئی تو میں علم جناب عباس کی درگاہ کو رونق دوں گا۔ چنانچہ آصف الدولہ کے متبنّیٰ وزیر علی خاں کے علیحدہ ہونے کے بعد سعادت علی خاں نواب اودھ بنے اور ان کی دلی مراد بر آئی۔ نواب سعادت علی خاں نے درگاہ علم عباس کے گنبد خشتی کو طلائی کیا اور درگاہ کو وسعت دی اس میں دو درجے زنانے اور مردانے قائم کئے اور وہاں کی رونق بہت بڑھ گئی اس کے بعد غازی الدین حیدر نے بلند نقار خانہ بنوایا۔ نوبت اور گھڑیال رکھے گئے، اندرون درگاہ، دروازہ اور منبر چاندی کے بنائے گئے اور آرائش کا سامان

---

[1] درگاہ علم حضرت عباس کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ اودھ از نجم الغنی خاں جلد سوم صفحہ

رکھا گیا۔ نصیر الدین حیدر کے وقت میں ملکۂ زمانیہ نے درگاہ کا باورچی خانہ تعمیر کرایا[1] غرض اس قسم کی درگاہیں قائم کر کے عوام کے لئے عقیدت کے آستانے فراہم کئے گئے[2]

ہم نے اودھ کے پہلے چار حکمرانوں کے دور کا جائزہ لیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اثنا عشری مسلک کی اشاعت میں بھرپور کوشش کی آصف الدولہ کے زمانے میں اس مسلک کی سب سے زیادہ اشاعت ہوئی اس کے زمانے میں نظام حکومت تو بالکل ڈھیلا پڑ گیا۔ انگریزوں کی گرفت سخت سے سخت تر ہوگئی مگر اثنا عشری مسلک کی تنظیم کی بنیادیں خوب مضبوط ہوگئیں۔ ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی لکھتے ہیں[3]

---

[1] درگاہ علم حضرت عباس کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ اودھ از نجم الغنی خاں جلد سوم صفحہ ۳۰۳-۳۰۴

[2] ماہنامہ "عارف" لاہور ستمبر ۱۹۶۲ء میں "رضا کار لاہور" مجریہ ۱۶ر جولائی ۱۹۶۲ء سے ایک مضمون نقل ہوا ہے جس کا عنوان ہے "قافلۂ نبوت لاہور میں" مضمون نگار کا نام حکیم خادم مسلم ہے جنہوں نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کی صاحبزادی رقیہ زوجہ مسلم بن عقیل، عقیل کی پانچ بہنوں کے ہمراہ واقعہ کربلا (۶۱ھ) کے بعد ہندوستان آئیں اور لاہور میں "بیبیاں پاکدامناں" کی جو قبریں ہیں وہ ان ہی خواتین کی ہیں مضمون میں کشف و کرامات اور افسانے کے سوا کچھ نہیں ہے، تاریخ کا منہ چڑایا گیا ہے۔ حیرت تو ہمیں مدیر عارف، عبدالرحمن شوق مصنف تاریخ اسلام پر ہے کہ انہوں نے اپنے موقر جریدہ میں کیسے نقل کر دیا، پیر غلام دستگیر نامی (ف ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء) نے اس کی تردید فرمائی ہے ملاحظہ ہو تاریخ جلیلہ از پیر دستگیر نامی صفحہ ۱۳۲-۱۳۳ (لاہور ۱۹۶۱ء)

[3] لکھنؤ کا دبستان شاعری از ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی صفحہ ۲۰ (لاہور ۱۹۵۵ء)

" نواب وزیر اوران کے خاص محل کے ذاتی اثر نے اس عقیدے (امامیہ مسلک) کو لکھنوی تمدن کا ایک نمایاں عنصر بنا دیا۔"

اسی زمانے میں دہلی میں ذوالفقار الدولہ نجف خاں امیر الامرا (ف ۱۱۹۶ھ / ۱۷۸۲ء) شاہ عالم ثانی کی حکومت کے سیاہ و سپید کے مالک بنے ہوئے تھے ۱۷۷۱ء میں جب شاہ عالم ثانی دہلی آئے تو انگریزوں نے نجف خاں کو سپہ سالار فوج کی حیثیت سے بادشاہ کے ساتھ بھیجا امرا کی آپس کی کمزوری، نفاق اور دشمنی نے موقعہ دیا کہ وہ سب پر بازی لے گئے وہ اپنے عقائد میں نہایت متصلب اور متعصب تھے مرزا محمد علی مؤلف نجوم السما لکھتے ہیں[1]

" نواب نجف خاں مرحوم کہ سرآمد امرائے روزگار ازاں شیعان ائمہ اطہار بود"

شیخ غلام ہمدانی مصحفی لکھتے ہیں[2]

" در عہد شاہ عالم بادشاہ کہ بہ سبب بودن امیر الامراء ذوالفقار الدولہ بہادر در دہلی علوی اہل تشیع بیشتر بود"

ذوالفقار الدولہ نجف خاں امیر الامرا کا دس گیارہ سال تک دہلی میں استیلا اور غلبہ رہا ان کے زمانے میں ان کے مسلک کو بڑا فروغ اور سنیوں کو سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ مرزا مظہر جانجاں لکھتے ہیں[3]

---

[1] نجوم السما صہ ۳۵۳ [2] عقد ثریا از غلام ہمدانی مصحفی (مرتبہ مولوی عبدالحق) صہ ۵۵ (اورنگ آباد ۱۹۳۴ء) [3] کلمات طیبات (ملفوظات و مکتوبات مرزا مظہر جانجاں) مرتبہ ابو الخیر محمد بن احمد مراد آبادی صہ ۵۴ (مطبع مجتبائی، دہلی ۱۳۰۹ھ)

"حال مردم ایں شہر از روزیکہ نجف خاں، است از
شاہ تا گدا تباہ است"

اکابر صحابہ کرام مثل خلیفہ دوم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر حضرت منظہر جان جاناں جیسے شیخ کی موجودگی میں مرثیہ خواں تبرا کرتے تھے ملفوظات مظہری میں ہے[1]

"حضرت ایشاں در مرزا مظہر جان جاناں می فرمود کہ یک بار فقیر را
بر مجمع از مرثیہ خوانان شیعی اتفاق گذر افتاد ناگاہ یکے از آناں
بے ادبی در جناب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کشود چوں تاب
تحمل وطاقت ضبط آں نماند زمام اختیار از دست رفت"

اس زمانے میں دہلی میں محرم کی مجالس میں صحابہ کرام اور اولیائے عظام کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی پر تبرا ہوتا تھا[2] مرزا نجف خاں کے زمانے میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور ومعروف بزرگ اور اجل شیخ حضرت مرزا مظہر جان جاناں کی شہادت ہوئی حضرت مرزا نے اس دور میں شیعیت کے طوفان کو بڑی پامردی

---

[1] معمولات مظہریہ از مولوی نعیم اللہ بہرائچی صفحہ ۵۰ (مطبع نظامی کانپور، ۱۲۷۵ھ)

[2] اخبار رنگین از سعادت یار خاں رنگین (مرتبہ ڈاکٹر سید معین الحق) صفحہ ۲۰ (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، ۱۹۶۲ء) مرزا محمد رفیع سودا نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی ہجو کی ہے۔ قصیدہ کا مطلع ہے: گر دل جمع میں اگر جاکے میں غزل خوانی تو بلبلیں ہوں میرے چہچہے کی دیوانی تفصیل کے لئے دیکھئے "سودا" از شیخ چاند صفحہ ۲۵۵ (اورنگ آباد ۱۹۳۶ء)

سے رد کا تھا اور عقائد اہل سنت کی حکیمانہ انداز میں تبلیغ کی مرزا صاحب کے مکتوبات اس پر شاہد ہیں [۱] ذوالفقار الدولہ نجف خاں کے ایک لشکری فولاد خاں شیعہ [۲] نے مرزا صاحب کو شہید کیا ایک ہم عصر تذکرہ نگار لکھتا ہے [۳]

"در دورۂ نواب نجف خاں..... بہ سبب اختلاف مذہب از دست شخصے شیعہ بضرب طپانچہ رخصت شہادت یافت۔"

ایک قریب العصر مورخ مولوی عبدالقادر رام پوری لکھتے ہیں [۴]

"جناب مرزا کو نواب نجف خاں کے ایک نادان شیعہ لشکری نے رات کے وقت آ کر اور حضرت کو تنہا پا کر بندوق کی گولی مار دی اس شیعہ لشکری نے یہ کام مذہبی تعصب کی بنا پر کیا اس زخم نے مرزا مظہر جانجاناں کو ان کے بزرگوں کے پاس پہنچا دیا۔ کہتے ہیں کہ شاہ عالم نے اس سانحہ کو سن کر انگریز ڈاکٹر کو معالجہ کے لئے تجویز فرمایا اور نجف خاں کو تاکید کی کہ ان کے قاتل کو پکڑ کر قصاص کے لئے حضور میں پیش

---

[۱] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کلمات طیبات مرتبہ ابوالخیر محمد (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ) و مقامات مظہری مرتبہ شاہ غلام علی مجددی (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ) و معمولات مظہریہ مرتبہ مولوی نعیم اللہ بہرائچی (مطبع نظامی ۱۲۷۵ھ)

[۲] آب حیات از شمس العلماء محمد حسین آزاد صفحہ ۱۴۴ (شیخ مبارک علی لاہور)

[۳] طبقات سخن از مبتلا میرٹھی بحوالہ مرزا مظہر جانجاناں اور ان کا اردو کلام صفحہ ۹۲

[۴] علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد اول صفحہ ۲۲۹

کرے جناب مرزا نے اس حالت میں بادشاہ کو یہ مضمون لکھا۔
دست شیعہ کے زخم کا علاج عیسائی سے کرانا اپنے کی شکایت غیر سے
ہے جس کو میں اچھا نہیں سمجھتا اور فقیر کا قاتل اگر گرفتار ہو جائے تو اس
کو احقر ہی کے حوالے کر دیں تا کہ بطریق معافی خود قصاص لے لوں۔"
علی ابراہیم نے گلزار ابراہیم میں لکھا ہے [1]
"گویند بہ سبب تعصب مذہب منع تعزیہ سید الشہداء علیہ السلام
می نمود بدیں حمیت از دست یکے از ساکنان دہلی در سنہ یک ہزار
و یک صد و نود و چہار ہجری [2] کہ عمرش قریب صد بود کہ مقتول شد
علی لطف اس سلسلہ میں کچھ مزید گوہر افشانی فرماتے ہیں [3]
"کہتے ہیں کہ ہفتم روز عاشورہ کو لب بام پہ اپنے گھر میں سر راہ بیٹھے
تھے اور کوئی سردار روہیلوں کا بھی آیا تھا واسطے ان کی ملاقات کے
کہ ناگاہ گزر شدوں کا ان کے زیر بام سے ہوا اس روہیلے نے کھڑے ہو کر
سینہ زنی بھی کی اور موافق سلام سے ہوا اور میرزائے مذکور جس طرح
بیٹھے تھے اسی طرح بیٹھے رہے بلکہ تبسم ہو کر فرمانے لگے کہ بارہ سو برس
جس مقدمہ کو ہو چکے ہوں ہر سال اسے زیادہ کرنا کیا بدعت ہے اور

---

[1] علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد اول صہ ۲۲۹
[2] گلشن ہند از مرزا علی لطف (تحشیہ و تصحیح از شبلی نعمانی و مقدمہ از مولوی عبدالحق)
۲۱۶ (حیدر آباد دکن ۱۹۰۶ء)
[3] گلشن ہند صہ ۲۱۷ یہ تاریخ غلط ہے، محرم ۱۱۹۵ھ ۱۷۸۰ء کو یہ واقعہ ہوا۔

لکڑیوں کو سلام و تسلیم کرنا نہایت عقل کی خفت ہے یہ گفتگو بجنسہ
وہ لوگ جو کہ علم اور شدوں کے ساتھ تھے انہوں نے سنی اور تعصب
کی مرزائے مذکور کے امام باڑوں میں اور محفلوں میں دو تین شب
گفتگو رہی آخر شب شہادت کو کہ عبارت شب چہاردہم عاشورہ سے
ہے کوئی شخص ان کے دروازہ پر آیا اور ان کو باہر بلوایا جب باہر آئے
تو بے گفتگو ایک چوٹ طپنچے کی نذر کی اور کام ان کا پورا کر کے تلوہ
راہ اپنے گھر کی لی۔"

غرض نجف خاں کی امیر الامرائی میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں جیسے اجل
شیخ دن دھاڑے قتل ہو گئے جن کے ہزاروں مرید و معتقدین پاک و ہند میں پھیلے
ہوئے تھے خود دہلی میں ان کا بڑا اثر و قبول عام تھا اور پھر اس ظلم صریح کی داد نہ
فریاد۔ شاہ غلام علی دہلوی لکھتے ہیں[1]

"نجف خاں کہ بر قفائے او مرتکب ایں امر شہادت مرزا آں شدہ
بود ندو وے در اجرائے حد تغافل کرد عنقریب مرد و اتباع او
باہم مجادلات نمودہ رخت حیات بر بستند نشانے از آں
ظالماں پیدا نیست"

کسی نے کیا خوب کہا ہے[2]

---

[1] مقامات مظہری از شاہ غلام علی دہلوی صہ ۶۲ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ)
[2] معمولات مظہریہ از محمد نعیم اللہ بہرائچی صہ ۱۴۲ (مطبع نظامی کان پور ۱۲۷۵ھ)

نجف خاں نماند و نجف خانیش ۔ نہ افراسیاب و نہ ہمتا نیش
نہ لشکر بماند و نہ مرزا شفیع ۔ شود حاکم تو بفصل ربیع

خود شاہ عبدالعزیز اور ان کے خاندان کو نجف خاں کے زمانے میں شدائد
مصائب اختیار کرنے پڑے اس کا سبب شاہ صاحب کا شیعیت کے خلاف قلمی و
لسانی جہاد میں حصہ لینا تھا۔ شاہ صاحب کی جائداد اور املاک ضبط ہوئی اور
وہ شہر دہلی سے نکالے گئے مؤلف مناقب فخریہ کا بیان ہے[1]

"فرزندان شاہ ولی اللہ مغفور در انجہ متصدیان سلطانی را
حویلی علیحدہ ساختہ و حویلی را بالضبط آوردہ بودند"

امیر الروایات میں ہے[2]

(نجف خاں) نے شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ رفیع الدین کو
اپنے قلمرو سے نکال دیا تھا اور یہ ہر دو صاحبان مع زنانوں کے
شاہدرہ تک پیدل آئے تھے اس کے بعد مولانا فخرالدین صاحب کی

---

[1] مناقب فخریہ از غازی الدین خاں نظام صفحہ ۱۶ (مطبع احمدی دہلی ۱۳۱۵ھ)

[2] حکایات اولیا مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ ۴۴ (مطبوعہ لاہور ۱۹۵۶ء)
شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدین دہلوی کا دہلی سے نکالا جانا اور کسی تاریخی ماخذ یا ہم عصر
لٹریچر میں نظر سے نہیں گزرا۔ پھر دہلی سے لکھنؤ یا جونپور جانا کیا معنی رکھتا ہے وہاں بھی نوابان اودھ کی
حکومت تھی اگر جاتے تو روہیل کھنڈ (رام پور) وغیرہ جاتے اور پھر لکھنؤ یا جون پور کے اس
دور کے کسی شخص نے ان بزرگوں کی آمد کا ذکر نہیں کیا ہے۔

سبھی مستورات کو تو سواری مل گئی تھی اور وہ بعجلت روانہ ہو گئے
تھے مگر شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالعزیز صاحب کو سواری نہ ملی تھی
اور شاہ رفیع الدین صاحب پیدل لکھنؤ چلے گئے تھے اور شاہ عبدالعزیز
صاحب پیدل جون پور چلے گئے تھے کیونکہ ان دونوں بھائیوں کو نہ
سوار ہونے کا حکم تھا اور نہ ساتھ رہنے کا"

اگرچہ یہ روایت قدرے مبالغہ آمیز ہے مگر ضبطی جائداد کا واقعہ صحیح
ہے کیونکہ جائداد کے متعلق تحریری حوالہ ملتا ہے کہ شاہ عبدالعزیز دہلوی نے ۳۰
جون ۱۸۰۶ء کو ایک درخواست رزیڈنٹ دہلی کے توسط سے سیکرٹری، پولیٹیکل ڈپارٹمنٹ
کو دی تھی کہ دہلی میں ان کی جو جائداد ضبط ہو چکی ہے وہ واگزاشت کی جائے اس درخواست
کو قابل اعتنا سمجھا گیا چنانچہ کیفیت کے خانہ میں درج ہے۔

The Resident, Delhi forwards
Copy and letter from The Superinten-
dent of The Assigned Territory
and recommonds That The land in
Haveli Palam formerly owned by
Maulvi Shah Abdul Aziz be
restored to him.

شاہ عبدالعزیز دہلوی کی یہ درخواست منظور ہو گئی اور ۱۰ جولائی ۱۸۰۶ء
سیکرٹری پولیٹیکل ڈپارٹمنٹ کی طرف سے رزیڈنٹ کو اطلاع دی گئی کہ گورنمنٹ

شاہ عبدالعزیز کی جائداد واگزاشت ہونے کی تجویز منظور کرلی گئی تھی[1]

معلوم ہوتا ہے کہ جب، شاہ عبدالعزیز صاحب کو دہلی میں دوبارہ رہنے کی اجازت مل گئی تو وہ پرانی دہلی (کوچہ ابنیار) اور پھر حویلی خان دوراں خاں (کلاں محل) میں مقیم رہے چنانچہ پرانی دہلی کے قیام میں بھی شیعہ حضرات کی طرف سے ایذا رسانی کا سلسلہ جاری رہا[2] پھر مکانات واگزاشت ہو گئے ہوں گے اور صحرائی جائداد باقی رہ گئی ہو گی جو انگریزی حکومت کے قیام کے بعد واگزاشت ہوئی بہر حال ان شدائد و مصائب کے باوجود شاہ عبدالعزیز نے اپنے تبلیغی اور اصلاحی مشن کو جاری رکھا۔ ملفوظات عزیزی کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے فرمایا[3]

> "غازی الدین حیدر بلا منصب وجاگیر مجھے طلب کرے تو میں جانے کو تیار ہوں بشرطیکہ تعرض نہ کرے اور انشاء اللہ خلقت الٰہی کو بڑی ہدایت ہوگی اور میں اپنی تقریروں میں مناسب تبدیلی کر کے ان کو مفید بنا دوں گا اور نئے انداز کی تقریریں کرونگا

---

[1] جائداد اور اس کی واگزاشت ہونے کے متعلق ملاحظہ ہو "پریس لسٹ آف اولڈ ریکارڈس ان دی پنجاب سکرٹریٹ" جلد اول (دہلی رزیڈنسی اینڈ ایجنسی ۱۸۰۶ - ۱۸۵۷ء) (لاہور ۱۹۱۱ء)
ممکن ہے شاہ عبدالعزیز دہلوی کی یہ اصل درخواست لاہور کے ریکارڈ آفس میں موجود ہو۔

[2] ملاحظہ ہو ملفوظات شاہ عبدالعزیز (ترجمہ مفتی انتظام اللہ شہابی و مولوی محمد علی) صفحہ ۵۵، ۱۱۲، ۱۱۶ (پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز، کراچی ۱۹۶۰ء)

[3] ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۱۱۱

جو عوام میں مقبول ہوئیں اور لوگ فریفتہ ہوں گے۔"

اس زمانے میں شیعیت کے فروغ کے ساتھ "تفضیلیت"، کا بھی باقاعدہ پرچار ہوا بلکہ شیعیت کا پہلا زینہ تفضیلیت ہی ہے یہ لوگ حضرت علیؓ کو شیخین السیدین حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر من حیث الوجوہ فضیلت دیتے ہیں۔ پنجتن پاک اور چہاردہ معصوم کا عقیدہ رکھتے ہیں، ائمہ طاہرین کا دم بھرتے اور محرم میں عزاداری کرتے ہیں۔ متصوفین کے ذریعے تفضیلیت کی تبلیغ و اشاعت ہوئی ہے اکبر کے زمانے کے مشہور صوفی شیخ میر عبدالواحد بلگرامی (۱۰۱۷ھ/۱۶۰۸ء) نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف سبع سنابل کا پہلا سنبلہ (باب) تفضیلی عقائد اور مفضلہ سادات ہی کے رد میں لکھا ہے شاہ عبدالعزیز کے زمانے میں تفضیلی عقائد کی نشر و اشاعت میں حضرت شاہ فخر الدین دہلوی (ف ۱۱۹۹ھ/۱۷۸۴ء) نے سب سے زیادہ حصہ لیا وہ باقاعدہ شیعہ حضرات کو بیعت کرتے تھے امام باڑے جاتے، ایک روپیہ نذر کرتے اور پانی کی سبیل لگاتے بلکہ شیعہ لوگ ان کو شیعہ اور سنی ان کو سنی سمجھتے تھے[1] ایک مرتبہ شاہ عبدالعزیز نے شیعوں کے بیعت کرنے پر شاہ فخر صاحب پر اعتراض کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ شیعہ اس طرح (بیعت کرنے سے) سب و شتم اور تبرّا سے باز آجاتے ہیں[2] اگرچہ یہ بات کسی حد تک درست ہو لیکن شیعوں کے دوسرے معتقدات کی اشاعت بھی عام

---

[1] ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۱۲۱

[2] ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۹۰

سنیوں میں اسی اختلاط کی وجہ سے ہوئی اور عوام اہل سنت میں پنجتن پاک، آئمہ معصومین، چہاردہ معصومین، بارہ امام، امام ضامن، بی بی کی صحنک اور دوسرے شیعہ معتقدات و معمولات نے جڑ پکڑی اور پھر اس کا نقطۂ عروج مراسم محرم اور تعزیہ داری کی شکل میں ظاہر ہوا حضرت شاہ فخر دہلویؒ کے خلیفہ شاہ نیاز احمد بریلویؒ (ف ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۴ء) روہیل کھنڈ میں تفضیلی عقائد کے سب سے بڑے مبلغ ہیں ان کے افکار سمجھنے کے لئے صرف ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے [۱]

> "حضرت نیاز بے نیاز کا معمول تھا کہ دو پہر کو اندر مکان کے قیلولہ فرما کر قبل نماز ظہر خانقاہ میں برآمد ہوتے تھے لیکن ایک روز ایسا ہوا کہ آپ وقت معین پر خانقاہ میں تشریف نہیں لائے ظہر کا وقت گزر گیا اور عصر کا وقت قریب آگیا اس وقت خادمان و غلامان موجود خانقاہ اس خلاف معمول امر سے سخت پریشان ہوئے اور زنانہ مکان کی ڈیوڑھی پر حاضر ہو کر سبب عدم تشریف آوری کا دریافت کرنے لگے آپ نے فرمایا کہ میرے خانقاہ نہ آنے کا یہ باعث ہے کہ تم خانقاہ میں ایسی کتاب لائے ہو جس میں مولا علی کی شان میں طریق گستاخانہ

---

[۱] راز و نیاز (حالات و ملفوظات شاہ نیاز احمد بریلوی) مرتبہ نصیر الدین حسین صفحہ ۶۹ (نظامی پریس بدایوں سال طباعت ندارد)

کا استعمال کیا ہے اس کتاب کو ہماری خانقاہ سے باہر کرو جب
ہم خانقاہ میں آئیں گے یہ سن کر حاضرین میں سے ایک صاحب
نے معذرت کی کہ فی الحقیقت یہ خطا مجھ سے ہوئی ہے۔ آج
دوپہر کو میں ایک دوست سے کتاب تحفہ اثنا عشریہ پڑھنے
کے لئے خانقاہ میں لے آیا تھا اب فوراً کتاب واپس کرتا ہوں
غرض جب کتاب خانقاہ سے چلی گئی، جب حضرت خانقاہ
میں تشریف لائے کتاب تحفۂ اثنا عشریہ درحقیقت تصنیف
شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی ہے اگرچہ انہوں نے اس کو اپنے
ایک شاگرد کے نام سے شائع کیا۔"

اس کے بعد مؤلف راز و نیاز نصیر الدین صاحب نے حضرت شاہ
ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز کی مزید تخفیف، تنقیص بلکہ تبرا کیا ہے[1]
اسی کے قریب زمانے میں حضرت شاہ دلدار علی مذاق بدایونی (ف ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء)
مشہور تفضیلی بزرگ گذرے ہیں[2] انہوں نے روہیل کھنڈ میں سب سے پہلے
علی کرم اللہ وجہہ کا میلاد شریف "میلاد مصطفوی و مرتضوی" لکھا اور مروج کیا
اسی طرح حضرت علیؓ کا ایک سہرا لکھا جو اکثر شادی کے موقعہ پر گایا جاتا ہے اس

---

[1] راز و نیاز (حصہ اول) صفحہ ۶۹ — ۷۰

[2] شاہ دلدار علی مذاق کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرۃ الواصلین از رضی الدین
بدایونی صفحہ ۲۶۲ — ۲۶۴ (نظامی پریس بدایوں ۱۹۴۵ء)

سہرے کا پہلا شعر ہے ؎

علی نوشہ بنا سہرا بندھا مشکل کشائی کا
ملا خلوت نبی سے خلق کی حاجت روائی کا

اودھ میں تفضیلیت کی اشاعت تکیۂ کاکوری کے مشہور قلندریہ مشائخ کے ذریعہ ہوئی انہوں نے یہ صور اتنی بلند آہنگی سے پھونکا کہ جس کی صدائے بازگشت آج تک سنائی دیتی ہے۔ اضلاع سہارن پور، میرٹھ، مظفر نگر اور بلند شہر میں بھی تفضیلی عقائد تیزی سے پھیلے ان میں بعض تو شیعہ ہو گئے[۱] دیو بند میں تو (تمام شیخ عثمانی) تفضیلی تھے[۲] نانوتہ کے صدیقی شیخ زادگان میں شیخ تفضل حسین بن شیخ علی محمد شیعہ ہو گئے تھے[۳] شیعہ اور سنی حضرات میں آپس میں شادی بیاہ ہوتے تھے مولانا محمد قاسم نانوتوی لکھتے ہیں[۴]

"بخواہے کہ زاد و بوم احقر است شیعان و سنیاں چناں مخلوط اند کہ رشتہ و رابطہ قرابت طرفین را بطرفین محکم و مستحکم است"

دیو بند کے ایک عثمانی شیخ زادے شیخ احمد بن مولوی محمد وجیہہ الدین عثمانی نے تفضیلیت کے بعد شیعہ مسلک اختیار کیا اور اس کی تبلیغ کے لئے ایک کتاب انوار الہدیٰ

---

[۱] حکایات اولیاء صفحہ ۱۴۱

[۲] سوانح قاسمی جلد اول از مولانا مناظر احسن گیلانی صفحہ ۱۶

[۳] سوانح قاسمی جلد اول صفحہ ۶۲ - ۶۳

[۴] فیوض قاسمیہ از مولانا محمد قاسم نانوتوی صفحہ ۵ - ۶ (کتب خانہ اعزازیہ دیو بند بلا سال طباعت اردو)

لکھی اس کتاب کے آغاز میں وہ خود لکھتے ہیں[1]

"خاکسار ذرۂ بے مقدار شیخ احمد بن جناب مولانا مولوی محمد وجیہہ الدین صاحب عثمانی ساکن دیوبند ضلع سہارنپور مضاف صوبہ دارالخلافہ شاہجہان آباد خدمت ارباب تحقیق میں عرض کرتا ہے کہ سن شعور سے از روئے عقیدۂ آبائی یہ عاجز متمسک طریقہ اہل سنت و جماعت کا تھا اور اس مذہب کے حق ہونے پر نہایت درجہ غلو رکھتا تھا اور فرقہ شیعہ سے بالخصوص ایک قسم کی نفرت تھی مگر خارج از مذہب ایک یہ عقیدہ کہ جناب علی مرتضیٰ جمیع صحابہ سے افضل ہیں درحقیقت درثہ پدری میں پہنچا تھا اور اگرچہ متمسکان طریقہ امامیہ سے ایک کاوش تھی لیکن اس عقیدہ پر نہایت مستقل طور سے قائم تھا

اب اس عقیدہ کا نتیجہ کیا نکلا وہ ملاحظہ ہو[2]

"اب بالکل یقین اس بات کا ہوگیا کہ مذہب اہل سنت والجماعت کسی طرح مذہب حق نہیں ہے بلکہ مذہب امامیہ اثنا عشریہ برحق ہے اور معلوم ہوا کہ میاں جعفر زٹلی کا یہ قول صحیح ہے کہ "السنی متمسک مذہب ناحق بزور مجادلہ"

---

[1] انوار الہدیٰ از شیخ احمد بن مولوی وجیہہ الدین عثمانی صفحہ ۲ مطبع اثنا عشری دہلی ۱۳۰۹ھ

[2] انوار الہدیٰ صفحہ ۴

حضرت شاہ عبدالعزیز کے زمانے میں بعض مشہور مشائخ بھی اسی رنگ میں رنگے ہوتے تھے اور پر ہم نے حضرت فخرالدین دہلویؒ اور شاہ نیاز احمد بریلویؒ وغیرہ کا ذکر کیا ہے یہاں ہم ایک واقعہ مجالس رنگیں سے نقل کرتے ہیں جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ پیری مریدی کے ذریعہ سے بھی اثنا عشری مسلک کس خوبی سے پروان چڑھا سعادت یار خاں رنگیں لکھتے ہیں [1]

"سہارن پور کے قریب ایک اشرافوں کا شہر ہے اس کو منہاروں کا رام پور کہتے ہیں اس میں ایک جدی آدھے سنی آدھے شیعہ آباد ہیں مگر ہمیشہ ان سب میں باعث دین کے نزاع رہتی ہے پر ہر ایک اپنے مذہب سے دل شاد ہیں ہرگاہ فرقہ سنیوں کا کچھ لکھنؤ میں زیادتی شیعوں کی سنیوں پر سنتے ہیں تو باہم نہایت غم کرتے ہیں اور آزردہ ہوتے ہیں اور جب فرقہ شیعوں کا کچھ رام پور جو افغانوں کا ہے اس میں کچھ زیادتی سنیوں کی شیعوں پر سنتے ہیں تو باہم مل کر ماتم کر کے روتے ہیں۔ قصہ کوتاہ اب کی سال جو فرقہ شیعوں نے سنا کہ میاں صابر بخش پیرزادے نے امام باڑہ بنا کر تعزیہ داری اختیار کی اور پیر محمدی صاحب کو جو بڑے مشائخ سنیوں کے تھے انہوں نے محرم میں سر بازار بھس اڑا کر اور سینہ زنی اور ماتم کر کے اپنی ماتم داری اظہار

---

[1] اخبار رنگیں صفحہ ۱۷ تا ۱۸

کی تو انھوں نے کمال اس بات کی شادی کی کہ سبحان اللہ ایسے دو مشائخ زبردست گروہ سنیوں میں سے اس مذہب کو اچھا جان کر داخل ہو کر ظاہر ہوئے اور فرقہ سنی یہ سمجھ کر نہایت خوش ہوئے کہ الحمد للہ کہ جو چور ہم میں چھپے ہوئے لوگوں کو مرید کر کر گمراہ کرتے تھے ہم ان سے باہر ہوئے۔"

شاہ میر محمدی (ف سنہ ۱۲۱۱ھ) حضرت شاہ فخرالدین دہلوی کے خلیفہ ہیں[1] صابر بخش (ف ۱۲۳۷ھ / ۱۸۲۰ء) چشتی صابری سلسلہ کے دہلی کے مشہور بزرگ ہیں[2] حضرت شاہ فخرالدین دہلوی کے ایک مرید و خلیفہ مشہور شاعر مرزا قمرالدین منت (ف سنہ ۱۲۰۸ھ / ۱۷۹۳ء) تھے[3] انہوں نے کھلم کھلا شیعہ مسلک اختیار کر لیا قمرالدین منت کے متعلق مولوی عبدالقادر رام پوری لکھتے ہیں[4]

---

[1] میر محمدی بیدار کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو (۱) مقدمہ دیوان بیدار از جلیل احمد قدوائی صفحہ ۲-۱۴ (ہندوستانی اکیڈمی الٰہ آباد ۱۹۳۶ء) مجموعہ نغز از قدرت اللہ قاسم (مرتبہ پروفیسر محمود شیرانی صفحہ ۱۱۱-۱۱۸ (لاہور ۱۹۳۳ء)

[2] ملاحظہ ہو علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) صفحہ ۲۶۲-۲۶۴، آثار الصنادید صفحہ ۲۳-۲۴ (باب چہارم) (لکھنؤ ۱۸۷۶ء)

[3] قمرالدین منت کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو (۱) علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد دوم صفحہ ۲۰۰-۲۰۱ (۲) لکھنؤ کا دبستان شاعری از ابواللیث صدیقی صفحہ ۱۲۹-۱۳۲ (لاہور ۱۹۵۵ء) (۳) مجموعہ نغز جلد دوم صفحہ ۲۱۵ (۴) فخرالطالبین (ملفوظات شاہ فخرالدین دہلوی) مرتبہ نورالدین حسینی صفحہ ۱۹-۲۰ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۵ھ)

[4] علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد دوم صفحہ ۲۰۰-۲۰۱

"میر قمرالدین منت جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کے
عزیزوں میں سے ہیں اور یگانۂ آفاق جناب مولوی فخرالدین
اورنگ آبادی مولداً و دہلوی مرقداً طاب ثراہ کے مرید ہوئے
اور ایک عالم کے مرشد ہوگئے ... قمرالدین منت نے کچھ عرصہ کے
بعد لکھنؤ میں نواب حسن رضا خاں اور حیدر بیگ خاں کا تقرب
حاصل کرلیا اپنے کو اثنا عشری ظاہر کیا۔ اور اس راہ (مذہب
اہل سنت) سے پھر گیا حیدر بیگ خاں کی رفاقت میں کلکتہ
آیا اور مرگیا"

قمرالدین منت شاہ ولی اللہ کے پروردش یافتہ اور شاہ عبدالعزیز کے عزیز اور
شاگرد تھے[1] شاہ صاحب نے اصول حدیث کی مشہور کتاب عجالۂ نافعہ ان ہی
کے لئے قلم بند فرمائی[2]

تعزیہ داری اور مرثیہ خوانی وغیرہ کے زور شور کو دیکھ کر شاہ غلام علی
مجددی (ف ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء) اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں[3]

"درویشاں ایں شہر اسمارمی خوانند و تعویذ ہا می نویسند برائے
تسخیر و رجوع خلق و تفضیل جناب امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ

---

[1] قمرالدین منت کے شیعہ ہونے کا اشارہ ملفوظات عزیزی میں بھی ملتا ہے ملاحظہ ہو ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۹۳

[2] عجالۂ نافعہ از شاہ عبدالعزیز دہلوی صفحہ ۲ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۴۸ھ)

[3] مکاتیب شریفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی مرتبہ رؤف احمد مجددی صفحہ ۱۶۱ (لاہور ۱۳۷۱ھ)

بر خلفاء ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم می نمایند و تعزیہ ہا می سازند و مرثیہ ہا می شنوند و امری کنند بایں دو کار و شنیدن طنبور و سارنگی و بدعتہا طریقہ دارند

ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں[1]

"تعزیہ ساختن و مرثیہ خواندن و تصویر پیش خود داشتن و تراشیدہ نام قدم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم برآں نہادہ خلق را سنگ پرست ساختن و تصرریش کردن، و نماز ترک نمودہ و جلسہ و طمانیت ضائع نمودن ولہو ہا و مرغ جنگا نیدن و نغمۂ تار طنبور و اعمال جوگیاں و انواع اذکار کہ از قدما مروی نیست معمول داشتن طریقۂ صحابہ نیست"

ایک اور خط میں لکھتے ہیں[2]

"شنیدن تار و نغمہ و تعزیہ ہا و مرثیہ ہا و صور تصاویر... معاذ اللہ اکابر چشتیہ و قادریہ رحمۃ اللہ علیہم ما مریداں را بایں بدعتہا نفرمودہ اند"

یہ حضرات بعض اوقات امام مسجد اور پیش نماز بن کر بھی جمہور اہل سنت کی مساجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے اور اس طرح اپنے مسلک کی تبلیغ

---

[1] ایضاً صفحہ ۱۵۹

[2] ایضاً صفحہ ۱۴۹

کرتے رہے ہیں۔ ایک مشہور شیعہ مشنری لقار علی حیدری بدایونی رف ۱۹۶۴ء اپنی خود نوشت حالات میں لکھتے ہیں [1]

"رنگون کی مجالس کے سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پہلے دن چاندو صاحب (مہتمم مجالس) نے فرمایا کہ بنگالی مسجد کے امام چاہتے ہیں کہ آپ کی تقریر سے قبل کچھ بیان کریں میں نے منظور تو کر لیا لیکن یہ اندیشہ ہوا کہ اگر انہوں نے کچھ ہمارے عقیدے (شیعی مسلک) کے خلاف بیان کیا تو مجبوراً جواب دینا پڑے گا بہر حال وہ جناب مجلس میں تشریف لائے ان کا حلیہ یہ تھا۔ بہت لانبی داڑھی، عبا و قبا و جبہ دستار سے مزین، لانبا عصا، ہاتھ میں متعدد رنگ برنگ کی تسبیحیں گلے میں ڈالے، لوگ تعظیم کو کھڑے ہوئے میں نے بھی تعظیم کی، دعا دی، چند منٹ کے بعد منبر پر تشریف لے گئے پہلے ایک فارسی قصیدہ حضرت امیر المومنین کی شان میں شمس تبریز یا کسی دوسرے نامی صوفی کا پڑھا پھر چند منٹ کچھ فضائل اہل بیت اور خاتمہ پر جناب علی اصغر کی شہادت بیان کی۔ تقریر کے بعد کہنے لگے میں تقریر کرنے نہیں آیا تھا صرف حیدری صاحب کا بیان سننے آیا ہوں، وہ منبر سے اترے اور میں نے ایک گھنٹے کے قریب فضائل و مصائب حضرات اہل بیت اطہار بیان کئے، لوگ

---

[1] سرگزشت از لقار علی حیدری صد ۳۶-۳۷ (کراچی ۱۹۶۳ء)

بے حد متاثر ہوئے، ختم تقریر کے بعد مجھ سے گلے ملے اور میرے
کان میں کہا "نجم الحسن[1] سے کہہ دینا کہ علی حسین ملا تھا" جب میں
نے لکھنؤ پہنچ کر قبلہ وکعبہ سے یہ سارا واقعہ بیان کیا بے ساختہ
کھل کھلا کر ہنس پڑے اور فرمایا یہ مفتی صاحب اعلی اللہ مقامہ
کے شاگرد ہیں۔"

اُس دور میں جو غیر مسلم داخل اسلام ہوتے تھے وہ اثنا عشری —
— مسلک کے متبع نظر آتے ہیں اس سلسلہ میں محمد حسین قتیل فرید آبادی
(ف ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء) اور مکندرام فدوی لاہوری کی مثالیں موجود ہیں کہ یہ دونوں نومسلم
عقیدتاً شیعہ تھے اور اس مسلک کا اس قدر غلبہ تھا کہ ہندو مصنفین بھی حمد و
نعت کے بعد منقبت علیؑ یا ائمہ اظہار لکھنی ضرور سمجھتے تھے، وقائع عالم شاہی
کا مؤلف کنور پریم کشور فراقی لکھتا ہے[2]

"صلوات بے غایات و نیاز بے نہایات بر ابن عم و وصی عظام
کہ مظہر العجائب واسد اللہ الغالب و صاحب ذوالفقار و
قسیم الجنۃ والنار است"

دیا شنکر نسیم مثنوی گلزار نسیم میں لکھتے ہیں

---

[1] نجم الحسن مشہور مجتہد مہتمم مدرسۃ الواعظین لکھنؤ
[2] وقائع عالم شاہی از کنور پریم کشور فراقی مرتبہ امتیاز علی خاں عرشی صفحہ ۲
(رام پور ۱۹۴۹ء)

پانچ انگلیوں میں یہ حرف زن ہے
یعنی کہ مطیع پنجتن ہے

راجا رتن سنگھ زخمی (ف ۱۲۷۶ھ) ایک "قصیدہ ہفت بند" حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں (۱۲۵۴ھ / ۱۸۳۸ء) میں لکھا ہے اس کے آخری بند کے تین شعر درج ذیل ہیں[1]

تاب دردِ غم ندارد بیش ازیں زخمی دگر
زود رحمے کن بحالش اے شہ والا مقام
تا بکے ایں دردِ غربت تا کے ایں رنجِ سفر
در بریلی باز کے بینم دل خود را بکام
بر تو شاہا صد سلام و بر تو شاہا صد درود
زخمی غم دیدہ را بہر خدا دریاب زود[2]

اس دور میں امارت و وزارت، جاگیرداری و منصب داری کے عہدوں پر شیعہ حضرات فائز تھے اور رفاہ معیشت بھی ان کو حاصل تھی اسی لئے فریقین اہل سنت و اہل تشیع میں مناکحت و مصاہرت کے رشتے بھی ہوتے تھے اور اس طرح بھی ان کے مسلک کی اشاعت ہوتی تھی قاضی ثناء اللہ پانی پتی (ف ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء) اپنے وصیت نامہ میں ان امور کی طرف خاص طور سے نشان دہی کرتے

---

[1] قصیدہ ہفت بند حضرت علی کرم اللہ وجہہ کیلئے دیکھیے معنف علی گڑھ بابت ماہ اپریل ۱۹۴۶ء
[2] بعض حضرات کا خیال ہے کہ مزاقی اور زخمی مسلمان ہو گئے تھے اگر ایسا ہے تو وہ ندوی ادقبیل کیئے معذور ہونگے

ہوئے فرماتے ہیں[1]

" از جملہ تقدیم مصلحت دینی بر مصلحت دنیوی آنست کہ
درمناکحت دینداری کا منظور دار دچوں دریں زمانہ دریں
شہر مذہب روافض بسیار شیوع یافتہ است و شرفا بیشتر
بر علو نسب یا رفاہ معیشت نظر می دارند اول رعایت دیں باید
کرد دختر بجے رافضی یا متہم برفض اگرچہ صاحب دولت عالی
نسب باشد نباید داد روز قیامت سوائے دین و تقوی ہیچ بکار
نخواہد آمد و نسب را نخواہند پرسید"

قاضی صاحب اپنی معرکۃ الآرا تصنیف السیف المسلول کے آغاز میں "مذہب
روافض بسیار شیوع یافتہ است" کی تشریح اس طرح کرتے ہیں[2]

" روافض خصوصاً اثنا عشریہ و زیدیہ ...... دریں وقت
دریں دیار مذہب اثنا عشریہ ظہورے پیدا کردہ و لبسب جہل و
حمق اکثر اہل زماں خصوص بعض از اہل بلدہ پانی پت کہ آبا و
اجداد شاں اہل سنت و ایمان بودند گمراہ شدند فقیر خواست
کہ کتاب بعبارت فارسی آسان در رد روافض نویسد تا ہر عامی
از آں نفع گیرد و شاید کہ کسے براہ ہدایت آید و اجر و ثواب

---

[1] مجموعہ وصایا اربعہ مرتبہ محمد ایوب قادری صفحہ ۹۰-۸۹ (شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد سندھ ۱۹۶۴ء)
[2] السیف المسلول از قاضی ثناء اللہ پانی پتی ص ۲ (مطبع احمدی دہلی ۱۲۶۸ھ)

برانستم عاید گردد"

قاضی صاحب نے عبدالرحیم شیعی ملتانی کے رد میں ایک اور رسالہ "شہاب ثاقب لرد الروافض الشیاطین الماردین" تصنیف کیا جو مطبع محمدی دہلی میں طبع ہو چکا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شیعیت و تفضیلیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو اس دور میں اکابر مشائخ نقشبندیہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ، حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ، حضرت شاہ غلام علی نقشبندیؒ، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ وغیرہم نے بڑی پامردی اور ہمت سے روکا اور ان حضرات کے بعد سب سے زیادہ کوشش اس سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے کی نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ یہ سیلاب بڑھتے بڑھتے خود ان کے خاندان میں داخل ہو چکا تھا[1] ان کے شاگرد اور رشتہ دار قمرالدین منت شیعہ ہو چکے تھے ان حالات میں شاہ عبدالعزیز نے قلمی جہاد فرمایا۔ اس سلسلہ میں ان کے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی دو معرکۃ الآرا تصانیف ازالۃ الخفاء اور قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین نے مشعل راہ کا کام دیا ہوگا۔ شاہ عبدالعزیز نے اپنے والد کے مشن کو جاری رکھا اور "ہر چہ پدر تمام نہ کند پسر تمام کند" کے مقولہ کو ثابت کر دکھایا۔

اس سلسلہ میں شاہ عبدالعزیز کی سب سے معرکتہ الآرا تصنیف

---

[1] ملفوظات شاہ عبدالعزیز صد ۹۲

تحفہ اثنا عشریہ" ہے جو اپنے موضوع پر نہایت مدلل، مفصل، متوازن اور واضح کتاب ہے۔ علمائے محققین اس کی تعریف میں رطب اللسان اور علمائے مخالفین اس کے دلائل و براہین کے سامنے عاجز ہیں شاہ صاحب کا انداز بیان نہایت حکیمانہ اور متاثر کن ہے۔ کلامی مباحث کو دل نشین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ رشتہ اعتدال کو کہیں ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہے۔ حوالے نہایت ذمہ داری اور احتیاط سے نقل کئے گئے ہیں۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں [۱]

دریں رسالہ آنچہ از کتب معتبر شیعہ منقول است احتمال افتراء و بہتان را در آں گنجائش نہ ہد زیرا کہ کتب منقول عنہا از مشاہیر کتب شیعہ و معتبرات ایشاں اند باید کہ بے دماغی نفرماید و نقل را با اصل مطابقت دہد و از اں نتر سد کہ اگر صحت نقل ظاہر شود تقبل آں لازم گردد۔"

تحفہ اثنا عشریہ کے سبب تالیف کے متعلق خود شاہ صاحب لکھتے ہیں [۲]

"غرض از تسوید ایں رسالہ و تحریر ایں مقالہ آں است کہ دریں بلاد کہ ما ساکن آنیم و دریں زماں کہ ما در آنیم رواج مذہب اثنا عشریہ و شیوع آں بحدے اتفاق افتادہ کہ کم خانہ باشد

---

[۱] تحفہ اثنا عشریہ از شاہ عبدالعزیز صفحہ ۳

[۲] تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲ (تحفہ المطابع دہلی ۱۲۶۹ھ)

کہ یک دو کس ازاں خانہ باں مذہب متمذہب نباشند و راغب بایں عقیدہ نشوند لیکن اکثرے از حلیہ علم تاریخ و اخبار خود عاطل و از احوال اصول و اسلاف خود بے خبر و غافل می باشند و ہرگاہ در محافل و مجالس با اہل سنت و جماعت گفتگو می نمایند کج مج می گویند و ششتر گربہ می آرند جستہ للہ تعالیٰ، بتحریر ایں رسالہ پرداختہ شد تا در وقت مناظرہ از جادہ خود بیروں نروند و اصول خود را منکر نشوند و در بعضے از امور واقعی شک و تردد را راہ ندہند و دریں رسالہ التزام کردہ شد کہ در نقل مذہب شیعہ و بیان اصول ایشاں و الزاماتے کہ عاید بایشاں می شود غیراز کتب معتبرہ ایشاں منقول عنہ نباشد۔"

تحفہ کو بارہ اماموں کی نسبت سے مندرجہ ذیل بارہ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

باب اول، در کیفیت حدوث مذہب تشیع و انشعاب آں بفرق مختلفہ
باب دوم، در مکائد شیعہ و طرق اضلال و تلبیس
باب سوم، در ذکر اسلاف شیعہ علماء و کتب ایشاں
باب چہارم، در احوال اخبار شیعہ و ذکر رواۃ اینہا
باب پنجم، در الہٰیات
باب ششم، در نبوات
باب ہفتم، در امامت

باب ہشتم ، در معاد
باب نہم ، در مسائل فقہیہ
باب دہم ، در مطاعن خلفاء ثلثہ وام المومنین و دیگر صحابہ
باب یازدہم ، در خواص مذہب شیعہ ، اوہام ، تعصبات ، ہفوات
باب دوازدہم ، در تولا و تبرا

شاہ صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ بارھویں صدی کے گذرنے کے بعد لکھا ہے خود فرماتے ہیں[1]

" بعد از انقضاء قرن ثانی عشر از ہجرت خیر البشر علیہ التحیہ و السلام صورت تالیف پذیرفتہ وجلوۂ ظہور گرفتہ "

خاتمہ کتاب میں لکھتے ہیں[2]

" ایں نسخہ عجیبہ کہ مسمیٰ بہ تحفہ اثنا عشریہ است بعد از گزشتن دوازدہ قرن صدی از ہجرت حضرت خیر الانام علیہ وعلیٰ اہل بیتہ واصحابہ التحیہ والسلام سمت تحریر یافت ، نقش اختتام پذیرفت "

تحفہ اثنا عشریہ ۱۲۰۴ھ / ۹۰-۱۷۸۹ء میں تالیف ہوا کسی نے تاریخ تالیف کہی ہے[3]

تحفہ را ایک فن مداں کہ درد     سوئے ہر معرفت سراغ آمد

---

[1،2] تحفہ اثنا عشریہ صہ ۲، ۷۰۱
[3] ملفوظات عزیزی صہ ۷۰

سوئے الفاظ معانی اش بنگر | ہست دریا کہ دراباغ آمد
بسکہ نور ہدایت است دلیقین | سال تصنیف "ازچراغ" آمد

۱۲۰۴ھ

تحفہ اثنا عشریہ کے رد میں شاہ صاحب کے ایک معاصر حکیم مرزا محمد المتخلص بہ کامل دہلوی (ف ۱۲۳۵ھ ۲۰-۱۸۱۹ء) نے سب سے پہلے قلم اٹھایا اور انہوں نے تحفہ اثنا عشریہ کی تالیف کے دو سال بعد ایک کتاب نزہت اثنا عشریہ ۱۲۰۶ھ ۹۲-۱۷۹۱ء میں تالیف کی [1] تحفہ اثنا عشریہ ذوالفقار الدولہ مرزا نجف خاں امیر الامراء کے مرنے کے بعد لکھا گیا۔ مرزا کا انتقال ۶ر اپریل ۱۱۹۶ھ ۱۷۸۲ء میں ہوا ہے

مرزا نجف خاں کے مرنے کے بعد دہلی کی سیاست پر مرزا نجف خاں کی بہن خدیجہ سلطان بیگم، اور اس کی پارٹی کے چار ممتاز رکن افراسیاب، مرزا شفیع، نجف قلی خاں اور محمد بیگ ہمدانی پوری طرح اثر انداز رہے۔ اول الذکر افراسیاب اور مرزا شفیع نجف خاں کے پروردے اور متبنّی تھے اور مرزا نجف خاں کے مرنے کے بعد یہی دونوں امیر الامرائی کے منصب پر قابض ہوئے تھے ان دونوں کے خاتمہ کے بعد مہاداجی سندھیا اور غلام قادر روہیلہ کا عمل دخل ہوا

---

[1] نجوم السماء کی تالیف ۱۲۸۶ھ میں ہوئی ہے اور اس وقت وہ لکھتا ہے کہ نزہت اثنا عشریہ کی تالیف کو اسی سال ہو گئے (ملاحظہ ہو نجوم السماء صفحہ ۳۵۹)

[2-3] اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو فال آف دی مغل ایمپائر جلد سوم صفحہ ۱۶۴- ۱۹۷ (کلکتہ ۱۹۵۲ء)

مگراس وقت بھی شیعہ امرا زین العابدین (برادر مرزا نجف خاں) نجف قلی خاں، محمد بیگ ہمدانی اور اسماعیل بیگ ملکی سیاست پر بری طرح چھائے ہوئے[1] تھے ان لوگوں کے اقتدار، تشیع کے عام غلبہ اور اودھ کے نواب وزیر کے سیاسی اثر و استیلا کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عبدالعزیز نے تحفہ اثناعشریہ میں بحیثیت مصنف اپنا نام لکھنا مناسب نہ سمجھا اور انہوں نے مصنف کی حیثیت سے اپنا غیر معروف (تاریخی) نام "غلام حلیم بن شیخ قطب الدین احمد"[2] لکھا ہے تحفہ اثنا عشریہ نے شیعیت اور تفضیلیت کے بڑھتے ہوئے اثرات کو روکنے میں بہت کام کیا۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں[3]

"غرض کہ منظور رد ایں مذہب بود کہ مردم بدیدن ایں کتاب دراں اعتقاد سست شوند یا ترک نمایند الحمدللہ کہ ایں معنی حاصل شد ... منظور فقیر ازیں مقدمات سلوک ایں طریق جدید بر اذہان اولی الالباب وطالبان راہ صواب بود الحمدللہ کہ حاصل شد۔"

---

[1] اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو فال آف دی مغل ایمپائر جلد سوم صہ ۱۶۴-۱۹۷ (کلکتہ ۱۹۵۲ء)

[2] شاہ عبدالعزیز کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی کا نام قطب الدین احمد بھی تھا

[3] فتاوائے عزیزی جلد اول (بہ تصحیح مولوی محمد احسن نانوتوی) صہ ۱۳۱ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۴۱ھ)

مرزا محمد علی مؤلف نجوم السماء لکھتے ہیں[1]

"چوں فاضل عزیز تحفہ خود را ..... ظاہر نمود، ضلالت شیوع گرفت و مردم جہاں ناحق بیں بطرف آں گردیدند"

تحفہ اثنا عشریہ کے متعلق سرسید احمد خاں (ف ۱۸۹۸ء) لکھتے ہیں[2]

"اوائل حال میں فرقہ اثنا عشریہ نے شورش کو بلند کیا اور باعث تفرقہ خاطر جہاں اہل تسنن کے ہوئے حضرت (شاہ عبدالعزیز) نے بسبب التماس طالبین کمال کے کتاب تحفہ اثنا عشریہ کہ غایت شہرت محتاج بیان نہیں بدل توجہ قلیل بصرف اوقات وجیزہ باین کثرت ضخامت تصنیف کی کہ وقت عبارت اس کتاب کی اس طرح سے زبانی ارشاد کرتے جاتے تھے کہ گویا از بر یاد ہے اور حوالہ کتب شیعہ کے جن کو علمائے فرقہ مذکور نے شاید بجز نام کے سنا نہ ہوگا، باعتماد حافظہ بیان ہوتے جاتے تھے اور اس پر متانت عبارت اور لطائف و ظرائف جیسے ہیں ناظرین پر ہویدا ہے"

سرسید احمد خاں نے ۱۸۴۴ء میں تحفہ اثنا عشریہ کے دسویں اور بارھویں باب کا اردو ترجمہ "تحفہ حسن" کے نام سے شائع کیا[3] یہ دونوں باب خلفائے

---

[1] نجوم السماء صہ ۳۵۳ [2] تذکرہ اہل دہلی (آثار الصنادید باب چہارم از سرسید احمد خاں) مرتبہ احمد میاں اختر جوناگڑھی، صہ ۵۲-۵۴ (انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی ۱۹۵۵ء) [3] سیرت فریدیہ از سرسید احمد خاں (مرتبہ حکیم محمود احمد برکاتی) صہ ۱۰ (پاک اکیڈمی، کراچی ۱۹۶۴ء)

ثلثہ، ام المومنین اور صحابہؓ کے مطاعن کے جواب اور تولا و تبرا کے بیان میں ہیں، سرسید نے یہ ترجمہ اپنے استاد مولوی نور الحسن صاحب کی مدد سے کیا تھا چنانچہ سید صاحب خود اسی میں لکھتے ہیں "مجھ میں ایسی قابلیت نہ تھی کہ جو میں اس کتاب کا ترجمہ کر سکتا لیکن استاذی مولوی نور الحسن کاندھلوی کی مدد سے یہ کام انجام کو پہنچا"[1] یہ تحفہ اثنا عشریہ کا (جزوی طور سے) پہلا اردو ترجمہ ہے جو سرسید احمد خاں کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ جنگ آزادی سے دس بارہ سال پہلے بھی اس مسلک کا اس قدر زور تھا کہ سرسید احمد خاں جیسے معتدل مصلح نے بھی اس موضوع پر کتاب لکھنی ضروری سمجھی۔ حالانکہ جب علامہ شبلی نے "الفاروق" کی تالیف شروع کی تو سرسید احمد خاں کو خیال ہوا کہ کہیں شیعہ و سنی بحث پھر شروع نہ ہو جائے۔

تحفہ اثنا عشریہ کے متعلق شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں [2]

"تحفہ اثنا عشریہ فی الحقیقت ایک عہد آفریں کتاب ہے اور شاہ عبد العزیز نے اس کی تالیف میں بے حد محنت اور جاں فشانی

---

[1] سرسید کا علمی کارنامہ از قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی صفحہ ۳۵ (ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی سنہ ۱۹۶۴ء)

[2] رود کوثر از شیخ محمد اکرام صفحہ ۵۷۱-۵۷۲ (لاہور سنہ ۱۹۵۸ء)

سے کام لیا اس سے پہلے مختلف شیعہ سنی مسائل پر کتابیں تصنیف ہوئیں خود شاہ ولی اللہ صاحب نے قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، ازالۃ الخلفاء اور بعض رسائل میں ان مسائل سے بحث کی تھی لیکن ایسی جامع ومانع کتاب کوئی نہ تھی فی الحقیقت تحفہ اثنا عشریہ شیعہ سنی مسائل کا ایک انسائیکلو پیڈیا ہے کتاب کا مطبوع نول کشوری ایڈیشن بڑی تقطیع کے ساڑھے چھ سو صفحوں پر محیط ہے لیکن چونکہ بیان میں بڑے ایجاز واختصار سے کام لیا گیا ہے اس لئے مطالب و معانی اور دلائل وحوالے بے شمار آگئے ہیں کتاب کے جامع ومانع ہونے کے علاوہ اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ روایات و بیانات کے      کے بیان میں فقط مستند اور معتبر شیعہ کتب پر انحصار کیا گیا ہے اور تواریخ وتفسیر میں سے فقط ان ہی چیزوں کو چنا ہے جن پر شیعہ سنی دونوں فریق متفق ہیں کتاب کی زبان اور طرز بیان بھی متین اور مہذبانہ ہے۔"

علمائے شیعہ نے تحفہ کے رد میں پوری کوشش کی ہے مگر اس کے ساتھ ہی شاہ عبدالعزیز کے علمی وقار و مرتبہ کو بھی مجروح کرنے کی مذموم سعی کی ہے کبھی تو یہ الزام تراشا کہ اس کی تصنیف میں دوسرے علماء بھی شریک رہے ہیں اور اس بات کو شہرت دی کہ یہ کتاب مسروقہ ہے اور خواجہ نصر اللہ کابلی کی "صواعق موبقہ" کا فارسی ترجمہ ہے[1] لکھنؤ میں یہ اعتراض بڑی شد ومد سے کیا گیا چنانچہ شاہ

---

[1] نجوم السماء صفحہ ۳۵۳ - ۳۵۸

صاحب نے اپنے تلمیذ رشید مرزا حسن علی محدث لکھنوی (ف ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء) کے ایک استفسار کے جواب میں ایک طویل مکتوب ارقام فرمایا ہے جس سے نہ صرف یہ بے بنیاد اعتراض رفع ہو جاتا ہے بلکہ تحفہ اثنا عشریہ کے ماخذ اور اس کی ترتیب پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں [1]

"در وقت تصنیف تحفہ اثنا عشریہ از کتاب ہائے اہل سنت کہ در رد مذہب شیعہ و کتب شیعہ کہ در رد مذہب اہل سنت تالیف شدہ سہ قسم بہم رسیدہ بود قسم اول در مجادلہ ایں مسئلہ خاص یعنی اثبات خلافت خلفائے ثلثہ و رد آں مثل نواقض الروافض و مرافض الروافض و صواعق محرقہ و شرح تجرید از طرف اہل سنت و مصائب النواصب و رد شبہات الاعور و اظہار الحق و سفینۃ النجات از طرف شیعہ قسم دوم آں کتاب ہا است کہ در مسئلہ امامت و شروط آں و مواقع آں بہ تفصیل تصنیف شدہ مثل بحث امامت در شرح مقاصد و شرح مواقف و طوالع الانوار و اربعین از طرف اہل سنت و تصانیف علامہ حلی و مقداد و حدائق مولقہ و رد صواعق محرقہ و مقداد از طرف شیعہ قسم سوم آں است کہ تمام مذہب شیعہ را ہم در الہیات و ہم در معاد و ہم در امامت و ہم در روایت احادیث و ہم در اصول رد

---

[1] فتاویٰ عزیزی جلد اول صفحہ ۱۲۹-۱۳۱

کردہ اند مثل ابطال الباطل وصواعق موبقۂ تالیف نصر اللہ کابلی از طرف اہل سنت ومنہج الحق علامہ حلی واحقاق الحق نیز ہمیں ترتیب دارد وابطال الباطل نیز ہمیں ترتیب دارد لیکن ترتیب صواعق بسیار مختصر وخوش نما بہ نظر آمد ہماں را اختیار کردہ شد مگر مبحث تولا وتبرا درآں نبود وشرح حدیث الثقلین نیز درآں نبود ومسئلہ انکار نبوت والحاد کہ لازم مذہب شیعہ است بشرح وبسط نیز درآں نبود ایں ابواب افزودہ شد وباب مطاعن وجواب آں اصلا درآں کتاب مذکور نیست ونیز در صواعق اکتفا بر دلائل کلامیہ نمودہ در روایات از کتب امامیہ کوشیدہ شد پس ایں کتاب را ترجمۂ آں گفتن محض نظر بظاہر ترتیب آں می تواند شد مانند آں کہ مواقف را از طوالع ومسلم را از مختصر مختصر الاصول ابن حاجب ماخوذ دانند حالا فرق واضح شد پس فی الحقیقت ایں را ترجمہ قرار دادن کہ دور از عقل وادراک است در ہر دو کتاب نظر تامل بکار بردہ شود تا ایں خیال بالکلیہ زائل گردد"

تحفہ اثنا عشریہ متعدد مطابع میں چھپتا رہا ہے اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے پہلا اردو ترجمہ مولوی عبدالمجید خاں پلی بھیتی نے کیا تھا جو ہدیۂ مجیدیہ کے نام سے شائع ہوا تھا۔ حال میں کارخانہ تجارت کتب (کراچی) نے

بھی اردو ترجمہ شائع کیا ہے ترجمہ کے فرائض مولوی سعد حسن خاں یوسفی نے انجام دیئے ہیں۔ تحفہ اثنا عشریہ کا عربی ترجمہ مولوی اسلمی مدراسی (ف ۱۲۷۲ھ) نے کیا کہا جاتا ہے کہ نواب علی محمد خاں والاجاہ کے صاحبزادے نے یہ عربی ترجمہ عرب بھیجا تھا۔ مولانا اسلمی کے عربی ترجمہ کی تلخیص مصر سے شائع ہو چکی ہے۔

اب ہم شیعہ علماء کی ان کوششوں کا جائزہ لیتے ہیں جو انہوں نے تحفہ اثنا عشریہ کے رد کے سلسلہ میں صرف کی ہیں اس ضمن میں حکیم مرزا محمد المتخلص بہ کامل دہلوی (ف ۱۲۳۵ھ) کا نام سرفہرست ہے وہ اپنے دور کے نامور فاضل اور طبیب تھے اور بقول مؤلف نجوم السماء تحفہ کی تالیف[1] سے پہلے حکیم صاحب اور شاہ عبدالعزیز کے درمیان آپس میں ملاقات کا سلسلہ جاری تھا۔ انہوں نے سب سے پہلے ۱۲۰۶ھ / ۱۷۹۱-۲ء میں نزہت اثنا عشریہ کتاب تالیف کی مؤلف نجوم السماء نے نزہت اثنا عشریہ کا ایک طویل اقتباس اپنی کتاب میں نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صاحب تہذیب، دقانت اور شرافت، ثقاہت کے دامن کو چھوڑ کر سب دشتم پر اتر آئے ہیں[2] مرزا محمد

---

[1] ملفوظات عزیزی صد ۷ ،

[2] نجوم السماء صد ۳۵۵ تا ۳۵۷

[illegible]
نے نزہت اثنا عشریہ کا دوسرا نام نصرۃ المومنین ودلۃ الشیاطین رکھا[1] اس کتاب میں تحفہ کے پہلے تیسرے، چوتھے، پانچویں اور نویں باب کا رد کیا گیا ہے۔ مؤلف نجوم السماء کا بیان ہے کہ نزہت اثنا عشریہ کے جواب میں شاہ عبدالعزیز نے ایک رسالہ عزۃ الراشدین لکھا جس کے جواب دینے سے حکیم مرزا محمد نے اعراض کیا مگر ایک دوسرے شیعہ عالم حکیم باقر علی خاں نے جو اپنے آخر زمانے میں دہلی میں رہ پڑے تھے عزۃ الراشدین کے جواب میں ایک کتاب معین الصادقین لکھی عزۃ الراشدین کا دوسرے شیعہ علماء نے بھی جواب لکھا ہے۔[2] [illegible]

دوسرا قابل ذکر نام مجتہد العصر سید دلدار علی (ف ۱۲۳۵ھ/۱۸۲۰ء) کا ہے ان کی تبلیغی کوششوں کا اوراق گزشتہ میں جائزہ لیا جا چکا ہے انہوں نے تحفہ اثنا عشریہ کے مختلف ابواب و مضامین کی تردید میں مختلف چھ رسالے [illegible]

(۱) صوارم الٰہیات [illegible]
(۲) حسام الاسلام [illegible]
(۳) احیاء السنہ

---

لہ نجوم السماء ص ۳۵۸، [illegible]
ٹہ نجوم السماء ص ۳۵۹

(۴) رسالہ ذوالفقار
(۵) کتاب صوارم (رسالہ در اثبات امامت)
(۶) رسالہ غیبت لکھے [1]

مجتہد العصر کے فرزند سید محمد (ف ۱۸۶۷ء) نے تحفہ اثنا عشریہ کے رد میں دو رسالے البوارق فی مبحث الامامت و طعن الرماح فی مبحث فدک والقرطاس لکھے [2] اور ان کے تلمیذ مفتی سید محمد قلی خاں کنتوری (ف ۱۲۶۰ء) نے تحفہ کے رد میں متعدد رسالے لکھے انہوں نے پہلے باب کے رد میں سیف ناصری دوسرے باب کے رد میں تقلیب المکائد ساتویں باب کے رد میں برہان السعادت اور آٹھویں باب کے رد میں تشیید المطاعن وکشف الضغائن اور گیارھویں باب کے رد میں مصارع الافہام لکھیں تشیید المطاعن دو ضخیم جلدوں میں ہے [3] اور مفتی کنتوری کے فرزند مولوی حامد حسین نے

---

[1] نجوم السمار صفحہ ۰۰۵
[2] الثقافتہ الاسلامیہ فی الہند از سید عبدالحیٔ صفحہ ۲۲۰ (دمشق ۱۹۵۸ء)
[3] نجوم السمار صفحہ ۴۲۲ نیز دیکھئے الذریعہ الی تصانیف الشیعہ از محمد محسن جلد سوم صفحہ ۱۹۶ نجف ۱۳۵۷ھ)

اپنی تمام عمر تحفہ کے رد میں صرف کردی سید عبدالحیٰ لکھتے ہیں[1]

"فسانہ صرف عمرہ فی الرد علی التحفہ"

ملفوظات شاہ عبدالعزیز میں ہے کہ حسن رضا خاں نے تحفہ کے رد کے لئے علامہ تفضل حسین خاں (۱۲۱۵ھ) سے کہا تھا مگر انہوں نے اس کا رد لکھنے سے انکار کر دیا[2]

شاہ عبدالعزیز نے تحفہ اثنا عشریہ کے خاتمہ کے طور پر ایک رسالہ "سر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل" لکھا ہے جس میں انہوں نے عقلی و نقلی دلائل سے فضیلت شیخین رض کو "کا شمس فی النہار" کی طرح واضح کیا ہے یہ رسالہ گیارہ مقدمات پر مشتمل ہے شاہ صاحب اس رسالہ کے سبب تالیف میں لکھتے ہیں۔

"چوں از تسوید و تبییض تحفہ اثنا عشریہ
لعون عنایت الہی فراغت حاصل شد
بعضے از دوستان صادق و یاران
موافق با آرزوئے تمام اشتیاق لاکلام
استدعائے نمودند کہ مسئلہ تفضیل را

---

[1] الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند از سید عبدالحیٰ صد ۲۲۰

[2] ملفوظات شاہ عبدالعزیز صد ۲۱۶

نیز تفصیلے لائق دادہ شود تا دریں مباحث
کہ نقل ہر مجلس و مشغلہ ہر محفل اند تعطشی
باقی نماند بر آں ایں رسالہ مختصر
بطریق عجالہ آں وقت تحریر درآمد
کہ مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ" و سمیتہا
بالسر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل"
رسالہ کے خاتمہ میں لکھتے ہیں
"چوں ایں مقدمات احدی عشر تمام شد
خاتمہ کتاب تحفہ اثنا عشریہ تمام شد"

رسالہ سر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل' فتاوای عزیزی کی جلد دوم میں شامل ہے، اس رسالہ کا ایک قلمی نسخہ مولانا رشید احمد گنگوہی (ف ۱۹۰۵ء) کے کتب خانہ سے مفتی محمد شفیع دیوبندی صاحب کو دستیاب ہوا تھا مفتی صاحب نے مولوی عتیق احمد دیوبندی مدیر قاسم العلوم (دیوبند) کی فرمائش پر اس کا اردو ترجمہ ۱۳۳۹ھ میں رسالہ قاسم العلوم کی مختلف اشاعتوں میں شائع کیا تھا۔ پھر یہ رسالہ علیحدہ کتابی صورت میں شائع ہوا۔ مفتی صاحب کا وہی ترجمہ ان کی اجازت سے اس مجموعہ میں شامل ہے۔

شاہ عبد العزیز نے ایک دوسرا رسالہ عزیز الاقتباس

فی فضائل اخیار الناس تحریر فرمایا اس میں شاہ صاحب نے وہ احادیث جمع فرمائی ہیں جو خلفائے اربعہ کے فضائل میں مروی ہیں اس رسالہ کا آخری حصہ ان احادیث پر مشتمل ہے جو اہل بیت کے فضائل میں ہیں اس کا فارسی ترجمہ مرزا حسن علی لکھنوی نے کیا تھا ۱۹۰۴ء میں یہ رسالہ ظہیر الدین سید احمد ولی اللہی کی سعی سے اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے ترجمہ اور تحشیہ کے فرائض مولوی نظام الدین کیرانوی نے انجام دیئے ہیں۔ اس پر نظرثانی حکیم عبد الغفور مرحوم نے فرمائی ہے۔ یہ رسالہ بھی اس مجموعہ میں شامل ہے۔

اس موضوع پر شاہ صاحب کا ایک اور رسالہ "وسیلۃ النجات" ہے جس میں شاہ صاحب نے کسی شخص کے سوال کے جواب میں دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے کہ "فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت" ہے اور اس رسالہ میں شاہ صاحب نے بڑی حد تک نصوص قرآنی ہی کو بنیاد بنایا ہے اور صحابہ کرام کے مرتبہ کو بڑے مؤثر کن انداز میں بیان کیا ہے یہ رسالہ بھی فتاویٰ عزیزی جلد اول میں شامل ہے اور علیحدہ بھی متعدد بار چھپ چکا ہے، یہ رسالہ بھی اس مجموعہ میں شامل ہے، اردو ترجمہ پر نظرثانی کے فرائض مولوی حکیم عبد الغفور دف ۱۹۶۴ء ۱۴ ار الک)

نے انجام دیئے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز نے بہت سے ان مسائل کا مفصل بیان کیا ہے جو اس زمانے میں شیعہ سنی مباحث کے موقعہ پر زیر بحث آتے تھے یہ تمام مسئلے فتاوائی عزیزی میں موجود ہیں۔ اگر ان مسائل کی تبویب کی جائے تو بآسانی معلوم ہو جائے گا کہ شیعیت اور تفضیلیت کے متعلق ہر مسئلہ پر شاہ عبدالعزیز نے اپنی رائے کا اظہار فرمایا ہے اور مذہب اہل سنت و جماعت کی حقانیت کو ثابت کیا ہے۔

شاہ عبدالعزیز کے آخر الذکر تینوں رسالے

(۱) سر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل

(۲) عزیز الاقتباس فی فضائل اخیار الناس

(۳) وسیلۃ النجات ایک مجموعہ میں جمع کر دیئے گئے ہیں اور مجموعہ کا نام "فضیلت صحابہ واہل بیت" رکھا گیا ہے اس مجموعہ کے آخر میں شاہ عبدالعزیز اور ان کے بھائی شاہ رفیع الدین (ف ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۷ء) کے مکتوبات بھی شامل کر دیئے ہیں یہ مکتوبات مختلف کتابوں اور رسالوں سے جمع کئے گئے ہیں۔ ان کا ترجمہ مولوی محمد سلیمان بدایونی مرحوم (ف ۱۹۶۳ء) اور مولوی محمد جمیل الدین بدایونی نے کیا ہے۔

پاک اکیڈمی، کراچی کی کوششیں قابل تحسین اور مبارکباد ہیں کہ اس نے شاہ عبدالعزیز کے ان نادر اور قیمتی رسائل کو فراہم کرکے "فضیلت صحابہ اور اہل بیت" کے نام سے شائع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جمیع مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ ان رسائل سے استفادہ کریں اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اعلیٰ مقام کو پہنچائیں۔

---

محمد ایوب قادری

یکم جمادی الاول ۱۳۸۴ھ
مطابق ۹ ستمبر ۱۹۶۴ء
بروز چہار شنبہ

۱۴۱ وحید آباد
کراچی ۱۸

# سر الجلیل
# فی مسئلۃ التفضیل

(فارسی متن)

مؤلفہ: شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ

مترجمہ: مفتی محمد شفیع صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ ذو الفضل العظیم وصحبہ اولی الفخر الجسیم۔

امابعد:۔ چوں از تسوید تبییض تحفہ اثنا عشریہ بعون عنایت الٰہی فراغت حاصل شد بعضے از دوستان صادق ویاران موافق باآرزوی تمام واشتیاق مالاکلام استدعا نمودند کہ مسئلہ تفضیل رانیز تفصیلے لائق دادہ شود تا دریں مباحث کہ نقل ہر مجلس ومشغولہ ہر محفل اند لفظے باقی نماند بنا براں ایں رسالہ مختصرہ بطریق عجالۃ الوقت تحریر آمد کہ مالایدرک کلہ لا یترک کلہ وسمیناہا بالسر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل وماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلت وھو حسبی ونعم الوکیل وایں رسالہ مشتمل ست بر یازدہ مقدمہ بمقدمہ اولی باید دانست کہ فضل منقسم است بدو قسم۔

قسم اول۔ اختصاصی از جانب خدا کہ بی سابقہ عملی وبی تقدم خدمتی وعبادتی چیزرا بر چیزے دیگر فضل بخشیدہ ترجیح دہد زیرا کہ او مالک ست ہرچہ راخواہد از مملوکات خود بافزونیٔ مرتبہ واعلاے منصب امتیاز دہد ودریں فضل عموم ست بغایت وسیع کہ ناطق وغیر ناطق وحیوان وجماد ونبات بلکہ جواہر واعراض رانیز شامل ست مثل تفضیل ملائکہ در آفرینش کہ پیش از ہمہ خلعت وجود پوشیدہ اند ومثل تفضیل انبیا کہ بی استعداد سابق وعبادات وریاضات بانزال وحی مشرف شدہ اند وازہماں جنس ست تفضیل سیدنا ابراہیم ابن رسول اللہ صلعم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر جمیع اطفال وتفضیل ناقہ حضرت صالح علیہ السلام بر شتران عالم وتفضیل مکہ و مدینہ بر جمیع شہرہا وتفضیل مساجد بر سائر بقاع وتفضیل حجر اسود بر سائر احجار و ماہ رمضان بر ماہ ہا در وز جمعہ وعرفہ عاشورہ بر دیگر روز ہا و دہ روز ذیحجہ بر بقیہ ایام و شب قدر بر شب ہائے دیگر و نماز فرض بر نفل و نماز عصر و صبح بر دیگر فرائض و تفضیل سجود بر قعود و ارکان نماز

تفضیل بعض اذکار بر بعض و دریں تمثیلات

واضح شد کہ دریں قسم فضل بر انقسام ست پس گاہی وجہ فضل معقول بشر می شود مثل تفضیل مساجد بر دیگر بقاع کہ محل ذکر الٰہی اند لیکن تخصیص ایں بقعہ باں کہ مسجد کردہ شد محض بعنایت او تعالیٰ است و گاہی وجہ فضل ہیچ در عقل بشری نمی آید مثل تفضیل حجر اسود بر سائر احجار و تفضیل بقعہ کعبہ بر دیگر بقاع و نیز ایں فضل گاہی اصلی می شود مثل تفضیل حجر اسود بر سائر احجار و گاہی تبعی و طفیلی مثل —— تفضیل ذبیح اسمٰعیل علیہ السلام و تفضیل حضرت ابراہیم ابن رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالجملہ مدار فضل دریں قسم بر تخصیص مجرد ست بلا عمل و سعی.

**قسم دوم** ۔ فضل جزئی کہ بمقابل عمل عطا می شود و ایں قسم نسبت بقسیم سابق خصوصیتے دارد کہ در غیر اہل عمل یافتہ نمی شود آنہا سہ گروہ اند ملائکہ و جن و انس و مرجع ایں فضل در آخر کار ہماں فضل اختصاصے ست چنانچہ واضح خواہد شد و ایں قسم فضل بیشتر محل تنازع و اختلاف می باشد بخلاف فضل اختصاصی کہ در آنجا محض نص شارع کفایت می کند و نیز در ینجا باید

فہمید کہ جمیع صحابہ را فضل اختصاصی ثابت ست بدلیل اختیار لی اصحابا واصہارا وانصارا وازواج مطہرات وبنات مکرمات را نیز چنانچہ ظاہر ست لیکن حرف در فضل ایں بزرگان فیما بینہم می رود ظاہر از بعض احادیث آنست کہ ایں ہمہ فضل اختصاصی ست لیکن نظر دقیق واکثر آیات حکم می کند کہ از قسم فضل جزئی ست آری در ترتیب خلافت اگر حکم بفضل اختصاص بعضے بر بعضے نمودہ آید انسب می نماید چنانچہ فابے علیٰ الّا التقدیم ابی بکر وامثال آں براں گواہ است

## مقدمہ ثانیہ

فضل جزئے کہ بمقابلہ عمل ست نیز اقسام دارد وحالا دراں اقسام نظر تعمق باید کرد ودر محل نزاع قسمی را کہ احق واولیٰ باعتبار ست جاری باید ساخت تا مورد فضل جزئی متعین شود ونزاع مرتفع گردد پس اوّل باید دانست کہ ہر عمل را در عمل خود بہ ہفت وجہ فضیلت بر غیر خود می تواند بود وراے ایں ہفت وجہ وجہی دیگر بدار فضل نمی تواند شد۔

**اوّل** ۔ ماہیت عمل یعنی صورت صفتیہ او مثل فضیلت نماز فرض بر نماز نفل وایں را چند صورت ست صورت اوّل آں کہ شخصے باشد کہ تمام فرائض را ادا می کند ودیگرے بعض فرائض را ادا می کند وبعض را ترک می کند ونوافل را می گزارد یا ہر دو باشند کہ تمام فرائض را ادا می کند ونوافل زائدہ نیز بجامی آرند لیکن نوافل یکی زائد بر نوافل

دیگرے باشد در بزرگی و فضیلت یا شخصی باشد کہ ذکر بسیار در نماز می کند و دیگری باشد کہ در خارج نماز ذکر بسیار می کند یا دو کس باشند کہ یکے از آنہا در معرکۂ کفار جہاد بسیار می کند و در موضع خطرناک می در آید و دیگری در کمک مقابلین و دفع اعدا از چپ و راست سعی بسیاری کند یا یکے جہاد بسیاری کند و دیگرے مشغول بہ نماز و روزہ بسیار ست یا ہر دو اجتہادی کنند۔ و یکی را اصابت حق بیشتر دست می دہد از دیگر۔ بالجملہ حاصل این وجہ آں ست کہ ذات عمل یکے افضل از ذات عمل دیگر باشد۔

**دوم** ۔ نیت عمل یعنی علۃ غائیہ و غرض کہ آنرا در عرف شرع نیت گویند مثلاً شخصے بہ عمل خود محض رضا الٰہی قصدی کند و امرے دیگر را با او مخلوط نمی نماید و دیگرے باشد کہ در ہر عمل با او مساوی ست اما در قصد رضا الٰہی قصوری دارد و نفع دنیا مردم با دیگر وجوہ نفع دنیاوی را با وے خلط می کند۔

**سوم** ۔ کیفیت عمل مثلاً شخصے باشد کہ ہر عمل را با جمیع حقوق و سنن و آداب می کند و دیگرے بعض از سنن و آداب را فوت می کند گرچہ باطل نمی کند یا شخصے باشد کہ عمل او صاف ست از نوث کبائر و اصرار بر صغائر و دیگرے با وصف طاعت و عمل ارتکاب کبائر یا صغائر می نماید و علیٰ ہذا القیاس تفاوت بحضور قلب و عدم آں و تلاوت و ذکر بر طہارت و عدم آں ۔

**چہارم** ۔ کمیت عمل پس در ادای فرائض برابر باشند و یکی نوافل زائد دارد بر دیگری چنانچہ در حدیث صحیح مروی ست کہ دو کس در یک وقت ایمان آوردند و ہجرت کردند ۔۔۔۔۔۔ و یکی از آنہا شہید شد و دیگرے زندہ

ماند بعد ازاں مردمردم آں شہید را ترجیح دادند حضرت پیغمبر فرمود فاین صلوٰتہ بعد صلوٰتہ وصیامہ بعد صیامہ۔

پنجم۔ زماں عمل پس شخصے کہ در صدر اسلام یا درایام قحط یا در وقتی کہ بر مسلمین حادثہ افتادہ باشد عملی وطاعتی نماید جہادی وصدقہ وانفاقی نماید بہتر است از کسے کہ بعد از قوت اسلام واستغنا ازاں بعمل آرد چنانچہ در حدیث صحیح وارد است کہ در حق صحابہ فرمود لو انفق احد کم مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ وقال اللہ عزوجل لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولٰئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وہمچنیں انفاق درہم لوجہ اللہ در وقت فقر واحتیاج وصحت بہتر از انفاق اضعاف مضاعفہ آں در وقت غنا وثروت یا وصیت باں عند الموت وہمچنیں ادائی فرائض در حال خوف ومرض وسفر ومشقت وقلت فرصت ووفور موانع بہتر است از غیر آں وہمچنیں در قرب موت وآخر اجل شغل عبادت بہتر است ازاں شغل در اول عمر وعمرۃ فی رمضان یعدل الحجۃ ومن تقرب فیہ بخصلۃ من الخیر کان کمن ادی فریضۃ مما سواہ ومن ادی فریضۃ فیہ کان کمن ادی سبعین فریضۃ فیما سواہ وافضل الصیام بعد شھر رمضان شھر اللہ المحرم وجمیع طاعات در اشہر حرم مضاعف می شود۔

ششم۔ مکان عمل مثل نمازی کہ در مسجد حرام یا در مسجد مدینہ ادا کردہ شود بہتر از ہزار نماز است در جائے دیگر وروزہ در دار الحرب و

محل جہاد بہتر ست از غیر آں من صام یوماً فی سبیل اللہ حرمہ اللہ علی النار۔

ہفتم۔ اضافہ بہ امور خارجہ مثل فاعل یا مشارک و مقارن پس یک رکعت ہمراہ نبی یا از نبی بہتر ست از غیر آں و ہم چنیں صیام و صدقہ و جہاد کہ از پیغمبر یا ہمراہ پیغمبر واقع باشد بہ ہزاراں درجہ بہتر است از غیر آں۔
والہذا صحابہ باجمعہم اعمال خود را کہ بعد از موت پیغمبر کردہ بودند ہرگز موازی اعمال خود را کہ ہمراہ پیغمبر کردہ بودند نمی دانستند و در حدیث ست کہ عمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ معی و در قرآن جابجا اشارہ بایں مضمون ست قولہ تعالیٰ لکن الرسول والذین اٰمنوا معہ جاھدوا باموالھم وانفسھم اولئک لھم الخیرات واولئک ھم المفلحون واز ہمیں جا باطل شد قول ابی ہاشم جبائی حیث قال جائز ان طال عمر امرٔ ان یعمل ما یوازی عمل النبی و نیز ظاہر شد کہ انس ابن مالک و ابو امامہ باہلی و عبداللہ ابن بشیر و عبداللہ ابن الحرث و سہل ابن سعد ساعدی و جابر ابن عبداللہ کہ عمر طویل یافتند و اعمال بسیار کردند ہرگز افضل نمی توانند شد برابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و ابو عبیدہ و زید ابن حارثہ و جعفر ابن ابی طالبؓ و مصعب ابن عمیر و عبداللہ ابن جحش و سعد ابن معاذ و عثمان ابن مظعون حالاں کہ بعضے از اولین تا ہشتاد سال بلکہ نود سال از موت اینہا طاعات و اعمال بجا آوردند و بہ ہمیں سبب قطع می کنم باں کہ ہر کہ از صحابہ در وقت موت آں حضرت افضل بود از دیگرے آں مفضول ہرگز بدرجہ او لاحق نمی تواند شد۔

## مقدمہ سوم

نتیجہ فضل خواہ فضل اختصاصی بود بغیر عمل خواہ جزئی بود بمقابلہ عمل دو چیز ست اول آنکہ حق تعالیٰ تعظیم فاضل را واجب کند در دنیا بر مفضول و دریں امر شریک اند جمیع افاضل خواہ مثل کعبہ و مسجد و روز جمعہ و شہر رمضان و ناقہ صالح وغیرہ جمادات وحیوانات و اغراض باشد خواہ مثل انبیاء و ملائکہ و صحابہ و ازواج مطہرات و اولاد پیغمبر باشد دوم آنکہ برائے فاضل درجہ از قرب و منزلت و مساکن جنت مقرر شود اعلیٰ و ارفع از درجہ مفضول و ذلک تحقیقاً لمعنی الفضل والا لو یظہر الفضل و کان الفضل مجرد لفظ لا معنی لہ و دریں امر خصوصیتی ست کہ غیر از عالمین را میسر نیست ولہٰذا در غیر فضل جزئی متحقق نمی شود و نیز دریں جا باید دانست کہ دخول جنت گاہی مبنی بر فضل اختصاصی می باشد بدون سابقہ عمل چنانچہ اطفال مومنین را و علی الخصوص اطفال انبیاء را۔

## مقدمہ چہارم

کل من امرنا بتعظیمہ فھو ذو فضیلتہ۔ دریں مقدمہ خدشہ کہ بخاطری رسد آنست کہ مادر و پدر کافر را نیز تعظیم و بر و احسان و تذلل واجب ست حالانکہ ہیچ فضیلت ندارند جوابش آنکہ تعظیم ایشاں در عرف شرع تعظیم نیست بلکہ نوعی ست از احسان و بر و احسان را تعظیم نمی تواں گفت مجرد تذلل

نیز تعظیم نیست لان الانسان قد یتذلل لمن یخاف ضرہ و جہ تسم تعظیم الوالدین الکافرین در شرع مامور بہ باشد حالاں کہ برائت ازاں ہا واجب ست قال اللہ تعالیٰ لا تجد قوما یومنون و قال اذ قالوا لقومهم انا برآء منکم و مما تعبدون من دون اللہ بلکہ تعظیم شرعی آنست کہ بنی باشد بر محبت فی اللہ وللہ و ولایت و دوستی از دل و ایں معنی در غیر اہل فضل ہرگز در شرع وارد نہ شدہ کما یدل علیہ التصفح

## مقدمہ پنجم

بیقین معلوم است کہ بعد از تعظیم خدا در شرع تعظیم انبیا را آں قدر مستحق و واجب است کہ دیگراں را نیست و ہیچ کس مستحق آں تعظیم نیست غیر از انبیا و بعد از انبیا ازواج مطہرات آں جناب را آں قدر استحقاق تعظیم بہ نص قرآنی ثابت ست کہ ہرگز در دیگراں نیست قولہ تعالیٰ النبی اولی بالمومنین من انفسهم و ازواجه امهاتهم پس در حق ازواج مطہرات نضیلت صحبت آنسر و زیادہ بر صحابہؓ اکثر متحقق است زیرا کہ صحبت ایشاں اعلا ست از صحبت غیر ایشاں و با فضیلت صحبت حق امومیت دینی نیز موجب تعظیم ایشاں گشتہ۔

## مقدمہ ششم

ہرگاہ سخن در تفضیل جاری شود مطلق نباید پرسید زیرا کہ مفاضلۃ واقع

نمی شود الادراں دو چیز کہ فضل آنہا از یک وجہ باشد و باہم در آں وجہ زیادہ وکم بودہ باشد واگر فضل آنہا از دو جہت باشد پس درانجا مفاضلہ متحقق نمی تواند شد زیرا کہ ہرگاہ بگوئیم ای ھذین اکثر اوصافا فی ما اشترا کا فیہ پس رمضان نمی تواں گفت کہ بہتر ست یا ناقہ صالح یا کعبہ بہتر ست یا نماز و نیتواں گفت کہ مکہ بہتر ست یا مدینہ در رمضان بہتر است یا ذوی الحجہ و نماز بہتر ست یا زکوٰۃ و ناقہ صالح بہتر ست یا عصا پیغمبر پس ازینجا معلوم شد کہ تفضیل حضرت ابراہیم ابن رسول اللہ مثلاً بر ابو بکر معنی ندارد زیرا کہ فضل ابراہیم مبنی بر عمل نیست بلکہ اختصاص مجرد ست۔

## مقدمہ ہفتم

علو درجہ در بہشت گاہے بطریق تبعیت می باشد مثل اعلائے درجہ اولاد و صغار آں حضرت بہ تبعیت آں حضرت وایں اعلاء درجہ دلالت بر افضلیت تفضیل جزئی نمی کند و گاہے بطریق اصالت می باشد در مقابلہ عمل ایں شخص ایں دلالت می کند بر افضلیت تفضیل جزئی و علیٰ ہذا القیاس تقدم در دخول جنت و ورود حوض و شفاعت و موقف حساب بر دو قسم ست یک قسم ازاں دلالت بر افضلیت تفضیل جزئی دارد و یک قسم نہ مثل تقدم امت مصطفوی دریں امور بر انبیاء و ذلک قال اللہ ھم و ازواجھم فی ظلال علی الارائک متکئون و قال الحقنا بھم ذریتھم الی غیر ذلک۔

## مقدمۂ ہشتم

سیادت غیر فضل ست زیراکہ سیادت دلالت بر شرف ایں شخص می کند پس اولاد آں حضرت بسبب شرفے کہ دارند سادات اند و فضل موقوف بر جزای عمل ست و ہم چنیں امارت موقوف بر فضل نیست بدلیل آں کہ عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ مامور بود باطاعت عمرو بن العاص رض در حالت امارت وازیجا معلوم شد کہ وجوب طاعت شخصے بر شخصے نیز دلالت بر فضل مطاع بر مطیع نمی کند۔

## مقدمہ نہم

وجوہ ہفتگانہ مفاضلت، چوں باہم متعارض شوند از روئے آیات و احادیث احق و اولی بالاعتبار را تعین باید کرد پس بالقطع از شریعت ثابت ست کہ کمیت عمل را در جنت کیفیت آں اعتباری نیست و نیز کمیت و کیفیت را در جنت زمان عمل اعتبار نیست لقولہ تعالیٰ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل و ایں قدر خود از روی احادیث صحیحہ ثابت است کہ عمل صحابہ را در حضور پیغمبر و باپیغمبر ہیچ عمل نمی رسد و نیز بالقطع معلوم ست کہ با عمل پیغمبر عمل برابر نمی شود پس در عمل کہ باپیغمبر شریک شوند ہیچ عمل باآں برابر نمی شود زیراکہ بمشارکتہ جماعتہ در عمل آں نورانیتہ وحدانیتہ بہم می رسد مثل کیفیت وحدانیتہ مزاج کہ در ہر جزء از اجزاء مرکب تشابہ می گردد و لہذا

جماعت را مشروع ساختہ اند دریں باب اعتبار صحابہ را فضل جزئی بر جمیع اُمّت ثابت ست و در میان صحابہ سبقت و تقدم را موجب لا یستوی منکم اعتبار باید کرد زیرا کہ ہر قدر تقدم و سبق بیشتر وقت احتیاج اسلام و تقویت آں بیشتر چنانچہ حدیث نقال صدقت و قلتم کذبت دلالت براں دارد پس بایں اعتبار کسانے کہ قبل نے کہ قبل از ہجرت باعمال اسلام قیام نمودہ اند افضل باشند از من بعد خود مثل ابوبکرؓ و عثمانؓ و علیؓ و حمزہؓ و جعفر و عثمان ابن مظعون و طلحہ و زبیر و مصعب ابن عمیر و عبدالرحمٰن ابن عوف و عبداللہ ابن مسعود و سعید ابن زید و زید ابن حارثہ و ابی عبیدہ و بلال و سعد و عمار ابن یاسر و ابوسلمہ ابن الاسد و عبداللہ بن جحش وغیرہم من نظرائھم بعد ان اھل العقبۃ باز اھل العقبۃ الثانیہ باز اھل بدر باز اھل مشاھد مشھد مابعد مشھد تا آں کہ نوبت بصلح حدیبیہ رسد زیرا کہ انزال سکینہ و صفائی قلوب ایشاں منصوص بنص قرآنی ست اما بعد ازاں پس بالقطع ہیچ مشھد نیست کہ مدار فضل براں وجہ باشد زیرا کہ در ہر مشھد جماعت منافقین ہم بودند قولہ تعالیٰ و ممن حولکم من الاعراب منافقون و من اھل المدینۃ مردوا علی النفاق آمدیم برآں کہ فیما بین ایں اشخاص کدام یک افضل ست و ہمیں ست محل نزاع زیرا کہ کلام در خلفائے اربعہ است و ایں ہا ہمہ متفق اند در سابقیت و تقدم۔

## مقدمہ دہم

تعیین افضل را دو طریق است اوّل نص شارع دوم تتبع احوال

واعمال اگر گویند کہ طریق اوّل مخدوش ست بجہت تعارض دلتی مے افتد کہ
یک لفظ درحق دوکس وارد شود و دلالت بر افضلیت ہر دو کند و عند التفحص
چنیں نیست بلکہ لفظ افضل و خیر کہ نص در مدعا است درحق ابوبکرؓ و عمرؓ
ورود یافتہ و لفظ سیادت و احبیت و شرف درحق مرتضیٰ علیؓ و فاطمہؓ و عائشہؓ
ورود یافتہ و سابق گذشت کہ معنی سیادت و شرف و احبیت دلالت بر فضل
جزئی می کند پس درحقیقت تعارض نیست اما طریق دوم کہ تتبع احوال و
اعمال ست پس ازاں جملہ است جہاد اگر گویند کہ مرتضیٰ در جہاد افضل بود
از ابوبکر و عمر گوئیم جہاد را سہ قسم ست جہاد زبانی کہ بدعوت اسلام و......
فہمانیدن شرائع و وعظ و نصیحت و ترغیب و ترہیب می باشد دوم جہاد
نزدیک جنگ بتدابیر و رائی و القاء رعب در قلوب مخالفین و جمع مردم
برائے قتال و تفریق جماعت اعداء سیوم جہاد بدست بطعن و ضرب و بلاشبہ
آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدو قسم اوّل از جہاد مشغول بودند بقسم
ثالث و قسم ثالث بالیقین ادون مراتب جہاد ست و دراں دو قسم ابوبکر و
عمرؓ بر جمیع صحابہ پیش قدم اند زیرا کہ بدعوات ابوبکرؓ در اوّل اسلام عمدہ صحابہ
مسلمان شدہ اند و او ہمیشہ مشغول بود بایں دعوت و از روزیکہ عمرؓ اسلام
آورد عزت و غلبہ اہل اسلام افزود و عبادات اسلام راجہاراً و علانیۃً در مکہ
رواج دادہ و در رائی و مشورہ ایں ہر دو مشیر و وزیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
بودہ اند و ہیچ غزوہ و ہیچ بی مشورہ ایشاں واقع نشدہ و در جمع مردم و
تفریق جمعیت اعدا ہمیشہ بحضور آں حضرت مساعی جمیلہ زیادہ بردیگراں

نمودہ اند ونیز بالیقین معلوم است کہ آں حضرت اشجع ناس بود واو ہمیں دو قسم جہاد را اختیار فرمودہ بس
ایں دو قسم افضل اند از قسم ثالث وابوبکرؓ و عمرؓ دریں جہاد ہرگز مفارقت او نمی کردند۔
پس جہاد ایشاں افضل باشد از جہاد دیگراں مثل مرتضیٰؓ و زبیرؓ و حمزہؓ و مصعبؓ و
ابوطلحہ و سعد ابن معاذؓ و سماک ابن حرشؓ واز ہمیں جاست کہ اکثر سرایای آں حضرتؐ
بسرداری ابوبکرؓ سرانجام شدہ و مع ہذا عمرؓ بن الخطاب نیز مشارکت کردہ
است۔ در قسم ثالث کما یدل علی ذالک التواریخ واز آں جملہ است علم گویند
کہ علی در علم افضل بود از دیگر و خدا می فرماید قل ھل یستوی الذین
یعلمون و الذین لا یعلمون گوئیم زیادتی در علم بدو طریق تواں دریافت
اول کثرت روایات و فتاوی دوم استعمال آں حضرت شخص را در مقدمہ
کہ تعلق بعلم دارد زیراکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عامل نمی فرمود در ہیچ
مقدمہ مگر کسی راکہ دراں باب اکمل باشد از دیگراں و بالقطع معلوم است کہ
آں حضرت ابوبکرؓ را بر نماز و حج و جہاد امیر ساختہ و عمرؓ را عامل فرمود بر صدقات
واخذ زکوٰۃ و نیز معلوم است کہ اکثر روایات صدقات از طرف ابوبکرؓ رسیدہ
و مسائل زکوٰۃ را او شرح دادہ و حدیث زکوٰۃ کہ از طرف مرتضیٰ علیؓ رسیدہ
بدرجہ صحت نہ رسیدہ و در روے وہمی واقع شدہ کہ ہیچکس از علماء اسلام
بداں عمل نہ کردہ وھوان فی خمس وعشرین من الابل خمس شیاۃ
ونیز معلوم است کہ ابوبکرؓ و عمرؓ ہمیشہ در مسافرۃ و مصاحبۃ و مشاورۃ و
مدارات آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم می بودند و بغیر علم تام آں حضرتؐ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برای خود مشیر و وزیر نمی گردانید و ہر قدر صحبت پیغمبر

بسیار باشد اطلاع بر احکام وفتاوی بیشتر واتم پس ابوبکرؓ زنده نماند بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مگر اندکی ومردم بسبب آں کہ قریب العہد بصحبت پیغمبر بود محتاج نہ شدند بروایت از دو نیز از مدینہ بردن نرفت مگر برائے حج وعمرہ تامردم بلاد دور انرا روایت می کردند وبا وصف ایں ہمہ از وی یک صد وچہل وپنج حدیث صحیح مرویست کہ اجلاء صحابہ از وی روایت کردہ اند منہم علیؓ ابن ابی طالب وعمرؓ بن الخطاب و عثمانؓ بن عفان وحضرت مرتضیٰؓ باوجود طول حیوٰۃ کہ قریب لبسی سال امتداد یافت بعد از پیغمبر وباوصف سیر وورود بہ بلاد وکثرت احتیاج مردم بروایت وکثرت تقریبات روایت کہ وقت اختلاف از دو تنازع اہل اہوا بود ہمگی روایات پانصد وہشتاد وشش حدیث ست پس اگر مدت حیات ابوبکرؓ را با مدت حیات دیگراں ومواقع روایات اورا با مواقع دیگراں قیاس کنیم معلوم می شود کہ نزد ابوبکرؓ اضعاف علم دیگراں بود وبرہمیں قیاس باید کرد فتاویٰ را وہمچنیں ست حال عمرؓ بن الخطاب زیرا کہ مستندات او پانصد وسی وسہ حدیث است وفتاویٰ او زیادہ از حد بلکہ بہر مسئلہ فقہی تکلم فرمودہ وتحقیق حق نمودہ ومسائل عقائد وسلوک وتفسیر را نیز بیان مستوفی دادہ جزوی از مجموع احکام او کتابی مستقل شافی در ہر سہ علم تواں برآورد چنانچہ صاحب ازالۃ الخفاء دریں باب سعی وافر فرمودہ وہمگی روایات وفتاویٰ اورا جمع نمودہ کتابی کافی ترتیب دادہ معلوم ست کہ مدۃ حیات مرتضیٰ علیؓ قریب ہفدہ سال زیادہ

از مدت عمر است و دریں مدت دراز مسانید علیؓ بر مسانید عمر زیادہ نمی شوند الا بقدر جہل و نہ حدیث در وقت مرتضیٰ علیؓ ہیچ مسئلہ مختلف فیہا منقح نہ شد و فتاوی وے قاطع نزاع نگردید بخلاف عمرؓ و ازیں جا معلوم می شود کہ نزد عمرؓ اضعاف علم بود نسبت بہ دیگراں و ایں معنی را در وقتی کہ نسبت احادیث او با حدیث علیؓ نمودہ آید و فتاوی او بفتاوے کردہ شود ہیچ کس منکر نمی تواند شد و از آں جاست علم قرآن و دریں جا خود بالقطع معلوم است کہ مرتضیٰ علیؓ را زیادتی در علم قرآت بر ابو بکر و عمر نبود بالاتفاق بین المورخین و اہل سیر ابو بکرؓ و عمرؓ و علیؓ در یک مرتبہ بودہ اند قرآۃ عثمانؓ را دریں امر زیادت بین بود و نیز تقدیم آں حضرت ابو بکرؓ را بر علیؓ در نماز نیز دلالت می کند بر آنکہ علیؓ اقرا از ابو بکرؓ نبود و کذا الافقہ والاعلم و ازاں جملہ تقوی و اتباع شریعت و بالیقین معلوم ست کہ ابو بکرؓ ہیچ گاہ مخالف آں حضرت کلمہ نگفتہ چنانچہ در صلح حدیبیہ و اخذ فدا و بدر پیاں معلوم ست و ارادہ او گاہی مخالف فرمودہ آں حضرت نبودہ و در امتثال اوامر ہرگز تہاون نکردہ و از حال مرتضیٰ علیؓ معلوم ست کہ در نکاح دختر ابو جہل و در تقیید نماز تہجد مورد عتاب گردیدہ و از انجملہ است زہد گویند کہ ازہد ناس علی بود گوئیم زہد نام بی رغبتی ست در تلذذ دنیا و اولاد و اتباع از ازواج و حشم و خدام و بالیقین معلوم ست کہ ابو بکرؓ چوں اسلام آورد مال بسیار داشت و آنہمہ را للہ در مرضات رسول اللہ صرف کرد و جماعت را از ضعفای مسلمین خریدہ آزاد فرمودہ تا آں کہ ہیچ درہم از مال او باقی نماند و ازیں جہاں گذشت و

بیع مزرعہ وعقارے برای خود نخرید واز بیت المال نہ گرفت الا بقدر قوت
بازاز حصہ خود کہ از غنایم می رسید در بیت المال صرف می کرد بخلاف مرتضیٰؓ
کہ ضیاع وعقار گرفت ومزارع وباغات احداث فرمود و بر حال ابوبکرؓ
است حال عمرؓ بن الخطاب چنانچہ جمیع صحابہ آں وقت بایں معنی گواہی دادہ
اند امام مرتضیٰ علی چوں فوت شد چہار زن گذاشت ونوزدہ سریہ وخادمان
وغلامان بسیار وقریب سی کس از اولاد و برائے ایشاں عقار وضیاع بہ
قدریکہ بسبب آں اغنیاء بودند گذاشتہ رفت وقصبہ ینبع کہ ہزار وسق تمر
ازاں می آمد سوائے غلہ وزراعت نیز از متروکہ اوست بخلاف عمرؓ و نیز زہد حقیقے
آنست کہ بجز ولذت دنیا بر دارد ونہ اقارب واولاد وخود را بداں منتفع سازد و
حال ابوبکرؓ ہمیں ست کہ مثل طلحہؓ بن عبید اللہ برادر زادہ داشت ومثل عبدالرحمنؓ
بن ابی بکرؓ پسری ومثل عائشہؓ دختری ہیچ را ازیں ہما عامل نفرمودہ وہمچنیں
عمرؓ ہیچکس را از بنی عدی عامل نمی فرمود مگر نعمان بن عدی را کہ بر میسان عامل
فرمود وبعد زودی عزل نمود حالاں کہ در آنہا مثل سعید بن زید وابوجہیم
بن حذیفہ وخارجہ بن حذیفہ ومعمر ابن عبد اللہ وعبد اللہ بن عمرؓ بودہ اند
مرتضیٰ علیؓ عبد اللہ بن عباسؓ را عامل بصرہ فرمود وعبید اللہ بن عباسؓ را
بریمن وقثم ومعبد ابن عباس را بمکہ ومدینہ وجعدہ بن ہبیرہ کہ ہمشیر زادہ
اش بود بر کوفہ ومحمد بن ابی بکرؓ را کہ ربیب بود بر مصر وحضرت امام حسنؓ را خلیفہ
فرمود وہر چند ایں ہمہ بمستحقان رسید لیکن در اقارب وخویشاں ابوبکرؓ وعمرؓ
نیز مستحقین ایں مناسب بودہ اند کما عددنا پس زہد آنہا اوفر واتم باشد

از زہد علیؓ کہ محض برجان خود بود نہ براقارب خود و از آں جملہ است صدقہ و انفاق و ایں خود امر ظاہر ست کہ مرتضیٰ علیؓ را دریں باب مشارکتی نیست با ابوبکرؓ و عمرؓ اگر دریں جا حرف تواں زد از عثمانؓ بن عفان کہ وی دریں امر گوئی سبقت ربودہ است لیکن ابوبکرؓ و عمرؓ بروی بجہت جہاد و علم و زہد افضل اند انچہ گویند کہ مرتضیٰ علی ہیچ گاہ بت نہ پرستید برخلاف دیگراں گوئیم کہ نہ پرستیدن بت بسبب صغر سن ہیچ بزرگی ندارد دربالاجماع ثابت ست کہ عمر حضرت علیؓ شصت و سہ سال بودہ و در سنہ چہل از ہجرت فوت شدہ اند و سیزدہ سال پیش از ہجرت لبعثت پیغمبر بود پس عمر مرتضیٰ علیؓ در وقت بعثت دہ سال بود و دریں عمر ہمیشہ در خانہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پرورش یافت و آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشغول بت پرستی نہ بود و آں است قاعدہ اطفال کہ آنچہ از بزرگان خود می بیند بموجب آں عمل می کنند و اگر بت نہ پرستیدن موجب افضلیت مطلقہ شود لازم آید کہ ہر مولودی کہ در اسلام باشد از حمزہؓ و جعفرؓ و سلمانؓ و مقدادؓ و عمارؓ افضل باشد از آں جملہ است خلافت و حسن سیاست و کفایت در آں کہ در حقیقت مجمع جمیع اعمال خیر اسلامی ست و دریں جا خود افضلیت ابوبکرؓ و عمرؓ ظاہر و باہر ست زیرا کہ اوّل بعد موت پیغمبر فتنہ مرتدین واقع شد و دراں واقعہ صعب ہیچ کس از ابوبکرؓ ثابت قدم تر نبود و بحسن سیاست او آں فتنہ بکل منتفی شد باز با کسریٰ و قیصر منازعت افتاد و غلبہ اسلام روداد تا آں کہ حدود فارس و عراق دارالاسلام شد و فقراء مسلمین اغنیاء شدند و ذلیل ایشاں عزیز شد و ہرگز

درمیان ایشاں اختلافے نیفتاد وہمہ مشغول بقرأۃ قرآن وتفقہ فی الدین گشتند ودر وقت عمر ہمہ ایں معانی بکمال رسید بخلاف مرتضیٰ علی کہ در وقت او ہیچ قریہ مفتوح نشد وغیر از خانہ جنگی وقتال وجدال اہل اسلام راکاری نماند وقرأت قران وعبادات ہمہ منسی وفراموش شد وغیر از طعن در کبار اسلام وتجسس عیوب ہم دیگر وبد گفتن بعض مر بعض راکاری نداشتند پس مثل آفتاب روشن گشت کہ ابوبکرؓ وعمرؓ راہم در علم وہم در قرأۃ وجہاد وزہد وتقویٰ وخشیۃ وصدقہ وعتق وطاعت خدا ورسول وحسن سیاست خلافت مرتبہ ایست کہ دیگر آں رااصلانیست وہمیں امور راشارع موقع فضل وقرب گردانیدہ وسابق گذشت کہ سیادت ونجابت وعلو نسب وقرب قرابت باپیغمبر وامثال ایں امور باایں فضل کہ متنازع فیہ است مماسی نہ دارند۔ مقدمہ یازدہم۔ فیما بین عثمانؓ وعلیؓ علما را اختلاف است کہ کدام یک افضل ست ودریں جا حصول قطع مارا ممکن نیست زیراکہ فضائل ایں ہردو متقادم اند زیراکہ عثمانؓ را در قرأت بالاجماع افضلیت است وجمع مردم را بر قرآن او نمودہ وعلیؓ را نسبت باو در فتاوے واجتہاد در روایت احادیث زیادت ست وعلیؓ را مقامات عمدہ است از جہاد بدست وطعن وضرب وعثمانؓ را اعانت مجہمہ است در جہاد وتبذل مال وعثمانؓ را احتیاط عظیم بود در قتل مسلم وصبرے عظیم بود بر قتل خود ومشقت حصار وعلیؓ را فضیلتے ست عظیم در کفِ لسان از اعداد تکلم بغیر کلمۃ الحق در حق

آنہا بالجملۃ فضائل چنیں باہم متعارض اند و در فضل اختصاصی کہ
عبارت از خیریت ست ہر دو شریک اند واللہ اعلم بحقیقۃ الحال
و چوں ایں مقدمات احدے عشر تمام شد خاتمہ کتاب تحفہ
اثنا عشریہ تمام شد۔

---

# سر الجلیل

# فی مسئلۃ التفضیل

(اُردو ترجمہ)

مترجمہ۔ مُفتی محمدؒ شفیع صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# دیباچہ مترجم

زین العلم والعلماء منبع العلوم والفنون سراج الامّۃ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس اللہ سرہٗ کے نام نامی سے کوئی اہل علم ناواقف نہیں ہو سکتا۔ کہ آپ کے علمی اور تعلیمی احسانات سے امّت کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں آپ کی تصانیف میں تحفہ اثنا عشریہ مشہور و معروف تصنیف ہے جس میں حضرات صحابہ اور اہل بیت اطہار کے متعلق اہل سنت وجماعۃ کے عقیدہ کو قرآن وحدیث کے دلائل کے ساتھ واضح فرمایا اور اہل تشیع کے شبہات واوہام کو نہایت تحقیق وتوضیح کے ساتھ دفع فرمایا ہے۔ یہ کتاب لاجواب امّت میں مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔ اسی کتاب کے خاتمہ پر حضرت مصنف نے مسئلہ تفضیل کو ایک عجیب مفید انداز میں ایک مستقل رسالہ میں تحریر فرمایا جس کا نام "السبر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل" رکھ کر اس کو تحفہ اثنا عشریہ کا خاتمہ قرار دیا۔

اس رسالہ میں حضرت مصنف قدس سرہٗ نے اولی تو اصولی طور پر یہ واضح فرمایا کہ کسی چیز کو کسی چیز پر یا کسی انسان کو کسی انسان پر فضیلت اور تفوق کن کن وجوہ سے ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد اُن اصول ترجیح وتفضیل کے معیار پر صحابہ کرام کے

حالات کا موازنہ فرماکر اس بات کو نصف النہار کے آفتاب کی طرح واضح فرمادیا کہ تمام صحابہ کرام میں افضل ابوبکر صدیقؓ ہی ہوسکتے ہیں اور خلافت کی جو ترتیب عمل میں آئی اصول قرآن وسنت کی رو سے وہی ہونا چاہیے تھی۔

اصل کتاب تحفہ اثنا عشریہ کی طرح یہ رسالہ بھی فارسی زبان میں تھا آج سے تقریباً اٹھائیس سال پہلے ۱۳۴۹ھ میں میرے محترم دوست مولانا عتیق احمد صاحب صدیقی مرحوم مدیر قاسم العلوم دیوبند نے احقر سے فرمائش کی کہ اس کا ترجمہ اُردو میں کردیا جائے اُسی وقت یہ ترجمہ اُردو زبان میں لکھا گیا اور ماہنامہ قاسم العلوم دیوبند میں باقساط شائع ہوا۔ پھر مولانا موصوف نے اس کو مستقل کتابی صورت میں بھی شایع فرمایا۔ اور بحمداللہ مقبول ومفید ہوا۔ مگر عرصہ دراز سے یہ رسالہ نایاب ہوچکا تھا۔ حال میں محترم محمدؒ ایوبؒ قادری صاحب نے پاک اکیڈمی کراچی ۱۸ سے شایع کرنے کا ارادہ کیا۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء وتوفقہ لما یحب ویرضی۔

بندہ۔ محمد شفیع۔ دارالعلوم کراچی ۱۴

۲۵ ربیع الاوّل ۱۳۸۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی ذوی الفضل العظیم و صحبہ اولی الفخر الجسیم۔

**امابعد:**۔ جبکہ تحفہ اثنا عشریہ کے مسودہ کو صاف کرکے عنایات حق سبحانہ وتعالیٰ کی مدد سے فراغت حاصل ہوئی تو بعض دوستوں نے انتہائی اشتیاق وآرزو کے ساتھ فرمائش کی کہ مسئلہ تفضیل کی بھی ایک مناسب تفصیل کردی جاوے تاکہ یہ مباحث جو آج کل نقل ہر مجلس اور مشغلہ ہر محفل بنے ہوئے ہیں ان میں کسی کو گفتگو کی مجال نہ رہے۔ اس بناء پر یہ مختصر رسالہ بطور عجالۃ الوقت کے لکھا گیا۔ کیوں کہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی (ضروری) کام کو آدمی پورا نہ کرسکے تو اس کو بالکل چھوڑ دینا بھی مناسب نہیں۔ اور نام اس رسالہ کا "السر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل" رکھا گیا۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و ھو حسبی ونعم الوکیل اور یہ رسالہ گیارہ مقدمات پر مشتمل ہے۔

## مقدمہ اولیٰ

معلوم کرنا چاہئے کہ فضیلت دو قسموں پر منقسم ہے۔
**قسم اول:**۔ ایک خصوصیت ہے منجانب اللہ کہ بغیر کسی سابق عمل اور بلا کسی خاص خدمت وعبادت کے حق تعالیٰ کسی چیز کو دوسری چیز پر فضیلت عطا فرماکر ترجیح دیتا ہے کیوں کہ وہ مالک ہے اپنی

مخلوکات میں جس چیز کو چاہے زیادتی مرتبہ اور بلندی منصب کے ساتھ ممتاز فرمادے۔
اور اس قسم کی فضیلت میں انتہائی عمومیت اور وسعت ہے کہ انسان و غیر
انسان اور تمام حیوانات و نباتات و جمادات کو بلکہ تمام جواہر و لغراض
کو بھی شامل ہے۔

مثلاً فرشتوں کی یہ فضیلت کہ سب سے پہلے خلعت وجود ان کو عطا فرمایا گیا
ہے۔ اور مثلاً انبیاء علیہ السلام کی فضیلت کہ بغیر کسی سابق عمل اور بلا عبادات و
ریاضات کے نزول وحی سے مشرف فرمائے گئے۔ اسی قسم میں سے ہے فضیلت
آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم کی تمام دنیا کے
لڑکوں پر اور افضلیت حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ کی تمام عالم کے
اونٹوں پر اور فضیلت اس دنبہ کی جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے فدیہ
میں ذبح ہوا تھا۔ تمام عالم کی قربانیوں اور حج میں ذبح ہونے والی ہدایا پر۔
اسی طرح حرمین محترمین کی فضیلت تمام دنیا کے شہروں پر۔ اور مساجد کی
فضیلت تمام دوسری جگہوں پر اور حجر اسود کی فضیلت تمام دوسرے
پتھروں پر۔ اور ماہ رمضان کی فضیلت تمام دوسرے مہینوں پر۔ اور
روز جمعہ و عرفہ و عاشوراء کی فضیلت تمام سال کے دنوں پر۔ اور عشرۂ
ذی الحجہ کی فضیلت باقی سب ایام پر۔ اور شب قدر کی فضیلت دوسری
راتوں پر۔ اور نماز فرض کی فضیلت نفل پر اور نماز عصر و فجر کی فضیلت
دوسری نمازوں پر۔ اور ارکان نماز میں سے سجدہ کی فضیلت قعدہ اور دیگر ارکان
نماز پر۔ اور بعض اذکار کی فضیلت بعض پر۔

ان تمثیلات مذکورہ میں یہ بات واضح ہوگئی کہ اس قسم میں فضیلت محض قسمت اور تقدیر الٰہی پر موقوف ہے۔ (اس میں افضل کے کسی عمل و فعل کو دخل نہیں) پھر اس قسم میں دو صورتیں ہیں - ایک یہ کہ وجہ فضیلت انسان کو بھی معلوم ہوجائے۔ مثلاً مسجد کی فضیلت دوسری جگہوں پر انسان کو بھی معلوم ہے کہ محل عبادت و مقام ذکر ہونے کی وجہ سے ہے۔ لیکن اس جگہ کو مسجد بنانے کے لئے خاص فرمانا یہ محض حق تعالیٰ کی عنایت پر ہے - اس تخصیص کی وجوہ کا احاطہ عقل انسانی نہیں کر سکتی۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ فضیلت کی کوئی وجہ انسان کی عقل میں نہیں آتی مثلاً حجر اسود کو دوسرے پتھروں پر اور مکان کعبہ کو دوسرے مکانات پر فضیلت ہونا کہ عام عقل انسانی اس کی وجہ معلوم کرنے سے قاصر ہے)۔

نیز یہ فضیلت کبھی اصلی ہوتی ہے جیسے حجر اسود کی فضیلت تمام دوسرے پتھروں پر اور کبھی تبعی اور طفیلی جیسے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے فدیہ میں ذبح ہونے والے دنبہ کی فضیلت یا آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادہ ابراہیم کی فضیلت خلاصہ یہ ہے کہ اس قسم اول (کی تمام صورتوں) میں (خواہ وجہ فضیلت معلوم انسانی ہو یا نہ ہو اور خواہ فضیلت اصلی ہو یا تبعی) بہر صورت مدار فضیلت محض حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی تخصیص پر ہے ـــــــ اس میں کسی کے عمل اور کوشش کو دخل نہیں۔

---

# فضیلت کی قسم دوم

دوسری قسم فضیلت جزئی ہے جو عمل کے مقابلہ میں عطا ہوتی ہے اور یہ قسم فضیلت بہ نسبت قسم اوّل کے ایک گونہ خصوصیت رکھتی ہے کہ اہل عمل کے سوا کسی کو نہیں دی جاتی اور اہل عمل کی تین جماعتیں ہیں - ملائکہ اور جنات اور انسان۔ لیکن انجام کار اس فضیلت کی انتہا بھی اسی فضل اختصاصی (یعنی قسم اول پر ہوتی ہے) جیسا کہ عنقریب واضح ہو جائے گا! اور اس قسم میں اکثر اختلاف و نزاع واقع ہو جاتا ہے۔ بخلاف قسم اوّل یعنی فضیلت اختصاصی کے کہ وہاں محض حضرت شارع علیہ السلام کا ارشاد کافی ہو جاتا ہے۔

نیز اس جگہ یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ تمام صحابہ کرام کو ایک قسم کی اختصاصی فضیلت ثابت ہے کہ (آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے) اللہ تعالےٰ نے میرے لئے صحابی اور رشتہ دار اور مددگار منتخب فرمائے۔ اور ازواج مطہرات اور حضور کی صاحبزادیوں کو بھی یہ اختصاصی فضیلت حاصل ہے جیسا کہ ظاہر ہے لیکن گفتگو اس میں ہوتی ہے کہ حضرت صحابہ اور ازواج مطہرات اور بنات مکرمات میں سے آپس میں جو کسی کو کسی پر فضیلت ہے یہ کس قسم میں داخل ہے۔ اور ظاہر بعض احادیث سے یہ ہے کہ یہ سب قسم اوّل یعنی اختصاصی فضیلت ہے۔ لیکن احادیث پر گہری نظر ڈالنے سے اور اکثر آیات قرآنیہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ (قسم دوم) یعنی فضیلت جزئی میں داخل ہے۔ البتہ ترتیب

خلافت میں بعض خلفاء کی بعض پر تقدیم کو اگر فضیلت اختصاصی پر محمول کیا جائے تو زیادہ مناسب ہے جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی اس حدیث سے ظاہر ہے) کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بجز ابوبکر صدیقؓ کے اور کسی کو مقدم نہ ہونے دیا۔ نیز اس قسم کی اور بھی روایات اسی فضیلت اختصاصی پر دلیل ہے

## مقدمہ ثانیہ

**فضیلت جزئی کی سات قسمیں** فضیلت جزئیہ جو عمل کے مقابلہ میں ہوتی ہے اُس کی بھی چند قسمیں ہیں، اب اس کی اقسام میں غور کرنا چاہیے اور محل نزاع میں اُس قسم کو جاری کرنا چاہیے جس کا اعتبار کرنا اس جگہ زیادہ مناسب اور اقرب ہے۔ تاکہ فضیلت جزئیہ کا مصداق متعین ہو جائے اور جھگڑا ختم ہو۔ پس اوّل جاننا چاہیئے کہ ہر ایک عمل کو دوسرے عمل پر سات وجہ سے فضیلت ہوسکتی ہے۔ ان سات طریقوں کے سوا کوئی اور صورت مدار فضیلت نہیں ہوسکتی۔

**درجہ اوّل** ۔ خود عمل کی ماہیت یعنی اس کی صورت نوعیہ یا وصفیہ جیسے نماز فرض کی فضیلت نماز نفل پر اور اُس کی چند صورتیں ہیں۔ اوّل یہ کہ ایک شخص ہو جو تمام فرائض کو ادا کرتا ہے۔ اور دوسرا آدمی بعض فرائض کو ادا کرتا ہے اور بعض کو ترک کرتا ہے۔ اور نوافل ادا کرتا ہے۔ یا دونوں تمام فرائض کو ادا کرتے ہیں اور نوافل

زائد دیکھی بجالاتے ہیں لیکن ایک کے نوافل دوسرے کے نوافل بزرگی اور فضیلت میں زائد ہوں۔ یا ایک شخص ایسا ہو جو نماز کے اندر ذکر الٰہی تلاوت وتسبیحات وغیرہ زیادہ کرتا ہے اور دوسرا آدمی خارج نماز بہت ذکر کرتاہے یا دو شخص ایسے ہوں کہ ان میں سے ایک تو میدان جنگ میں کفار سے بہت جہاد کرتا ہے اور خطرہ کے مواقع میں گھس جاتا ہے۔ اور دوسرا آدمی لڑنے والے مجاہدین کی مدد اور دائیں بائیں سے دشمنوں کو دفع کرنے میں بہت کوشش کرتا ہے۔ یا ایک شخص جہاد کرتا ہے اور دوسرا نماز روزہ میں زیادہ مشغول رہتا ہے۔ یا دونوں کوشش پوری کرتے ہیں لیکن ایک کو بہ نسبت دوسرے کے حق اور مقصد تک زیادہ رسائی ہو جاتی ہے۔ اور خلاصہ اس وجہ کا یہ ہے کہ ایک عمل اپنی ذات میں دوسرے عمل سے افضل ہو۔

**وجہ دوم**۔ لیست عمل کی غرض اور علت، جس کو عرف شریعت میں نیت کہتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص نے اپنے عمل میں محض رضائے الٰہی کا قصد کیا ہے، اور کسی چیز کو اس کے ساتھ مخلوط نہیں کرتا اور دوسرا آدمی اگرچہ عمل میں اس کے برابر ہے۔ مگر رضائے الٰہی کے قصد میں کسی قدر کمی اور کوتاہی کرتا ہے اور دنیاوی منافع و مصالح کی نیت کو بھی اس کے ساتھ خلط کرتا ہے۔

**وجہ سوم**۔ کیفیت عمل مثلاً ایک شخص ہر عمل کو اس کے تمام آداب وسنت اور حقوق کی رعایت کرکے ادا کرتا ہے اور دوسرا آدمی

بعض آداب وسنن کو چھوڑ دیتا ہے اگرچہ عمل کو بالکل باطل نہیں کرتا۔ یا ایک آدمی ایسا ہو کہ اس کا عمل کبیرہ گناہوں میں بتلا ہونے سے اور صغیرہ گناہوں پر اصرار کرنے سے بے لوث اور پاک ہو۔ اور دوسرا آدمی باوجود طاعت وعبادت کے کبیرہ یا صغیرہ گناہوں میں بھی بتلا ہوتا ہے۔ اور اسی طرح سے حضور قلب کے ساتھ عبادت کرنے اور بے توجہی کے ساتھ عبادت کرنے میں فرق اور ذکر وتلاوت کو وضو کے ساتھ ادا کرنے اور بلا وضو کے ادا کرنے کا فرق بھی اسی قسم میں داخل ہے۔

**وجہ چہارم** ۔ کیّت عمل مثلاً دو شخص ادائے فرائض میں برابر ہیں لیکن ایک کے نوافل دوسرے سے بڑھے ہوئے ہیں۔ جیساکہ صحیح حدیث میں روایت ہے کہ (صحابہ میں) سے دو شخص ایک ہی وقت میں اسلام لائے اور دونوں نے ہجرت کی پھر ایک ان میں سے شہید ہو گئے اور دوسرے زندہ رہے۔ اس کے بعد بعض لوگوں نے کہا کہ یہ جو شہید ہو گئے دوسرے سے افضل ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شہید کے بعد زندہ رہنے والے کی نمازیں اور روزے کہاں چلے جاویں گے غرض یہ تھی کہ اگر ایک قسم کی فضیلت بوجہ شہادت کے ایک شہید کو (نصیب ہوئی تو دوسری قسم کی فضیلت بوجہ کثرت نماز روزے کے دوسرے شخص کو حاصل ہے اس لئے کسی کو یہ فیصلہ کرنے کا حق حاصل نہیں ہے کہ شہید کو غیر شہید سے افضل کہے۔

**وجہ پنجم** ۔ زمان عمل پس جو شخص ابتداء اسلام میں یا ایام قحط

میں یا کسی ایسے وقت میں جب کہ مسلمانوں پر کوئی خاص حادثہ پڑا ہوا ہو۔ کوئی عمل اور عبادت کرے یا جہاد اور صدقہ خیرات وغیرہ کرے تو (ظاہر ہے) کہ یہ اس شخص سے افضل اور بہتر ہے جو اسلام کے قوی ہونے اور اس سے مستغنی ہو جانے کے بعد عمل کرے جیساکہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات صحابہ کی فضیلت کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم لوگ احد پہاڑ کی برابر سونا بھی اللہ کے راستہ میں خرچ کردو تو حضرات صحابہ کے ایک مُدّ (تقریباً آدھ سیر) کی بلکہ نصف مُدّ (پاؤ سیر) کی برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا یعنی فتح مکہ سے پہلے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہ نسبت ان لوگوں کے افضل و اعلیٰ ہیں جنھوں نے فتح مکہ کے بعد فی سبیل اللہ خرچ کیا اور جہاد کیا، اور اسی طرح فقر و احتیاج اور تندرستی کی حالت میں ایک درہم کا حق تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنا اس سے افضل ہے کہ غنا و ثروت کے وقت اس سے بہت زائد خرچ کرے یا موت کے وقت صدقہ و خیرات کی وصیت کرے۔ اسی طرح جو فرائض کہ خوف اور مرض اور سفر اور مشقت اور قلت فرصت اور اجتماع موانع کی حالت میں ادا کئے جائیں وہ ان فرائض سے افضل ہیں جو دوسرے اوقات میں یا اطمینان کی حالت میں

ادا کئے جائیں۔ اسی طرح موت کے وقت آخر میں شغل عبادت بہ نسبت طول عمر کے بہتر و افضل ہے اور رمضان المبارک میں عمرہ کرنا حج کی برابر ثواب رکھتا ہے۔ اور جو شخص رمضان میں کوئی نفلی عبادت کرے اس کا ثواب ایسا ہوتا ہے جیسے غیر رمضان میں فرض ادا کرنے کا ثواب ہے اور جو شخص رمضان میں فرض ادا کرے تو اس کا اجر ایسا ہوتا ہے جیسے غیر رمضان میں ستر فرض ادا کرنے کا ثواب ہوتا ہے۔ اور رمضان کے بعد سب سے زیادہ افضل روزے ماہ محرّم کے روزے ہیں۔ نیز اشہر حرم میں تمام عبادات کا ثواب زیادہ ہو جاتا ہے (اشہر حرم یعنی ذی قعدہ و ذی الحجہ اور محرم اور رجب ہیں ان مہینوں میں عبادات کے مخصوص فضائل وارد ہیں ما ثبت بالسنۃ میں حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے ان کو بتفصیل جمع فرما دیا ہے)۔

**وجہ ششم** ۔ مکان عمل مثلاً جو نماز مسجد حرام یا مسجد نبوی میں ادا کی جاوے وہ دوسری جگہوں کی ہزار نمازوں سے افضل ہے۔ اور دار الحرب میں جہاد کے موقع پر روزہ رکھنا بہ نسبت دوسرے مواضع کے زیادہ افضل ہے۔ حدیث میں ہے من صام یوما فی سبیل اللّٰہ حرم اللّٰہ علی النار۔

**وجہ ہفتم** ۔ اضافہ باموِر خارجہ (یعنی نفس عمل کے علاوہ خارج سے کوئی سبب ایسا مل جاوے جس کی وجہ سے ایک عمل دوسرے سے بڑھ جائے) مثلاً فاعل کی وجہ سے یا شریک عمل

اور مقارن کی وجہ سے کوئی عمل دوسرے سے افضل ہو جائے۔ مثلاً نبی کی ایک رکعت اور اسی طرح نبی ورسول کے ساتھ نماز پڑھنے والے کی ایک رکعت بہ نسبت دوسروں کی رکعت کے افضل واولیٰ ہے۔

اسی واسطے صدقہ اور روزے اور جہاد جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عمل میں آیا یا صحابہ نے آپ کے ساتھ کیا وہ دوسرے صدقات وصیام اور جہاد سے ہزاروں درجہ افضل واولیٰ ہے۔ اسی وجہ سے حضرات صحابہؓ اپنے اُن اعمال کو جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کئے تھے۔ اپنے اُن اعمال کی برابر نہ سمجھتے تھے جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساتھ بجالاتے تھے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا اُس حج کی برابر ہے جو میرے ساتھ کیا جاوے اور قرآن مجید میں جابجا اس کی طرف اشارات موجود ہیں۔ قال اللہ تعالےٰ۔

لکن الرسول والذین آمنوا معہ جاھدوا باموالھم وانفسھم اولٰئک لھم الخیرات واولٰئک ھم المفلحون۔

ترجمہ:۔ لیکن رسول اور وہ لوگ جو اُن کے ساتھ ایمان لائے اور اور اپنی جان ومال کے ساتھ جہاد کیا انھیں کے لئے تمام بھلائیاں ہیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

اسی سے ابو ہاشم جبائی کے قول کا بطلان واضح ہو گیا۔ وہ اس بات کو جائز کہتا ہے کہ اگر کسی شخص کی عمر طویل ہو تو اس کے اعمال

اس حد تک پہنچ جائیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمال کے برابر ہو جائیں۔ نیز یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ (صحابہ میں) انسؓ بن مالک اور ابو امامہ باہلیؓ اور عبد اللہؓ ابن بشیر اور عبد اللہ بن الحارث اور سہل بن سعد ساعدی اور جابر ابن عبد اللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) جنھوں نے طویل عمریں پائی ہیں اور بہت سے اعمال صالحہ کئے ہیں وہ حضرات ذیل سے ہرگز افضل نہیں ہو سکتے یعنی ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ اور عثمان غنیؓ اور علیؓ مرتضیٰ، ابو عبیدہؓ، زیدؓ بن حارثہ، جعفر ابن ابی طالبؓ، مصعبؓ بن عمیرؓ عبد اللہؓ بن جحش، سعدؓ بن معاذ، عثمانؓ بن مظعون (رضی اللہ عنہم) حالانکہ پہلے طبقہ کے بعض حضرات ان حضرات کی وفات کے بعد تقریباً اسی نوے سال تک عبادات و اعمال صالحہ بجاتے رہے ہیں۔ اسی وجہ سے ہم یقین کرتے ہیں کہ صحابہ کرام میں سے جو شخص آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت دوسروں سے افضل تھا۔ تو (بعد وفات نبوی) ہرگز دوسرے آدمی اس کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے۔

## مقدمہ سوم

### فضیلت کی دونوں قسموں کے دو نتیجے

فضیلت خواہ اختصاصی ہو (جو بغیر کسی عمل کے حاصل ہوتی ہے) یا جزئی ہو جو عمل کے صلہ میں ملتی ہے ان دونوں قسموں کا نتیجہ دو چیزیں ہیں۔

اوّل یہ کہ حق تعالیٰ دنیا میں مفضول پر افضل کی تعظیم و تکریم کو واجب کر دیتا ہے اور اس بارہ میں افضل کے تمام انواع شامل ہیں خواہ کعبہ اور مسجد اور روز جمعہ اور ماہ رمضان اور ناقہ صالح ؑ وغیرہ ہوں جو جمادات وحیوانات اور اعراض میں سے ہیں اور خواہ انبیا اور ملائکہ اور صحابہ اور ازواج مطہراتؓ اور اولاد انبیاء وغیرہ ہوں +

دوسرے :- یہ کہ حق تعالیٰ افضل کے لئے تقرب خاص اور جنت کے اعلیٰ درجہ مقرر فرماتا ہے جو مفضول کو نہیں ملتے اور یہ اس لئے ضروری ہے کہ اگر ایسا نہ ہو تو پھر فضیلت کے کوئی معنیٰ ہی باقی نہیں رہتے ۔

اور فضیلت کا یہ نتیجہ فقط جنات اور انسان کے ساتھ مخصوص ہے ان کے سوا دوسری چیزوں کو میسر نہیں اور اس وجہ سے جن و انس کے علاوہ کسی میں جزئی فضیلت مستحق نہیں ہوتی - اور اس جگہ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ دخول جنت کبھی کبھی محض اختصاصی طور بغیر کسی عمل کے ہوتا ہے جیسے عام مومنین اور انبیاء علیہم السلام کے بچے ۔

## مقدمۂ چہارم
### افضل کی تعظیم و تکریم

جس شخص یا جس چیز کی تعظیم و تکریم کا شریعت نے ہمیں حکم فرمایا ہے

وہ صاحب فضیلت ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب | اس مقدمہ میں ایک خدشہ دل میں آتا ہے کہ ماں باپ اگر کافر ہوں تو شرعًا ان کی بھی تعظیم و تکریم اور ان کے ساتھ حسن سلوک اور احسان اور ان کے آگے عاجزی کرنا واجب ہے حالانکہ وہ کوئی فضیلت نہیں رکھتے۔

**جواب** اس کا یہ ہے کہ تعظیم و تکریم جو ان کے حق میں واجب ہے شرعی تعظیم نہیں بلکہ ایک قسم کا احسان اور حسن سلوک ہے اور احسان و مروت کو تعظیم نہیں کہہ سکتے اسی طرح کسی کے سامنے عاجزی ظاہر کرنا بھی مطلقًا اس کی تعظیم نہیں کیونکہ انسان کبھی اس شخص کے سامنے بھی عاجزی کرتا ہے جس سے ضرر کا اندیشہ ہو۔

اور کافر ماں باپ کی تعظیم شریعت میں کیسے واجب ہوسکتی ہے جبکہ ان سے علیحدگی اور بیزاری بھی شرعًا واجب ہے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (الآیۃ) وَاِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ الآیۃ ۔

بلکہ تعظیم شرعی یہ ہے کہ حب فی اللہ اور دلی محبت و دوستی پر مبنی ہو اور ایسی تعظیم اہل فضیلت کے سوا کسی کے لئے شریعت میں وارد نہیں ہوئی جیساکہ احکام شرعیہ کی تفتیش سے واضح ہے۔

## مقدمہ پنجم

### ازواجِ مطہرات کا مستحق تعظیم ہونا

یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ خدائے تعالیٰ کی تعظیم کے بعد شرع شریف میں انبیا علیہم السلام کی اس قدر تعظیم ضروری اور واجب ہے۔ کہ دوسروں کی ایسی تعظیم نہیں ہوسکتی اور بجز انبیا علیہم السلام کے کوئی اور شخص اس تعظیم کا حقدار نہیں۔ (اسی طرح) انبیا علیہم السلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کا استحقاق تعظیم نص قرآنی سے اس درجہ ثابت ہے کہ ہرگز ہرگز دوسروں کیلئے یہ استحقاق ثابت نہیں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّہَاتُہُمْ

پس سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت صحبت ازواج مطہرات کے حق میں اکثر صحابہ سے زیادہ متحقق اور ثابت ہے کیونکہ ان کی صحبت بہ نسبت عام صحابہ کی صحبت کے ایک مرتبہ اعلیٰ رکھتی ہے اور فضیلت صحبت کے ساتھ امت کے لئے دینی والدہ ہونے کا رشتہ بھی ان کی تعظیم کا سبب ہوگیا۔

## مقدمہ ششم

جب کسی کی فضیلت کے متعلق گفتگو آئے تو مطلقاً یہ سوال نہ کرنا چاہئے

کہ کون افضل ہے کیونکہ تفاضل (یعنی بعض کا بعض سے افضل ہونا) صرف انہیں دو چیزوں میں واقع ہو سکتا ہے جن کی فضیلت ایک ہی جہت سے ہو اور اس جہت میں باہم کمی زیادتی ہو۔ اگر ان کی فضیلت دو مختلف جہتوں سے ہو تو ان میں تفاضل متحقق نہیں ہو سکتا کیونکہ جب ہم یہ کہیں کہ ان دونوں میں سے وصفِ مشترک کس میں زیادہ ہے تو اس کے جواب میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ رمضان المبارک بہتر ہے۔

یا ناقہ صالح علیہ السلام اور کعبہ بہتر ہے یا نماز البتہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ مکہ مکرمہ بہتر ہے یا مدینہ طیبہ اور رمضان بہتر ہے یا ذی الحجہ اور نماز بہتر ہے یا زکوٰۃ اور ناقہ صالح علیہ السلام بہتر ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناقہ عضباء۔

اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادہ ابراہیم رضی اللہ عنہ کی فضیلت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر کوئی معنی نہیں رکھتی کیونکہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی فضیلت کسی عمل پر مبنی نہیں بلکہ محض اختصاصی ہے

## مقدمۂ ہفتم

جنت میں درجہ کا بلند ہونا کبھی کسی کے اتباع میں ہوتا ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چھوٹی اولاد کی بلندی درجہ کہ آپ کے

تبعیت کی وجہ سے ہے اور یہ بلندی درجہ اس فضیلت پر دلالت نہیں کرتی جو فضیلت جزئی کی قسم سے ہے۔

اور کبھی فضیلت اصالۃً (یعنی باستقلال) اس شخص کے عمل کے مقابلہ میں ہوتی ہے اور یہ بلندئ درجہ از قسم فضیلت جزئی افضلیت پر دلالت کرتی ہے۔

اسی طرح جنت میں داخل ہونے اور حوض کوثر پر پانی پینے کے لئے آنے اور شفاعت یا حساب وغیرہ میں کسی کا دوسروں سے مقدم ہونا یہ بھی دو قسم پر ہے ایک قسم فضیلت جزئی کی معنی میں افضلیت پر دلالت کرتی ہے اور دوسری قسم یہ دلالت نہیں کرتی۔

جیسے ان امور مذکورہ میں امت محمدیہ کا انبیا علیہ السلام سے پہلے ہونا حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلَالٍ عَلَى الْاَرَائِكِ مُتَّكِئُوْنَ

وہ لوگ اور بیبیاں جنت کے سایہ میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں

اور ارشاد ہے :-

اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ۔

ہم نے اُن کی ساتھ ان کی اولاد کو بھی ملحق کر دیا۔

## مقدمۂ ہشتم

سیادت (یعنی سرداری) اور چیز ہے اور فضیلت اور چیز کیونکہ سیادت

اس شخص کے شرف و بزرگی پر دلالت کرتی ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اس بزرگی کی وجہ سے جو ان کو حاصل ہے سادات ہیں - اور فضیلت جزئی عمل پر موقوف ہے -

اسی طرح امارت فضیلت پر موقوف نہیں - اس دلیل سے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنی امارت و خلافت کی حالت میں اس کے مامور تھے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی اطاعت کریں اور اس جگہ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ کسی شخص کی اطاعت کا کسی پر واجب ہونا اس کی دلیل نہیں کہ جس کی اطاعت واجب ہے وہ اطاعت کرنے والوں سے افضل ہے

## مقدمۂ نہم

جب فضیلت کی سات وجوہ مذکورہ میں تعارض واقع ہو جائے تو آیات قرآنیہ اور احادیث سے یہ متعین کر لینا چاہئے کہ ان میں سب سے زیادہ اعتبار و اہتمام کے لائق کون ہے پس شریعت سے یقین ثابت ہے کہ کمیت عمل کا بمقابلہ کیفیت کے اتنا زیادہ اعتبار نہیں - نیز کیفیت و کمیت کا بمقابلہ زمان عمل کے چنداں اعتبار نہیں کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے -

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ -

تم میں جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے خدا کے راستہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا

وہ دوسروں کے برابر نہوں گے۔

اور احادیث صحیحہ سے اتنی بات بوضاحت ثابت ہے کہ صحابۂ کرام کا جو عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے اور آپ کے ساتھ واقع ہوا ہے کوئی دوسرا عمل اس کے برابر نہیں ہو سکتا پس جس عمل میں صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ شریک ہو جائیں تو کوئی عمل اس کے ساتھ برابر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جماعت کی شرکت کی وجہ سے اس میں ایک نور وحدانیہ پیدا ہو جاتا ہے جیسے مرکب دواؤں میں ایک کیفیت وحدانیہ مزاج کی پیدا ہو جاتی ہے کہ مرکب کے ہر ہر جزو میں ایک تشابہ پیدا ہو جاتا ہے اور اسی لئے جماعت مشروع کی گئی ہے اور اس اعتبار سے حضرات صحابہ کو تمام امت پر فضیلت جزئیہ ثابت ہے اور پھر صحابہ کرام میں بھی حسب تصریح آیت کریمہ:۔ لَا يَسْتَوِي مِنكُمْ سبقت اور تقدم کا اعتبار کرنا ہوگا:۔ (یعنی جو حضرات صحابہ پہلے ایمان لائے ہیں وہ دوسروں سے افضل ہونگے) کیونکہ جس قدر تقدم اور سبقت زیادہ ہے اسی قدر اسلام کو تائید و تقویت کی حاجت زیادہ ہے۔ چنانچہ حدیث ذیل اس پر دلالت کرتی ہے جو آپ نے حضرت صدیق اکبر رضؓ اور دوسرے صحابہ کے حق میں فرمائی ہے

فقال صدقت وقلتم كذبت۔

انہوں نے اول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق کہا کہ آپنے سچ فرمایا اور تم سبھوں نے (اس وقت) میری تکذیب کی۔

پس اس اعتبار سے وہ لوگ جو ہجرت سے پہلے اعمال اسلامی پر کاربند ہوگئے ان لوگوں سے افضل ہوں گے جو بعد میں ان اعمال کے پابند ہوئے مثلاً حضرت ابوبکر۔ عثمان۔ علی۔ حمزہ۔ جعفر۔ عثمان بن مظعون۔ طلحہ۔ زبیر۔ مصعب ابن عمیر۔ عبدالرحمٰن ابن عوف۔ عبداللہ بن مسعود۔ سعید ابن زید۔ زید بن حارثہ۔ ابو عبیدہ۔ بلال۔ سعد۔ عمار بن یاسر۔ ابوسلمہ بن الاسد۔ عبداللہ بن جحش وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جو بالکل ابتدائے اسلام میں مشرف باسلام ہوئے دوسروں سے زیادہ افضل ہوں گے ان کے بعد وہ حضرات جنہوں نے ہجرت سے پہلے بیعت عقبہ میں پہلی مرتبہ شرکت کی اور پھر وہ حضرات جو عقبہ ثانیہ میں بیعت کے ساتھ مشرف ہوئے پھر وہ لوگ جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے پھر وہ جو ان کے بعد کے غزوات میں شریک ہوئے علی الترتیب کے موافق ایک دوسرے سے افضل ہوں گے یہاں تک کہ صلح حدیبیہ تک نوبت پہونچ جائے کیونکہ ان حضرات پر سکینت کا نازل ہونا اور ان کے قلوب کا پاک صاف ہونا نص قرآنی میں منصوص ہے۔

قال اللہ تعالیٰ فانزل السکینۃ الی آخر الآیۃ

لیکن ان غزوات مشہورہ کے بعد کوئی غزوہ ایسا نہیں جس کی شرکت کو فضیلت کا معیار و مدار رکھ سکیں کیونکہ بعد کے تمام غزوات و جہاد میں منافقین بھی شریک ہوئے ہیں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ومن حولکم من الاعراب منافقون ومن اھل المدینۃ

مردوا علی النفاق۔
اور بعض تمہارے گردو نواح کے اعراب منافق ہیں اور بعض اہل مدینہ -
بھی اپنے نفاق پر اڑ رہے ہیں -
تنبیہا :۔اس تمام تقریر کے بعد ہم اس مقصد پر آگئے کہ ان تمام
حضرات صحابہ میں سب سے زیادہ افضل کون ہیں اور یہی بات اصل میں
محل نزاع اور اس سارے رسالہ کا مقصود بالذکر ہے ۔کیونکہ کلام خلفا
اربعہ میں ہے اور یہ سب کے سب اتنی بات میں تو شریک ہیں کہ قدیم
الایمان اور دوسرے اکثر صحابہ سے سابق و مقدم ہیں ۔

## مقدمۂ دوم

افضل کو متعین کرنے کے دو طریق ہیں - اوّل حضرت شارع
علیہ السلام کی جانب سے کوئی تصریح - دوم ۔احوال و اعمال کی تفتیش
و تلاش ۔لوگ کہتے ہیں کہ پہلا طریق (اسجگہ) مخدوش ہے کیونکہ نصوص
احادیث میں تعارض ہے ہم کہتے ہیں کہ تعارض اسوقت واقع ہوتا ہے
جب ایک ہی لفظ دو شخصوں کے بارے میں وارد ہوا ہو اور وہ دونوں
کی افضلیت پر دلالت کرتا ہو لیکن تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ واقعہ
ایسا نہیں ہے ۔
بلکہ لفظ اصل و خیر حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے حق میں وارد
ہوا ہے اور لفظ سرداری اور محبوبیت و شرافت حضرت علی مرتضیٰ اور

فاطمہ و عائشہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں وارد ہوئے ہیں اور پہلے گذر چکا ہے کہ لفظ سرداری و محبوبیت و شرافت فضیلت جزئی پر دلالت کرتے ہیں۔ اس لئے درحقیقت دونوں قسم کی روایات میں کوئی تعارض نہ رہا۔

## اعمال کے اعتبار سے افضل و مفضول

### کی تحقیق اور حضرت ابوبکر صدیق کا سب سے افضل ہونا

لیکن دوسرا طریقہ کہ احوال و اعمال کی تفتیش ہے سو اس سلسلہ میں ایک بڑا عمل جہاد ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضہ حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ سے عمل جہاد میں افضل ہیں تو جواب دیا جائے گا۔ کہ جہاد کی تین قسمیں ہیں اول جہاد زبانی جو تبلیغ اسلام اور تعلیم شرائع اور وعظ و نصیحت اور ترغیب و ترہیب کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے دوسرے جہاد ابتداء جنگ سے پہلے بذریعہ رائے و تدبیر اور مخالفین پر رعب ڈالنے اور مسلمانوں کو جہاد کے لئے ایک مرکز پر جمع کرنے اور مخالفین کی جماعت میں تفریق ڈالنے سے۔ سوم جہاد ہاتھ سے بذریعہ تیغ و تفنگ وغیرہ اور بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم (اپنے عام حالات میں) اول کی دو قسموں میں مشغول رہے ہیں نہ کہ قسم ثالث میں۔ اور قسم ثالث یقیناً جہاد کی تینوں مرتبوں میں سے کم درجہ ہے اور ابتدائی دونوں قسموں میں ابوبکرؓ و عمرؓ تمام صحابہ سے پیش پیش رہیں کیونکہ حضرت

صدیق اکبرؓ کی تبلیغ اسلام کے بالکل ابتدائی زمانہ میں عمائد صحابہ مسلمان ہوئے ہیں اور وہ ہمیشہ اسی دعوت و تبلیغ میں مشغول رہے ہیں۔ اور جس روز سے حضرت فاروق اعظمؓ اسلام لائے تو اسلام کو عزت اور غلبہ حاصل ہوگیا۔ اور مکہ مکرمہ میں اسلامی عبادات کا علی الاعلان رواج ہوگیا اور رائے و مشورہ میں یہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشیر اور وزیر رہتے تھے اور کوئی غزوہ اور کوئی مہم بغیر اُن کے مشورہ کے عمل میں نہیں آئی۔ اور مسلمانوں کی جمعیت فراہم کرنے اور مخالفین اسلام کی جمعیت میں تفریق ڈالنے میں ہمیشہ ان حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں اوروں سے زیادہ مساعی جمیلہ پیش کی ہیں نیز یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ بہادر تھے۔ اور آپ نے انہیں دو قسم کا جہاد اختیار فرمایا ہے اس لئے یہ دو قسمیں نسبت تیسری قسم کے افضل ہیں اور ابوبکرؓ و عمرؓ اوران دونوں قسم جہاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہرگز جدا نہ ہوتے تھے اس لئے اون کا جہاد دوسرے صحابہ مثلاً علی مرتضیٰ اور زبیر اور حمزہ اور مصعب اور ابوطلحہ اور سعد ابن معاذ اور سماک ابن حربؓ کے جہاد سے افضل اور بہتر ٹھہرا۔ اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکثر سریئے (یعنی وہ جہاد جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود شریک نہیں ہوئے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی سرکردگی میں انجام پائے ہیں اور اس کے ساتھ حضرت فاروق اعظمؓ نے جہاد کی تیسری قسم میں بھی شرکت فرمائی ہے جیسا کہ تواریخ معتبرہ اس پر گواہ ہیں۔

اور منجملہ ان اعمال کے جو مدار فضیلت بن سکتے ہیں ایک علم بھی ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ علی مرتضیٰ رض علم میں دوسرے سب صحابہ سے افضل تھے اور حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون

جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر نہیں ہو سکتے۔

(اس لئے حضرت علی سب سے افضل ہوئے) ہم کہتے ہیں کہ زیادتی علم دو طرح معلوم ہو سکتی ہے اول کثرت روایات اور کثرت فتاویٰ سے دوسرے اس بات سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی اس شخص کو کوئی ایسا کام سپرد فرمایا ہو جس کا تعلق علم سے ہو۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر معاملہ میں اسی شخص کو کام سپرد فرماتے تھے جو اس کام میں دوسروں سے اکمل و افضل ہو۔

اور یقینی طور پر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رض کو نماز اور حج اور جہاد پر امیر بنایا ہے۔ اور حضرت عمر رض کو صدقات وصول کرنے کے لئے عامل بنا کر بھیجا ہے نیز یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ اکثر روایات صدقات کی حضرت صدیق اکبر رض سے دنیا کو پہنچی ہیں اور مسائل زکوٰۃ کی انہیں نے شرح فرمائی ہے اور جو زکوٰۃ کے متعلق حضرت علی مرتضیٰ سے منقول ہو اس کا ثبوت درجہ صحت کو نہیں پہونچا بلکہ اس میں ایک وہم واقع ہو گیا جس کی وجہ سے علماء اسلام میں سے کسی نے اس کو اختیار نہیں کیا۔ اور وہ موقع وہم یہ ہے کہ اس حدیث علی رض میں پچیس اونٹ ہونے کی صورت میں

(بجائے اونٹ کے) پانچ بکریاں واجب کی ہیں۔

نیز یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ ہمیشہ سفر و حضر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شریک صحبت و مشورہ و مدارات رہتے تھے اور ظاہر ہے کہ بغیر علم تام کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو اپنا وزیر و مشیر نہ بناتے۔

اور جس قدر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت زیادہ ہوگی احکام اور فتاوی پر اطلاع زیادہ اور مکمل ہوگی۔ پس حضرت صدیق اکبرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بہت تھوڑی مدت زندہ رہے۔ اور لوگوں کو صحبت نبوی کے ساتھ قریب العہد ہونے کی وجہ سے اس کی حاجت نہ تھی کہ صدیق اکبرؓ سے روایات حاصل کریں اس کے علاوہ صدیق اکبرؓ مدینہ طیبہ سے بجز ضرورت حج وغیرہ کے کہیں باہر تشریف نہیں لے گئے کہ بلاد بعیدہ کے رہنے والے آپ سے روایات حاصل کرتے اور باینہمہ اون سے ایکسو بیئنالیس ۱۴۲ صحیح حدیثیں مروی ہیں جن کو اجلاء صحابہ نے ان سے روایت کیا ہے۔

ان روایات کرنے والوں میں حضرت علی مرتضیٰؓ فاروق اعظمؓ عثمان غنیؓ بھی داخل ہیں اور حضرت علی مرتضیٰؓ باوجود طول عمر کے جس کا امتداد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد تقریباً تیس سال تک ہوا ہے اور اسفار بعیدہ کے اور باوجود اس کے کہ لوگ زمانہ نبوی کے بعید ہو جانے کے سبب ان سے روایت کرنے کے زیادہ محتاج تھے اور باوجود ان موانع کی کثرت کے جو روایت کرنے کی طرف داعی تھے کل روایات

پانسو چھیاسی (۵۸۶) احادیث ہیں۔

پس اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مدت حیات کو دوسروں کی مدت حیات کے ساتھ موازنہ کیا جائے اور ان موانع کو جو صدیق اکبرؓ کے عہد میں روایت کرنے کے درمیان حائل تھے اور ان موانع کے ساتھ قیاس کیا جائے جو دوسرے حضرات کے زمانہ میں تھے تو یقین ہو جائے گا کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے نزدیک دوسروں سے بہت زیادہ علم تھا اور اسی پر فتاوی کو قیاس کرنا چاہئے اور یہی حال حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ہے اس لئے کہ ان کی احادیث مسندہ پانچسو تینتیس (۵۳۳) حدیث ہیں اور فتاوی ان کے حد سے زیادہ ہیں بلکہ آپ نے ہر ایک مسئلہ فقہی پر کلام کر کے تحقیق حق فرمائی ہے اور مسائل عقائد و تصوف و تفسیر کا بھی پورا بیان فرمایا ہے کہ اگر ان کو جدا جدا جمع کیا جائے تو تینوں علوم عقائد تصوف و تفسیر میں ایک ایک مستقل کتاب کافی و شافی تیار ہو جائے چنانچہ صاحب ازالۃ الخفاء (یعنی حضرت شاہ ولی اللہؒ) نے اس بارہ میں پوری کوشش کی اور ان کی تمام روایات و فتاوے کو جمع کر کے ایک مستقل کتاب مرتب کر دی ہے۔

اور یہ معلوم ہے کہ مدت عمر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ستر سال کے قریب اور حضرت عمرؓ کی عمر سے زائد ہے اور اس مدتِ عمر میں حضرت علیؓ کی مسانید (روایت کردہ احادیث) حضرت عمرؓ عنہ کی مسانید سے صرف انچاس احادیث زائد ہوتی ہیں۔

اور حضرت مرتضیٰؓ کے عہد میں کوئی مختلف فیہ مسئلہ منقح نہیں ہوا اُن کے فتاوی قاطع نزاع نہیں ہے۔ بخلاف حضرت عمرؓ کے اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس بہ نسبت دوسروں کے دوگنا چوگنا علم ہے اور جبکہ حضرت عمرؓ کی احادیث و فتاوی کا مقابلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی احادیث و فتاوی کے ساتھ کیا جائے تو اس زیادت علم کا کوئی شخص منکر نہیں ہو سکتا۔

**علم قرآن** اور اسی بحث کا ایک اہم جزو علم قرآن ہے۔ اور اس میں یہ بات یقینی ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ کو علم قرأت میں حضرت صدیق اکبرؓ و عمرؓ رضی اللہ عنہما سے باتفاق مورخین کوئی زیادتی حاصل نہ تھی بلکہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ و علیؓ اس بارہ میں سب کا درجہ مساوی تھا۔ اور عثمان غنیؓ کو اس میں سب پر کھلی ہوئی زیادتی حاصل تھی۔

**امامت** نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امامت نماز میں حضرت ابو بکرؓ کو حضرت علیؓ پر مقدم کرنا بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت علی رضؓ حضرت ابو بکرؓ سے زیادہ قاری نہ تھے اور نہ زیادہ عالم و فقیہ۔

**تقویٰ** اور منجملہ ان امور کے جن پر فضیلت کا مدار ہے ایک تقویٰ اور اتباع شریعت ہے اور یقین معلوم ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے کسی وقت کوئی کلمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف نہیں فرمایا جیسا کہ صلح حدیبیہ کے واقعہ میں اور غزوہ بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے کے بارہ میں معلوم ہے (کہ بعض اجلہ صحابہ نے رائے کے درجہ میں اختلاف کیا۔ مگر

حضرت صدیقؓ کی رائے اب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے موافق ہی رہی) اوران کا ارادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے ارشاد کے کبھی خلاف نہیں ہوا۔ اور آپ کے ارشادات کی تعمیل میں ہرگز سستی نہیں کی۔ اور حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کے حال سے معلوم ہے کہ وہ ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کے معاملہ میں اور نماز تہجد کی تقیید میں مورد عتاب ہوچکے ہیں۔

زہد | اور منجملہ ان اوالِ اعمال کے جن کے ذریعہ افضل و اعلیٰ کا یقین ہو سکتا ہے ایک زہد ہے (یعنی دنیائے فانی سے اعراض) کہا جاتا ہے کہ سب سے زیادہ زاہد حضرت علی مرتضیٰ رضؓ تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ زہد نام ہے دنیا کی لذتوں اور اولاد و خدام اور بیبیوں اور حشم و خدم سے بے رغبت ہونیکا اور یقین معلوم ہے...... کہ حضرت صدیق اکبرؓ جب ایمان لائے تو بہت مال رکھتے تھے اور وہ سب کا سب اللہ تعالیٰ کے راستہ میں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی رضا جوئی میں خرچ کر دیا اور عاجز مسلمانوں کی ایک جماعت جو کفار کی غلامی میں مقید تھی ان کو خرید کر آزاد کر دیا یہاں تک کہ اُن کے مال میں سے ایک درہم باقی نہیں رہا اور اس جہان سے اس طرح گذرے کہ کوئی زمین جائداد اپنے لئے نہیں خریدی اور بیت المال سے بھی صرف اس قدر لیتے تھے جس سے بہت معمولی گذارہ ہوسکے اور پھر جب مال غنیمت میں سے کچھ روپیہ ہاتھ آجاتا تو اس کے بدلہ بیت المال پر خرچ کر دیتے تھے۔

بخلاف حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کے کہ زمین جائداد خریدی اور کھیت اور

باغ لگائے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا حال بھی صدیق اکبرؓ کے قریب قریب ہے جیسا کہ اس وقت تمام صحابہ نے اس کی گواہی دی ہے لیکن جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو چار بیبیاں چھوڑیں اور نوے نوکر چاکر اور غلام چھوڑے اور تقریباً اَسّی آدمی۔ اولادیں چھوڑے اور ان سب کے لئے اتنی زمین، جائداد چھوڑ گئے کہ اس کی وجہ سے سب مالدار تھے۔ اور قصبہ ینبع جس کی پیداوار میں غلّہ اور زراعت کے علاوہ ایک ہزار وسق کھجور کی آمدنی تھی وہ بھی آپ کے ترکہ میں تھا۔ بخلاف حضرت عمرؓ کے نیز حقیقی زہد یہ ہے کہ نہ خود دُنیا کی لذّت اٹھائے اور نہ اپنے اقارب اور اولاد کو اس سے متمتع ہونے دے۔ اور حال حضرت ابوبکرؓ کا یہی ہے کہ حضرت طلحہؓ ابن عبیداللہ رضی اللہ عنہ جیسے عالم اور بزرگ اونکے بھتیجے تھے۔ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر جیسے جلیل القدر صحابی اُون کے صاحبزادے اور حضرت صدیقہ عائشہؓ جیسی اُون کی صاحبزادی تھیں لیکن ان میں سے کسی کو کسی صوبہ کا حاکم نہیں بنایا۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے اپنے قبیلہ بنی عدی میں سے کسی کو حاکم کسی صوبہ کا نہیں بنایا لیکن نعمان بنی عدی کو کچھ دنوں کے لئے علاقہ مسان پر حاکم بنا دیا تھا تو بہت جلدی معزول کر دیا۔ حالانکہ قبیلہ بنی عدی میں حضرت سعیدؓ بن زید اور ابوجہیم ابن حذیفہ اور خارجہ بن حذیفہ اور معمرؓ عبداللہ بن عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام موجود تھے۔ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بصرہ کا حاکم بنایا اور عبیداللہ

بن عباس رضؓ کو یمن کا اور حضرت عباسؓ کے صاحبزادے قثم و معبد کو مکہ اور مدینہ کا اور اپنے بھانجے جعدہ ابن ہبیرہؓ کو خراسان کا اور محمد ابن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصر پر والی مقرر فرمایا - اور حضرت امام حسنؓ کو خلیفہ مقرر فرمایا - اور اگرچہ یہ سب حضرات (فی الواقع) ان عہدوں کے لائق اور مستحق تھے (اور اس بنا پر کسی طرح یہ نہیں کہا جا سکتا کہ معاذ اللہ حضرت علیؓ نے محض رشتہ داری کی رعایت سے ان کو والی بنا دیا تھا - مگر درجہ تفاضل و تفاوت مراتب میں یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ) حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خویش و اقارب میں بھی ان عہدوں کے مستحقین موجود تھے جیسا کہ ہم شمار کر چکے ہیں (مگر انھوں نے ان لوگوں کو کوئی منصب نہیں دیا) اس سے معلوم ہوا کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا زہد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ بڑھا ہوا تھا کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زہد صرف اپنی ذات پر تھا خویش و اقارب پر نہ تھا۔

**صدقہ** اور منجملہ ان اوصاف کے جو مدار فضیلت ہیں ایک صدقہ اور انفاق فی سبیل للہ ہے اور یہ بات خود ظاہر ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ کو حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے اس بارہ میں چنداں مشارکت نہیں - اگرچہ کچھ کہا جا سکتا ہے تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ اس معاملہ میں سبقت لے گئے ہیں لیکن حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ ان پر بھی جہاد اور علم اور زہد میں افضلیت رکھتے ہیں اور یہ جو کہا جاتا کہ حضرت مرتضیٰؓ نے کبھی بت پرستی نہیں کی بخلاف دوسرے صحابہ کے (کہ قبل از اسلام ان سے اس کا

صدور ہوا ہے) سو اس کا جواب یہ ہے کہ بوجہ کم عمری کے بُت پرستی کی نوبت نہ آنا کوئی بڑی بزرگی اور فضیلت کی بات نہیں اور باجماع ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر تریسٹھ سال ہوئی ہے اور ہجرت کے چالیسویں سال فوت ہوئے ہیں۔ اور ہجرت سے پہلے تیرہ سال کی عمر میں تھے اس سے معلوم ہوا کہ بعثت نبوی کے بعد ان کی عمر دس سال تھی اور اس عمر میں ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں پرورش پائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ظاہر ہے کہ بُت پرستی میں کبھی مشغول نہ ہوئے تھے اور بچوں کا بھی قاعدہ ہے کہ جیسا اپنے بڑوں کو دیکھتے ہیں ویسا ہی عمل کرتے ہیں اور اگر مطلقاً بت پرستی نہ کرنا موجب افضلیت قرار دیا جاوے تو لازم آتا ہے کہ ہر بچہ جو اسلام میں پیدا ہو بہ نسبت حضرت حمزہ اور جعفر اور سلمان اور عمار رضی اللہ عنہم کے افضل ہو۔

**سیاست** | اور منجملہ ان امور کے جن پر مدار فضیلت ہے ایک خلافت وسیاست بھی ہے۔ اور حسن سیاست اور رعایا کی ذمہ داری بہت سے اعمال کا مجموعہ ہے۔

اور اس معاملہ میں بھی افضلیت حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی ظاہر باہر ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد سب سے پہلے مرتدین کا فتنہ پیدا ہوا۔ اور اس شدید ہنگامہ کے وقت کوئی شخص حضرت صدیق اکبرؓ سے زیادہ ثابت قدم ثابت نہ ہوا۔ اور انہیں کی حسن سیاست (خوش تدبیری) سے یہ فتنہ بالکل دفع ہو گیا

پھر کسریٰ و قیصر کا مقابلہ ہوا اور اسلام کا غلبہ ظاہر ہوا۔ یہاں تک کہ فارس و عراق کی حدود دارالاسلام بن گئی۔ اور حاجتمند مسلمان مالدار ہو گئے اور جو مسلمان ذلیل سمجھے جاتے تھے وہ عزت والے ہو گئے اور ان کا آپس میں ذرا اختلاف نہیں ہوا۔ اور سب کے سب قرأۃ قرآن اور تفقہ فی الدین میں مشغول ہو گئے۔ اور حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں یہ تمام امور تمام و کمال کو پہنچ گئے بخلاف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کہ ان کے عہدِ خلافت میں کوئی بستی فتح نہیں ہوئی اور اہلِ اسلام کو بجز خانہ جنگی اور جدال و قتال کے کوئی کام نہیں رہا۔ قراءت قرآن اور عبادات (ایک گونہ فراموش ہو گئے اور اکابرِ اسلام پر طعنہ بازی اور باہمی عیوب کے تجسس اور ایک دوسرے کی بدگوئی کے سوا کوئی کام نہ رہا۔

پس آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو تمام اوصاف کمال علم قراءت۔ جہاد۔ زہد تقویٰ۔ خشیت صدق عشق۔ اطاعت خدا و رسول۔ حسن سیاست۔ وغیرہ میں وہ مرتبہ حاصل ہے کہ دوسروں کو ہرگز حاصل نہیں۔ اور حضرت شارع علیہ السلام نے انہیں امور کو مدارِ فضیلت و قرب قرار دیا ہے اور یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ سرداری اور شرافت اور عالی نسب ہونا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ رشتہ داری کا قرب اور اس قسم کے دوسرے امور ان فضائل متنازع فیہا کے

ساتھ کوئی مس نہیں رکھتے۔

## مقدمہ یازدہم

حضرت عثمانؓ غنی اور علیؓ مرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے متعلق علماء کو اختلاف ہے کہ ان دونوں میں سے کون افضل ہے اور اس بارہ میں کوئی قطعی فیصلہ ہمارے لئے ممکن نہیں۔ اس لئے کہ ان دونوں کے فضائل ہم پلہ ہیں۔ کیونکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قرارت قرآن میں باجماع افضلیت حاصل ہے اور لوگوں کو انہیں کے نسخہ قرآن پر جمع کرنا باجماع ثابت ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ کو بہ نسبت ان کے فتاویٰ اور اجتہاد اور روایات احادیث میں زیادتی حاصل ہے اسی طرح جہاد۔ میں دست بدست طعن و ضرب میں حضرت علی رضؓ کے بڑے بڑے کارنامے ہیں۔ اور حضرتِ عثمان رضؓ کے معاملات جہاد میں لشکر اسلام کی اعانت اور بے دریغ مال خرچ کرنے کی فضیلت حاصل ہے نیز حضرت عثمان رضؓ مسلمان کے قتل کرنے میں بہت سخت احتیاط فرماتے تھے اور اپنے قتل ہونے اور قید و حصار کی مشقت برداشت کرنے پر صبر عظیم رکھتے تھے۔ اور حضرت علی کو دشمنوں کے بارہ میں اپنی زبان روکنے اور کلمہ حق کے سوا ان کے بارہ میں کوئی کلمہ منہ سے نہ نکالنے میں ایک عظیم الشان فضیلت حاصل ہے۔

## خلاصہ

یہ کہ فضائل علمیہ دونوں کے ہم پلہ اور متعارض ہیں اور فضیلت اختصاصی یعنی عنداللہ کسی کا خیر و افضل ہونا اس میں دونوں شریک ہیں۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال اور جبکہ یہ گیارہ مقدمات ختم ہوئے تو کتاب تحفۂ اثنا عشرہ کا خاتمہ بھی تمام ہوگیا۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔
وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ وسلم تسلیماً۔

کتبہ:۔ احقر محمد شفیع غفرلہ

# عزیز الاقتباس
## فی فضائل
# اخیار الناس

( فارسی متن )

تالیف : شاہ عبدالعزیز دہلوی رح
فارسی ترجمہ : مرزا حسن علی لکھنوی رح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین ۔ قال الشیخ الامام العلامہ افضل المتاخرین مسند الوقت الشیخ عبدالعزیز العمری المحدث الدہلوی رضی اللہ عنہ ۔

# فضائل خلفائے اربعہ

اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ سَیِّدَا کُہُوْلِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اِلَّا النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ ۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ ۔ ابوبکر و عمر سردار میانہ سالان اہل جنت اند از پیشینان و پسینان مگر پیغمبران و رسولان و بروایت مسند احمد کہول الجنۃ و شابہا وارد شدہ یعنی سردار میانہ سالان و جوانان اہل بہشت اند ۔

**فائدہ** ۔ این حدیث دلالت می کند بر افضلیت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ بر جمیع امت بعد پیغمبر خدا صلعم و ہمیں مطابق قران و احادیث کثیرہ و اقوال صحابہ و تابعین است و بران اجماع اہل سنت و جماعت است و کسیکہ خلاف آن گفتہ است از درجہ اعتبار ساقط زیراکہ مخالف نصوص

قطعیہ و اجماع است ۔ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَلِیِّیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ رَوَاہُ ابو یعلٰی ۔ عثمانؓ ابن عفان دوست من است در دنیا و آخرت۔ یَا عَلِیُّ اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیْ ۔ اے علی تو برادر من ہستی در دنیا و آخرت ۔ اَبُوْبَکْرٍ مِّنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ وَاَبُوْبَکْرٍ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ۔ رواہ الفردوس الدیلمی ۔ ابوبکرؓ از من است و من از ابوبکرؓ و ابوبکرؓ برادر من است در دنیا و آخرت و ایں کنایتست از قرب و منزلت و کمال اتحاد و بے تکلفی در معاملات و انبساط در مقدمات ۔

ان اللہ تعالےٰ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِہٖ ۔ رواہ الترمذی واحمد ۔ ہر آئینہ خدائے تعالےٰ گردانید حق را بر زبان عمرؓ و دل او و بطبق ان بست و شش احکام شرعیہ منجملہ آں چند آیات خدا و حجاب گرفتن مقام ابراہیم مصلے وغیرہ ذلک مطابق قول حضرت عمرؓ نزول یافتہ و ایں امر در کتب احادیث واضح البیان است ۔

عُثْمَانُ اَحْیٰی اُمَّتِیْ وَاَکْرَمُھَا ۔ رَوَاہُ ابو نعیم ۔ عثمانؓ حیامند ترین امت منست و جوانمرد و سخی ترین امت ۔

یَا عَلِیُّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ نَبِیَّ بَعْدِیْ رَوَاہُ والترمذی ۔ اے علیؓ تو از من منزلت ہارون باموسیٰؑ داری یعنے در حصول درجہ اخوت و قرب منزلت و کمال اتحاد و رفع تکلفات و ظہور اختلاط مگر آنکہ نیست پیغمبرے بعد از من و ایں حدیث در بیان علو منزلت حضرت امیرؓ ظاہر است ۔

اَبُوْبَکْرٍ صَاحِبِیْ وَمُوْنِسِیْ فِی الْغَارِ سُدُّوْا کُلَّ خَوْخَۃٍ اِلَّا بَابَ اَبِیْ بَکْرٍ
رَوَاہُ عبداللہ بن احمد :- ابوبکرؓ یار من است واین لقب راخداتعالے
در کلام مجید یوی ارزانی فرمودہ است و مونس منست در غار بندکنید ہر دریچہ
را یعنی آنکہ در مسجد بود مگر دریچہ ابوبکرؓ واین اشارتیست بسوی خلافت ۔
اِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلٰی شَیَاطِیْنِ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ قَدْ فَرُّوْا مِنْ عُمَرَ رَوَاہُ
والترمذی ۔ ہرآئینہ می بینم بسوئے شیاطین انسان وجن کہ بگریختند از عمرؓ و
این بآں سبب بود کہ عمر رضی اللہ عنہ صورت جلالیہ رسول کریم بود چنانکہ صدیقؓ
اکبر وعثمانؓ صورت جمالیہ آں حضرت وحضرت علی رضی اللہ عنہ نیز ہمرنگ عمرؓ بود ۔
اِنَّ اَشَدَّ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ بَعْدَ نَبِیِّھَا حَیَاءً عُثْمَانُ رَوَاہُ ابونعیم
بدرستیکہ زیادہ ترایں امّت بعد پیغمبر خود در وفور و کثرت حیا عثمانؓ است ۔
اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا ۔ رَوَاہُ الترمذی ۔ منم دار حکمت و
علی دروازہ آنست ۔
اَنْتَ عَتِیْقُ اللّٰہِ مِنَ النَّارِ قَالَہٗ لِاَبِیْ بَکْرٍ ۔ رَوَاہُ الترمذی ۔ تو
آزاد کردہ خدائے تعالے ہستی از آتش دوزخ گفت این کلام را برائے حضرت
ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ ۔
اَلْحَقُّ بَعْدِیْ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حَیْثُ کَانَ ۔ رَوَاہُ الحکیم الترمذی
حق بعد من با عمرؓ بن الخطاب است ہر جائیکہ باشد ۔
مَا زَوَّجْتُ عُثْمَانَ اُمَّ کُلْثُوْمٍ اِلَّا بِوَحْیٍ مِنَ السَّمَاءِ ۔ رَوَاہُ الطبرانی
تزویج نکردہ ام اُمِّ کلثوم را بعثمانؓ مگر بسبب وحی از آسماں ۔

إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِي أَنْ أُزَوِّجَ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِيٍّ۔ رَوَاهُ الطبرانی
ہرآئینہ خدائے تعالےٰ امر کرد مرا کہ تزویج کردہ وہم فاطمہ بعلی کرم اللہ وجہہٗ
أَمَنُّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي مَالِهِ وَصُحْبَتِهِ أَبُوْ بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا
لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا وَلٰكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ۔ رَوَاهُ مُسْلِم۔ احسان کنندہ
ترین مردمان برمن در مال خود وصحبت خود ابوبکرؓ است واگر ازے کہ میگرفتمے
دوست کہ جانی کہ بحکم یک روح و دو قالب دارد و مرجع کار ہر امر باشد و
در روایۃ صحیحین بزیادت غیر ربی است یعنے سوائے پروردگار من ہرآئینہ
می گرفتمے ابابکر را خلیل ولکن اخوت اسلام افضل است و چوں ایں مرتبہ
بخدائے تعالےٰ مخصوص است لہٰذا بہ نسبت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ متوقف
گردید و در بعضے روایات حدیث آمدہ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ را قبل از
وفات شریف آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مرتبہ خلت بہ آں جناب رسالت
حاصل گردیدہ و مراد ازاں مرتبہ است کہ درمرتبہ قرب منزلت و اتحاد در حق بشر
انتہا دارد و ایں معنےٰ از معاملہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بصدیق اکبر
غایت وضوح دارد من شاء فلیرجع إلى كتب الاحاديث والسير۔

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى بَاهَى بِمَلَائِكَتِهِ يَوْمَ عَرَفَةَ وَبَاهَى بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ
خَاصَّةً وَمَا فِي السَّمَاءِ مَلَكٌ إِلَّا وَهُوَ يُوَقِّرُ عُمَرَ وَمَا فِي الْأَرْضِ
شَيْطَانٌ إِلَّا وَهُوَ يَفِرُّ مِنْ عُمَرَ۔ رَوَاهُ ابْنُ عَسَاكِر۔ ہرآئینہ خدائے تعالےٰ
فخر می کند بہ فرشتگان خود روز عرفہ عموماً و بعمر بن الخطاب خصوصاً وایں مباہات
برائے حضور حاجیان در عرفہ است و نیست در آسمان فرشتہ مگر آنکہ توقیر

می کند عمر و رانیست در زمین شیطانے مگر می گریز د از عمرؓ ۔
لکل نبی رفیق فی الجنۃ ورفیق فیھا عثمان ۔ رواہ الترمذی
ہر پیغمبر را رفیقی است در بہشت و رفیق من در آن یعنی بہشت عثمانؓ است ۔
من کنت ولیہ فعلی ولیہ ۔ رواہ احمد والترمذی ۔ کسیکہ
باشم محب و مددگار او پس علیؓ محب و مددگار اوست ۔
ان اللہ تعالے یکرہ فوق سمائہ ان یخطاء ابوبکر الصدیق
فی الارض ۔ رواہ الحارث والطبرانی ۔ وابن شاہین فی سنتہ ہر آئینہ
خدائے تعالے مکروہ میدارد بالائے آسمان زیراکہ منسوب بخطا شود ابوبکرؓ
در زمین ۔
لما اسلم عمر اتانی جبریل فقال استبشر اھل السماء با
سلام عمر ۔ رواہ الحاکم ۔ ہرگاہ اسلام آورد عمرؓ آمد بمن جبریل پس
گفت کہ ہر آئینہ خوش گردیدند اہل آسمان باسلام عمرؓ ۔
لید خلن بشفاعۃ عثمان سبعون الفا قد استوجبوا النار
الجنۃ بغیر حساب ۔ رواہ ابن عساکر ۔ ہر آئینہ در آیند بشفاعت
عثمان ہفتاد ہزار ـــــ بہ تحقیق مستوجب دوزخ بودند در بہشت بے حساب
یعنے بدون محاسبہ اعمال بر ایشان و این ہمہ باظہار علو منقبت صاحب
شفاعت است ۔
ان اللہ جعل ذریۃ کل نبی فی صلبہ وان اللہ جعل ذریتی فی صلبہ
علی بن ابی طالب ۔ رواہ الطبرانی ۔ بدرستیکہ خدائے تعالے گردانید اولاد

ہر پیغمبر را در پشت او پدر ستیکہ ساخت اولاد مرا در پشت علیؓ بن ابی طالب کرم
و سرش آن ست کہ علیؓ بن ابی طالب گویا صورت مثالیہ آنحضرت بودہ و یا
عینک مطالعہ او و نسبتش بآنحضرت نسبت فروع با اصل و یا ظل با صاحب ظل
است و دریں جا سر معنے انفسنا انفسکم راست آید۔

إِقْتَدُوا بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ أَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ فَإِنَّهُمَا حَبْلُ اللّٰهِ مَمْدُوْدٌ وَ
مَنْ تَمَسَّكَ بِهِمَا فَقَدْ تَمَسَّكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا۔ رَوَاهُ الطبرانی
اقتدا کنید و پیروی نمائید باں دو کس کہ بعد از من اند از ابوبکرؓ و عمرؓ پس بہ تحقیق
ایں ہر دو کساں رسن خدائے تعالےٰ اند دراز شدہ و کسیکہ تمسک کرد بایشاں
پس بتحقیق تمسک کرد بحلقہ مضبوط کہ آن را انقطاع و گسستگی نیست و حبل اللہ کنایہ
است از دین خدائے تعالےٰ باشارہ قرآن مجید، واعتصموا بحبل اللہ جمیعا۔
یعنے چنگل زنید برسن خدائے تعالےٰ ہمہ شما و عروۃ الوثقی نیست ازیں و باین نیز
اشارتیست در قرآن شریف " فقد استمسک بالعروۃ الوثقی " یعنے بتحقیق چنگل زد
بحلقہ مضبوط یعنے دین اسلام۔

إِنَّ عُثْمَانَ لَأَوَّلُ مَنْ هَاجَرَ إِلَى اللّٰهِ بِأَهْلِهِ بَعْدَ لُوْطٍ۔ رَوَاهُ
الطبرانی۔ بدرستیکہ عثمانؓ ہر آئینہ اول کسی است کہ ہجرت کرد ہمراہ زوجہ
خود یعنے رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بسوے خدائے تعالےٰ
بعد از پیغمبر لوط علیہ السلام۔

لَا يُحِبُّكَ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَا يُبْغِضُكَ إِلَّا مُنَافِقٌ قَالَهُ لِعَلِيٍّ۔ رَوَاهُ الترمذی
دوست ندارد ترا۔ مگر مومن و دشمن ندارد ترا۔ منافق ایں کلام را در حق

حضرت علی رضی اللہ عنہ یعنی دوستی یا علیؓ علامتِ ایمانست و دشمنی با علیؓ علامت نفاق ۔

انا اَوّلُ مَن تَنشَقُّ عَنهُ الاَرضُ ثُمَّ اَبُوبکرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ اٰتِی اَھلَ البَقِیعِ فَیُحشَرُونَ مَعِی ثُمَّ اَنتَظِرُ اَھلَ مَکَّةَ حَتّٰی اُحشَرَ بَینَ الحَرَمَینِ رَوَاہُ التِّرمذی ۔ منم اول کسیکہ شق گردد زمین بوقت برآمدن آنکس درہنگام قیامت پسترابُو بکر پسترعُمر پس بیایم بسوئے اہل بقیع کہ مقبرہ ایست در مدینہ قریب بروضہ مطہرہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس یک جا باشند با من باز منتظر شوم اہل مکہ را تا جمع آیم ما بین حرمین و وجہ تخصیص محشور گردیدن حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما با ان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم طینتے ایشان باآن حضرت صلعم واشدا فضیلت ایشان با جناب رسالت است در وجوہ فضل و برایں معنی از قیود را ایشان ظاہر است و چہ خوش گفت است حکیم خاقانی در توصیف روضہ مطہرہ ان حضرتؐ ۔

| | |
|---|---|
| بینی حرم محمدی را | چو لانگہ سر سرمدی را |
| پیشش دو خلیفہ رخ ہفتہ | چونا بکنار شمس خفتہ |
| ہرسہ شدہ یک نہاد و یک راہ | چوں یک الف و دو لام اللہ |
| آہوئے زمین و کعبہ نافہ | مشکش یسرا بو قحافہ |

جَاءَ عُثْمَانُ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ بِاَلْفِ دِیْنَارٍ فِیْ کُمِّہٖ حِیْنَ
جَھَّزَ جَیْشَ الْعُسْرَۃِ فَنَثَرَھَا فِیْ حِجْرِہٖ فَرَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ
وَسَلَّمَ یُقَلِّبُھَا فِیْ حِجْرِہٖ وَیَقُوْلُ مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْیَوْمِ مَرَّتَیْنِ ۔
رَوَاہُ اَحْمَد ۔ آورد عثمانؓ بسوئے آنحضرت صلعم ہزار دینار کہ در ہ آن در آستین
خویش نگاہ داشتہ ہنگامے کہ سامان جیش عسرت کہ از شہر مکہ بتبوک مقرر کرد،
بودند و آن شہریست شانزدہ منزل از مدینہ در حدود و شام برائے قتال نصاریٰ
عرب و شام پس پراگندہ ساخت آں دینار ہارا در کنار آنحضرت صلی اللہ علیہ
و آلہ وسلم پس دیدم پیغمبرؐ خدا را کہ زیر و بالا می کرد آں دینار را در کنار خویش
برائے نقد ساختن و می گفت ضرر نہ کند عثمانؓ را چیزیکہ بعمل آرد بعد ازیں وقت
و ایں کلام دو بار فرمودہ ایں کلمہ بشارتیست در قبولیت نفقات حضرت عثمانؓ کہ
در وجوہ قربات پیش آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم صرف نمود و کہ چنیں قبولیت
اعمال خیر بنہجیکہ غبار ضرر اعمال بر دامن ملازمان خدمت ایشان نہ نشستہ و لہٰذا
نسیم الطاف ازلی حق خاشاک ضرر از ساحت نزاہت ایشان برافشاندہ
ایں اشارتیست بسوئے دفع طعن مخالفان کہ بظہور نوشتک دوالی مصداق
وقت کہ بسبب بے اعتنائی جناب ایشان بود نسبت بیجا کی باسم بانجا
می نمودند و آں را باعث طعن و تشنیع درباره جناب ایشان در مبدا استقدس
ظہور ایں کلمہ جامعہ یعنی " ما ضر عثمانؓ ما عمل بعد الیوم " مبنی بر آنست کہ ہر چند
جناب معلیٰ از صدور آں چیز ہا منزہ و مقدس است اما نظر بر علو منزلت و
سمو منقبت ایشان اگر بر فرض و تسلیم آں چیزہا منسوب بملازمان خدمت

ایشان باشد از ضرر رسانی دور باشد چنانکہ این معنی در بارۂ اہل بیت عموماً در آیت تطہیر مقصود است و در بارہ جناب امیر خصوصاً در حدیث "اللہم ادر الحق معہ حیث دار"۔ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَدَیْہِ وَیَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ لَا تُمِتْنِیْ حَتّٰی تُرِیَنِیْ عَلِیًّا۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔ فرستاد آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لشکرے را یعنی بجانب یمن و در آن لشکر علی بود یعنی بسرکردگی آن جیش پس برداشت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر دو دست خود را میگفت بارخدایا نمیران مرا تا آنکہ بہ بینم علی را و این بسبب قرب زمان مرگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خواہد بود تا نباشد کہ قبل از رسیدن علی سفر عالم آخرت پیش آید۔ اَبُوْبَکْرٍ فِی الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِی الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِی الْجَنَّةِ وَعَلِیٌّ فِی الْجَنَّةِ۔ ابوبکرؓ در بہشت است و عمرؓ در بہشت و عثمانؓ در بہشت و علیؓ در بہشت۔ حُبُّ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ مِنَ الْاِیْمَانِ وَبُغْضُہُمَا کُفْرٌ وَمَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَعَلَیْہِ لَعْنَةُ اللّٰہِ مَنْ حَفِظَنِیْ فِیْہِمْ فَاَنَا اَحْفَظُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ رَوَاہُ ابْنُ عَسَاکِرَ۔ دوستی ابوبکرؓ و عمرؓ از ایمان است و دشمنی ایشان کفر است و کسیکہ دشنام دہد صحابہ مرا پس بر و لعنت خدا است کسیکہ یاد داشت مرا در میان ایشان یعنی در میان ایشان ملاحظہ من کند و حق صحبت و خدمت ایشان کہ بر من است ملحوظ خاطر نصب العین ساختہ بہ تعظیم و توقیر با ایشان پیش آید و از ارتکاب طعن و تشنیع و اصناف سب و شتم دور باشد پس ہر آئینہ من محافظت او کنم بروز قیامت یعنی بشفاعت جرائم و معاصی او کہ در آن وقت محتاج شدید بعفو و مغفرت گناہان باشد حفاظت او نمایم۔ اَرْاَفُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْبَکْرٍ وَاَشَدُّہُمْ

فِيْ دِيْنِ اللهِ عُمَرُ وَاَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ وَاَقْضَاهُمْ عَلِيٌّ رَوَاهُ اَبُو يَعْلٰى
مہربان ترین امت من بامت من ابو بکرؓ است وسخت ترین ایشان سخـ
ـت در دین خدا عمرؓ است وراست ترین ایشان در حیا عثمانؓ است وقاضی
ترین ایشان علیؓ است - فائدہ - قضا عبارت است از فصل خصومات
واحقاق حق وابطال باطل در متخاصمین یعنی مدعی ومدعا علیہ -
لِكُلِّ نَبِيٍّ وَزِيْرَانِ وَوَزِيْرَاىَ وَصَاحِبَاىَ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ رَوَاهُ ابْنُ عَسَاكِر
ہر پیغمبر را دو وزیر است و دو وزیر من و دو یار من ابو بکرؓ و عمرؓ است -
عُثْمَانُ حَيِيٌّ تَسْتَحْيِيْ مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ - رَوَاهُ ابْنُ عَسَاكِر عثمانؓ حیا مند
است حیا میکنند از وے فرشتگان مَا انْتَجَيْتُهُ وَلٰكِنَّ اللهَ انْتَجَاهُ قَالَهُ
لِعَلِيٍّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ سرگوشی با وے نکردم ولکن خدائے تعالیٰ با وے
سرگوشی کرد گفت این کلام را در حق علی فائدہ - وآن چنین بود کہ بعد
نماز عشا شد وحضرت امیرؓ با حضرت سرگوشی مے نمود تا آنکہ بسیارے از شب
بگذشت دریں حال بعضے منافقان بآں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطریق طعن
گفتند وَلَقَدْ طَالَ نَجْوَاكَ مَعَ ابْنِ عَمِّكَ یعنی دراز شد سرگوشی تو
با ابن عم خود پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم این کلام ارشاد فرمود ومقصود
از این کلام آنست کہ سرگوشی بمن بمنزلہ سرگوشی خدا ست کہ مطابق خوشنودی
ورضامندی خدائے تعالیٰ است واین کلام مانند قول خدائے تعالیٰ است -
وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللهَ رَمٰى رَحِمَ اللهُ اَبَابَكْرٍ زَوَّجَنِيْ ابْنَتَهُ
وَحَمَلَنِيْ اِلٰى دَارِ الْهِجْرَةِ وَصَحِبَنِيْ فِي الْغَارِ وَاَعْتَقَ بِلَالًا مِنْ مَالِهِ

وَمَا نَفَعَنِیْ مَالٌ فِی الْاِسْلَامِ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَکْرٍ ـ رَوَاہُ التِّرْمِذِیْ
بہ بخشد خدائے تعالیٰ ابو بکرؓ را کہ نکاح کردہ بمن داد دختر خود را یعنی عائشہؓ و
برداشت مرا بسوئے دار ہجرت یعنی مدینہ و صحبت کرد مرا در غار ۔ و
آزاد کرد بلال را از مال خود نفع نداد مرا مالے در اسلام چندانکہ نفع داد
مرا مال ابی بکرؓ فائدہ ۔ برداشتن حضرت صدیق اکبرؓ آن حضرت
صلعم را ..... بسوئے ہجرت از مکہ بمدینہ امریست مشہور و واضح و دران
ہنگام دو شتر را با سامان سفر بحضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیشکش کرد
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبول فرمودہ متوجہ مدینہ باتفاق و معیت
صدیق اکبرؓ پسرش عبداللہؓ و غلامش عامر ابن فہیرہؓ گشت بعد ازاں کہ
سہ شبانہ روز در غار ثور مختفی گشتہ بود و ہمیں قصہ در قرآن مجید
در آیۃ " اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ہُمَا
فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ الخ
اشارہ قوی موجود است و بیان نصرت و حمایت او دربارہ جناب رسالت
ہم درہمین آیۃ واضح است و انفاقات صدیق اکبرؓ در وجوہ قربات مانند جہاد
وغیرہ و کارپردازی جہاز کہ بالوف کثیرہ رسید در کتب حدیث و سیر
مسطور است رَحِمَ اللّٰہُ عُمَرَ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا تَرَکَہُ الْحَقُّ
وَمَا لَہٗ مِنْ صَدِیْقٍ رَحِمَ اللّٰہُ عُثْمَانَ تَسْتَحْیِیْہِ الْمَلَائِکَۃُ وَجَہَّزَ
جَیْشَ الْعُسْرَۃِ وَزَادَ فِیْ مَسْجِدِنَا حَتّٰی وَسِعَنَا رَحِمَ اللّٰہُ عَلِیًّا اَللّٰہُمَّ
اَدِرِ الْحَقَّ مَعَہٗ حَیْثُ دَارَ ـ رَوَاہُ التِّرْمِذِیْ بہ بخشد خدائے تعالیٰ عمرؓ را

میگوید حق را اگرچہ آن حق تلخ باشد گر دانیدہ اورا حق گوئی باین کہ او را یاری نیست یعنی حق گوئی او باین حد رسیدہ است کہ ہرچہ میگوید حق میگوید و چون برخلاف نفس و طبیعت مردمان می باشد از گفتن آن ملک یا شندلیس رسم و راہ مصادقت را در حال حق گوئی باو بجانمکنند و رنجش خاطر از وبہم میرسانند و ہمیں حال حق گوئی و حق گو یا نست کہ ہمہ کم ہمتا بلکہ حق گوئی در معاملات در رنج می افتند و این اشارتیست باکہ عمر چون شیوہ حق گوئی دار د بسیار چیز ہائے کہ بحضور آنحضرت صلعم دیا بعد از آنحضرت در معاملات دین و دنیا از راہ مصلحت عرض کند مردمان با ذکر خاطر و رنج طبع ناحق بہم رسانند و بطعن و تشنیع باضمار غرض نفسانی زبان دراز نمایند و تعریضات بیہودہ بمیان آرند پس این ہمہ خلاف حق و باطل خواہد بود سخن آن باشد کہ او گفتہ شدہ لہٰذا آنحضرت فرمودہ ات اذا ما وضع الحق علی لسان عمر و قلبہ و الحق بعدی مع عمر بن الخطاب حیث کان الحدیث بخشد خدائے تعالے عثمان را کہ حیا می کند و شرم می دارند از و فرشتگان و سامان کرد جیش عسرت یعنی تبوک و کشادہ ساخت مسجد ما را تا آن کہ گنجائش کرد بما بخشید خدائے تعالے علی را بار خدایا بگردان حق را با او جانیکہ بگردد۔

فائدہ:۔ جیش العسرۃ جنگ تبوک را گویند بسبب گرانی و تنگی حال صحابہ دران و قلت دستیابی اسباب سفر ولیکن حق سبحانہ و تعالی کار سازی آن باعانت بعنایت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بعمل آورد و توسیع مسجد نبوی

چناں بود کہ یک قطعہ کہ قریب مسجد بود کہ از بعضے انصاریاں خریدہ شامل مسجد ساخت وبراں بشارت دخول جنت از مصدر یافت چنانکہ در صحیحین مذکوراست۔ اَرْبَعٌ لَایَجْتَمِعُ حُبُّهُمْ فِیْ قَلْبِ مُنَافِقٍ وَلَایُحِبُّهُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِیٌّ۔ رواہ ابن عساکر۔ چہار کس اند کہ مجتمع نگردد و یک جا نماند کہ دوستی ایشان در دل منافق و دوست ندارد ایشان را مگر مومن، ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ وعلیؓ۔

**فائدہ** ازیں حدیث مستفاد گشت کہ دوستی چہار یار از ایمان است و ترک محبت ایشان علامت صریح نفاق۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ عَلٰی حِرَاءٍ وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِیٌّ وَطَلْحَۃُ وَزُبَیْرُ فَتَحَرَّکَتِ الصَّخْرَۃُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اِھْدَءْ فَمَا عَلَیْکَ اِلَّا نَبِیٌّ اَوْصِدِّیْقٌ اَوْشَهِیْدٌ۔ رواہ مسلم۔ بود آنحضرت صلعم برکوہ حراء ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و طلحہؓ و زبیرؓ پس در جنبش آمد سنگہائے حراء و بزلزلہ افتاد پس فرمود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ ساکن باش پس نیست بر تو مگر پیغمبر و صدیق و شہید۔

**فائدہ** ایں حدیث منصب صدیقیت حضرت صدیق اکبرؓ را ثابت گشت و مرتبہ شہادت ایں پنج تن کہ عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و طلحہؓ و زبیرؓ اند و قصہ شہادت ایشاں مشہور و معروف است در کتب احادیث و سیر از آنجملہ شہادت طلحہؓ و زبیرؓ در جنگ جمل بوقوع آمد شہادت طلحہؓ از دست مروان شقی کہ در اوّل مصاف تیرے زہر آلود بر زانوئے مبارک ایشان

زدہمدان وقت جناب ایشان را برداشتہ درخرابہ بصرہ بردند درہمان حال شخصے از ہمراہیان حضرت امیر بحضور ایشان رفت آنجناب تجدید بیعت حضرت امیر بردست آں لشکرے بجا آوردند بعد ازاں شربت شہادت چشیدند و چوں ایں واقعہ بحضور معلےٰ جناب امیر رسانیدند بشکر و سپاس الٰہی مشغول گشتہ فرمودند کہ الحمدللہ الذی اخرجہ من الدنیا وبیعتی فی عنقہ۔ یعنی حمد و سپاس خدا کراست کہ بیروں آورد او را خدائے تعالیٰ از دنیا باایں حال کہ بیعت من در گردن اوست و ایں اشارتیست باایجاب و قبول بیعت از جانبین و اما زبیر پس در ہنگام مصاف با حضرت امیر عقد صلح و موافقت بستہ صفائی کلی از طرفین حاصل نمودہ در حال از لشکر جدا شدہ بجانب خیبر میرفت چوں بوادی القریٰ رسید جہت ادائے نماز عصر فرود آمدہ مشغول بہ نماز گردید درایں حال شخصے در حال سجدہ سر مبارک ایشان بخنجر آبدار بریدہ بہ بصرہ بازگشت و بہ خیمہ گاہ حضرت امیرؑ آمدہ بوساطت شخصے ایں واقعہ را بجناب امیر رسانید جناب ایشان بعد از دریافت ایں حال بسیار غضبناک گشتہ گفت بشّر قاتل ابن صفیۃ بالنار۔ یعنی مژدہ دہ کشندہ پسر صفیہ را آتش دوزخ پسر صفیۃ زبیر ابن عوام است و صفیۃ دختر جناب عبدالمطلب ؓ۔ وچوں ایں کلام امیر بآں شخص رسید ہماں خنجر را بر شکم خود زدہ بدار البوار رفت پس حضرت امیر رضی اللہ عنہ فرمودہ صَدَقَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ قَاتِلُ ابْنِ صَفِیَّۃَ بِالنَّارِ فرمود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

وآلہ وسلم گفت کرکشندہ ابن صفیہ درآتش دوزخ ۔

# فضائل اہلبیت

اَتَانِی مَلَکٌ فَسَلَّمَ عَلَیَّ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ لَمْ یَنْزِلْ قَبْلَھَا فَبَشَّرَنِی اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَاَنَّ فَاطِمَۃَ سَیِّدَۃُ نِسَاءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ ۔ رواہ ابن عساکر ۔ آمد مرا فرشتہ پس سلام و داد بر من فرود آمد از آسمان کہ فرود نیامدہ بود پیش ازیں باز پس مژدہ داد مرا بآنکہ حسن حسین سردار نوجوانان بہشت اند و بہ تحقیق فاطمہ سردار زنان بہشت است ۔ اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ ھُمَا رَیْحَانَتَایَ مِنَ الدُّنْیَا ۔ رواہ الترمذی ہر آئینہ حسن وحسین ایشان دو گل باغ من اند از دنیا یعنی در دنیا گل مراد و ثمر نوادمن اند ۔ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ غَدَاۃً وَعَلَیْہِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعْرٍ اَسْوَدَ فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ فَاَدْخَلَہٗ ثُمَّ جَاءَ الْحُسَیْنُ فَاَدْخَلَ مَعَہٗ ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَۃُ فَاَدْخَلَھَا ثُمَّ جَاءَ عَلِیٌّ فَاَدْخَلَہٗ ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا یُرِیْدُ

اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهلَ البيتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔ رواه مسلم ۔ بیرون آمد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از خانہ بوقت صبح وبرایشان گلیمی بود از صوف یعنی گلیم برداشتہ وآن نقش دار مانند شکل کجاوۂ شتر بر آن کشیدہ بود پس آمد حسن ابن علی پس داخل کرد او را در آن گلیم پس آمد حسین پس داخل کرد با او۔ پس تر آمد فاطمہ پس داخل کرد او را در آن ۔ پس در آمد علی پس داخل کرد او را در آن پس این آیت مذکور خواند، ترجمہ آیت این است جز این نیست کہ می خواہد خدائے تعالے ببرد از شما پلیدی را اے اہلبیت پیغمبر و پاک گرداند شما را پاکی تمام ۔

**فائدہ** نزول این آیت اول برائے ازواج ظاہر است چنانکہ تمام مضامین آیات بر آں دلالت دارد وثانیاً بطریق اولویت در حق این نفوس اربعہ طاہرہ فرود آمد ۔

لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الاٰيَةُ نَدْعُ اَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمُ الاٰيَة دَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ ۔ رواه مسلم ۔

ہرگاہ کہ نازل گشت این آیت کہ مضمونش این است کہ بخوانیم فرزندان خود را وفرزندان شما را ۔ وزنان خود را وزنان شما را و ذات ہائے خود را و ذات ہائے شما را طلبید پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی وفاطمہ وحسن وحسین را پس فرمودہ بار خدا ایشان اہل بیت من اند ۔

اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ اَوَّلُهُمَا کِتَابُ اللّٰهِ فِیْهِ الْهُدٰی وَالنُّوْرُ

فخذوا بالکتاب اللہ واستمسکوا بہ فحث علی کتاب اللہ ورغب فیہ ثم قال واھل بیتی اذکرکم اللہ فی اھل بیتی اذکرکم اللہ فی اھل بیتی ۔ رواہ مسلم ۔ ہر آئینہ می گذارم درمیان شما دو بزرگ قدر وگرانبار یعنی عالی مرتبہ را اوّل آں ہر دو کتاب خداست در آں ہدایت و نور است پس بگیرید کتاب خدا را وچنگل زنید بآں پس کمال تحریص فرمود بر عمل کتاب اللہ واتباع آں پستر فرمود اہل بیت من یاد میدہانم بشما خدائے تعالےٰ را در اہلبیت خود یعنی در مقدمہ تعظیم وتوقیر ومحبت ایشان ۔ بینات

**فائدہ** ازیں حدیث مستفاد شد اہتمام ومحافظت دو چیز یکے پیروی و تبعیت قرآن شریف کہ حکم وفرمان خداست مشتمل براحکام دین وتفصیل جمیع امور دیگرے رعایت تعظیم وتوقیر اہل بیت پیغمبر صلعم و وجوب محبت ایشان واین حکم ہمہ اشخاص اہلبیت را شامل است و آں بر شش قسم اند ازواج واولاد واخوان واعمام وعمات وکسانیکہ علاقہ مصاہرت دارند یعنی خویش کہ بعلاقہ زن باشد مانند خسر وداماد ۔

کمل من الرجال کثیر ولم یکمل من النساء الا مریم بنت عمران و آسیۃ امرأۃ فرعون وخدیجۃ بنت خویلد وفاطمۃ بنت محمد و فضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام ۔ رواہ مسلم ۔ بکمال رسیدند مردمان بسیار وبکمال نہ رسیدند زنان مگر مریم دختر عمران وآسیہ زن فرعون وخدیجہ دختر خویلد وفاطمہ دختر محمد صلعم و فضیلت عائشہ بر زنان مانند فضیلت ثرید یعنی در زنان شوربا گوشت

انداختہ برجمیع طعام واین اشارہ بسوی فضیلت حضرت عائشہ صدّیقہ برہمہ زنان است
پس خلاصہ کلام آنکہ در زنان عالم پنج تن از زنان کمال ذاتی وصفاتی وفضیلت
دینی ودنیوی یافتند مریم آسیہ وخدیجہ وفاطمہؓ وعائشہؓ وہریکے در وجوہ فضل
یکہ تازمیدان است اما اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہؓ پس فضیلت عمدہ دارند و
لہٰذا درہماں حال ایشان لفظ فضل کہ ابلغ از لفظ کمال است از مشکوٰۃ ،
نبوت تابش یافتہ وظاہر و باہر است کہ فضیلت ذاتی وصفاتی عائشہ در
ابواب علم وسخاو زہد وتقویٰ ونفع رسانی امت عموماً وخصوصاً در رتبہ علیا و
غایت قصوی واما سیدۃ النساء پس طہارت ذاتی ونزاہت صفاتی دارند
وفضیلت ایشان در ابواب زہد وتقویٰ ومشابہت اخلاق وافعال
جناب نبوت در مرتبہ رفیع ومنصب منیع بس نمایاں است ۔

اَحَبُّ اَهْلِيْ اِلَيَّ فَاطِمَةُ ۔ رواہ الترمذی ۔ محبوب ترین اہل
من بسوئے من فاطمہؓ است ۔ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ
فِتْنَةٌ ه نَظَرْتُ اِلٰى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَلَمْ اَصْبِرْ حَتّٰى
قَطَعْتُ حَدِيْثِيْ وَرَفَعْتُهُمَا ۔ رواہ الترمذی وابن ماجہ وابو
داؤد ونسائی ۔ راست فرمود خدا ورسول او ومضمون آیت اینست جز
این نیست کہ اموال واولاد شما بسبب آزمائش است نگاہ کردم بسوی
این دو طفل یعنی حضرت امام حسنؓ وحسینؓ کہ میرفتند ومی لغزیدند وافتادن ایشان
قطع نہ کردم سخن خود وبرداشتم آں را یعنی درآں حال کہ خطبہ می خواندند
وبوقت لغزیدن وافتادن ایشان خطبہ را گذاشتہ ہر دو را بکنار خود گرفتند

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ شَنْفَا الْعَرْشِ وَلَیْسَا بِمُعَلَّقَیْنِ ۔ رواہ الطبرانی ۔
حسن وحسین ہردو گوشوارۂ عرش یعنی آرائش وزینت عرش اند ومعلق برعرش نیستند

فائدہ | مراد از شنف گوشوارہ حسی نیست کہ از قسم زیورین ومعلق بر عرش بلکہ گوشوارۂ معنوی چنانکہ اسداللہ در حدیث درحق حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالے عنہ ورود یافتہ ۔ مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ ۔ رواہ احمد ابن ماجہ ۔
کسیکہ دوست دارد حسن وحسین راپس بتحقیق دوست داشت مراوکسیکہ دشمن داشت ایشان راپس بتحقیق دشمن داشت مرا ۔ مَثَلُ اَهْلِ بَیْتِیْ مَثَلُ سَفِیْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ ۔ رواہ الترمذی والبزار ۔ صفت اہل بیت من صفت کشتی نوح است کسیکہ سوار شد بر آں نجات یافت وہلاک پس ماند از اں سوار نہ شد برآں غرق شد یعنی کسیکہ محبت داشت بایشان ومعیت وموافقت بایشان نمود درحمایت ونصرت حق است ۔ سَاَلْتُ رَبِّیْ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اَنْ لَّا اَتَزَوَّجَ اِلٰی اَحَدٍ مِّنْ اُمَّتِیْ وَ لَا یَتَزَوَّجُ اِلَیَّ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِیْ اِلَّا کَانَ مَعِیْ فِی الْجَنَّةِ فَاَعْطَانِیْ ذٰلِکَ ۔ رواہ الطبرانی والحاکم ۔ درخواست کردم از پروردگار خود کہ بزرگ وبابرکت است بآنکہ نکاح نکنم کسے از امت خود ونکاح نکند بامن ہیچ کس از امت من مگر باشد آں کس بامن در جنت پس داد خدائے تعالے مرا ایں عہد ۔

فائدہ ۔ یعنی کسیکہ علاقۂ زوجیت باجناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

وارد در بشارت دخولِ جنت داخل است خواستگاری نکاح اول از جانب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باشد یا از جانب دیگراں ۔
اَثْبَتُكُمْ عَلَى الصِّرَاطِ اَشَدُّكُمْ حُبًّا لِاَهْلِ بَيْتِيْ وَاَصْحَابِيْ ۔ رواہ ابن عدی والفردوس ۔ ثابت قدم ترمیان شما بر پل صراط سخت ترمیان شما در اہلِ بیت مراد و یاران ۔

**فائدہ** ازیں حدیث واضح شد کہ محبت آل و اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ندارد بر بالائی پل صراط قدم او لغزش کند ومنشائے آن خلل در ایمان او ترک حُب آل و اصحاب باشد ۔

هٰذَانِ اَبْنَايَ وَابْنَا اِبْنَتِيَ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا وَاَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهُمَا ۔ رواہ الترمذی ۔ ایں دو شخص یعنی حسن وحسین دو پسران من اند و دو پسران دختر من اند بار خدایا ہر آئینہ دوست می دارم ایشان را پس دوست دار ایشان را و دوست دار کسی را کہ دوست دارد ایشان را ۔ اَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا يَغْذُوْكُمْ بِهٖ مِنْ نِّعْمَتِهٖ وَاَحِبُّوْنِيْ لِحُبِّ اللّٰهِ وَاَحِبُّوْا اَهْلَ بَيْتِيْ لِحُبِّيْ ۔ رواہ الترمذی ۔ دوست دارید خدا را بسبب پرورش کردن وغذا دادن او تعالے شما را بنعمت ہائے خود و دوست دارید مرا بسبب دوستی خدائے تعالےٰ و دوست دارید اہل بیت مرا بسبب دوستی من ۔

**فائدہ** یعنی بسبب نعمت ہائے منعم حقیقی دوستی باو دارید و بسبب دوستی آن منعم حقیقی دوستی با پیغمبر او دارید و بسبب

دوستی پیغمبر او دوستی با اہل بیت او دارید ۔ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنَا عَلٰی حُبِّھِمْ وَاَمِتْنَا عَلٰی حُبِّھِمْ وَاحْشُرْنَا مَعَھُمْ تَحْتَ لِوَائِھِمْ واجعلنا من اِتْبَاعِھِمْ آمِیْن یَارَبَّ الْعَالَمِیْن ۔

---
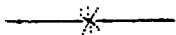
# عزیز الاقتباس

## فی فضائل

# اخیار الناس

ترجمہ و حواشی : مولانا نظام الدین کیرانوی رح

تہذیب و نظر ثانی : مولوی حکیم عبدالغفور مرحوم

بعد حمد و صلوٰۃ کے فقیر سراپا تقصیر نظام الدین کیرانوی کہتا ہے کہ یہ ہیچ مداں اس قابل کہاں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ابن حضرت حکیم الامت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جیسے کامل کی تقریر کو زبانِ اردو میں ادا کرے مگر مجھے مجمع اخلاق و کرم مولوی شاہ ظہیر الدین سید احمد نبیسہ شاہ رفیع الدین دہلویؒ بن حضرت مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی جو ان حضرات کی کتابوں کی اشاعت اور ان حضرات کا فیض عام کرنے میں سرگرم و مصروف رہتے ہے ارشاد فرمایا کہ عزیز الاقتباس فی فضائل اخیار الناس .... حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کی چھوٹی سی کتاب ہے کتاب کیا گوہر نایاب ہے اس میں شاہ صاحب نے وہ حدیثیں جمع کی ہیں جو خلفائے اربعہ کے فضائل میں مروی ہیں ہیں آپ کے تلمیذ خاص حضرت مولانا مرزا حسن علی صاحب محدث لکھنوی نے فارسی زبان میں ترجمہ کیا ہے گویا نورٌ علیٰ نور بنا دیا ہے۔

[1] ظہیر الدین سید احمد نبیسہ شاہ رفیع الدین نے عزیز الاقتباس سب سے پہلے ۱۹۰۲ء میں مطبع احمدی دہلی سے شایع کیا تھا یہی نسخہ دوبارہ شایع کیا جا رہا ہے۔

مگر چونکہ اس زمانے میں لوگوں کو فارسی زبان کا بہت کم خیال ہے اور گو کہ
نفع اٹھانا محال ہے اگر روزمرہ کی صاف اردو میں ترجمہ ہو جائے تو ہر شخص
کو نفع پہنچے لہٰذا مولوی صاحب موصوف کا فرمانا قبول کیا اور شاہ صاحب کی
کتاب کی خدمت اپنے لئے باعث خیر و برکت سمجھ کر ترجمہ شروع کیا اور تشریح
مطالب کے متعلق حسب ضرورت موقع موقع پر اور مضامین اضافہ کئے
جو خط کھینچ کر نیچے لکھ دیے جس سے یہ رسالہ عام دیکھنے والوں اور نیز
طالب علموں اور واعظوں کے لئے زیادہ کارآمد ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت
شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے تصدق
میں مترجم مسکین کی مغفرت فرمائے، آمین یا رب العالمین ۔

(نظام الدین کیرانوی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریف خدا کے لئے ہے اور درود و سلام حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان کے آل اور اصحاب کرام سب پر ہو وے شیخ امام علامہ افضل المتاخرین مسند وقت شیخ عبدالعزیز عمری محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

## خلفائے اربعہ کے فضائل

اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ سَیِّدَا کُھُوْلِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ اِلَّا النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ ۔ رواہ احمد والترمذی ۔ ابوبکرؓ و عمرؓ نبیوں اور رسولوں کے سوا اہل جنت کے اگلے پچھلے تمام درمیانی عمر کے لوگوں کے سردار ہیں اور مسند امام احمد کی روایت ہیں کہول الجنۃ و شبابہا وارد ہوا ہے یعنی جنت کے درمیانی عمر کے اور جوانوں کے سردار ہیں ۔

**فائدہ** یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام امت سے افضل ہیں اور یہی قرآن و احادیث کثیرہ و اقوال صحابہ و تابعین کے مطابق ہے اور اسی پر اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے جس نے اس کے خلاف کیا وہ درجہ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ نصوص اور اجماع کے مخالف

ہے [1]۔

عُثْمَانُ اِبْنُ عَفَّانَ وَلِیِّیْ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ ۔ رواہ ابو العلی۔
عثمان ابن عفان دنیا اور آخرت میں میرے دوست ہیں اس کو ابو العلی نے
روایت کیا [2]۔ یَا عَلِیُّ اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ ۔ رواہ الترمذی۔
اے علی تو دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے اس کو ترمذی نے روایت کیا

---

[1] یہ حدیث جو ترمذی نے روایت کی ہے انسؓ سے مروی ہے نیز ترمذی نے طریقہ علی بن حسین سے اخراج کیا ہے وہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے روایت کرتے ہیں۔ قال کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذ طلع ابوبکرؓ و عمرؓ فقال رسول اللہ صلعم ہٰذان سید اکہول اہل الجنۃ من الاولین والاخرین الا النبیین والمرسلین یا علی لا تخبرہما۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ نظر آئے آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں انبیا و مرسلین کے علاوہ تمام درمیانی عمر کے لوگوں کے جنت کے سردار ہیں اے علیؓ دیکھنا ان کو اطلاع نہ کرنا (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے تاکہ عجب میں نہ گرفتار ہو جائیں) نیز حارث اعور شاگرد حضرت علیؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ترمذی ابن ماجہ دونوں میں موجود ہے۔ غرض یہ حدیث حضرت علیؓ سے بطریق مختلفہ متعددہ ثابت ہوئی ہے حضرت علیؓ اپنے منہ سے شیخین کی فضیلت بیان فرماتے ہیں۔ ایک جگہ ان ہی سے منقول ہے کہ من فضلنی علی ابی بکر و عمر جلد تہ حدی المفتری یعنی جو مجھ کو ابوبکرؓ و عمرؓ پر فضیلت دے گا میں اس کو مفتری کی حد لگاؤں گا۔ سبحان اللہ صحابہ آپس میں کس قدر محبت رکھتے تھے اور کس درجہ حفظ مراتب کا خیال تھا۔ محمد نظام الدین کیرانوی۔

[2] ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند اولو العزم مہاجرین میں تشریف رکھتے تھے آپ نے فرمایا

— حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمایئے

أَبُوْبَكْرٍ مِنِّيْ وَأَنَا مِنْهُ وَأَبُوْبَكْرٍ أَخِيْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۔ رواہ الفردوس الدیلمی ۔ ابوبکرؓ مجھ سے اور میں ان سے ہوں اور ابوبکرؓ دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہیں ۔ اس کو فردوس دیلمی نے روایت کیا اور یہ ابوبکرؓ کے قریب بمنزلت کمال اتحاد بے تکلفی معاملات وانبساط کی مقدمات کی طرف ایک کنایہ ہے ۔ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ ۔ رواہ الترمذی واحمد ۔ بے شک اللہ تعالے نے حق کو عمرؓ کی

لے اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے باب میں فرمایا کہ "اَنْتَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْكَ" یعنی تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں اس میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ یہ احادیث فضائل پر دلالت کرتی ہیں اور فضائل امور اضافیہ ہیں اور امور اضافیہ میں تعارض نہیں ہوتا ۔ حضرت ابوبکرؓ کی نسبت اور اعتبار سے فرمایا اور حضرت علیؓ کی نسبت اور اعتبار سے فرمایا غرض کہ اس طرح چاروں خلیفہ مکرم ومعظم میں کسی کو کسی اعتبار سے فضیلت حاصل ہے اور کسی کو کسی اعتبار سے ، اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۲ ۔
کہ ہر شخص اپنے کفو کی طرف اٹھ چلے اور آپ حضرت عثمانؓ کی طرف چلے اور ان سے معانقہ کیا اور حضرت طلحہؓ سے فرمایا کہ ہر نبی کا جنت میں اس کی امت میں سے ایک رفیق ہوگا اور میرا رفیق جنت میں عثمانؓ ہے اور حضرت عثمان غنیؓ اشراف قریش میں سے ہیں ان کی نانی بیضا بنت حضرت عبدالمطلب تھیں جو آپ کی پھوپی ہوتی ہیں ۔ (نظام الدین کیرانوی)

زبان اور دل پر کر دیا[۱]۔ اس کو ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے اور اسی کے مطابق چھبیس[۲] احکام شرعیہ ہیں جن میں آپ کی رائے وحی کے مطابق ہوئی۔ منجملہ ان کے چند آیات ہیں جیسے آیۂ فدا و حجاب اور مقام ابراہیم کو مصلی بنانا وغیرہ یہ سب باتیں حضرت عمرؓ کے قول کے موافق نازل ہوئیں کتبِ احادیث میں اس کی توضیح ہے۔ عُثْمَانُ اَحْیٰی اُمَّتِیْ وَاَکْرَمُہَا۔ رواہ ابونعیم۔ عثمان میری امت میں سب سے زیادہ حیادار اور سخی ہیں اس کو ابونعیم نے

---

[۱] بعض روایت میں "جعل" کی جگہ "وضع" آیا ہے یعنی "وضع الحق" اور ترمذی میں یہ روایت ابن عمرؓ سے مروی ہے' ابوداؤد اور حاکم' ابوذرؓ سے روایت کرتے ہیں اور ابوعمر استیعاب (کتاب کا نام ہے) میں اور بیہقی دلائل النبوت میں حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے روایت کرتے ہیں "ما کنا نبعد ان السکینۃ علی لسان عمر" حضرت علی کرم اللہ وجہٗ فرماتے ہیں کہ ہم اس بات کو کچھ بعید نہیں سمجھا کرتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر امر غیبی بول رہا ہے یعنی ہمارے خیال میں یہ بات گذرتی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان لسان الغیب کی ترجمان ہے۔

[۲] قصہ یہ ہوا کہ جب جنگ بدر سے مشرکین پکڑے آئے تو اس میں مشورہ ہوا کہ ان کو قتل کیا جائے یا فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ اوّل ابوبکر صدیقؓ سے رائے لی گئی ان کی رائے فدیہ لینے کی ہوئی اور قتل مناسب نہ سمجھا گیا اور حضرت عمر و حضرت سعدؓ کی رائے قتل کی طرف مائل ہوئی کیونکہ ان میں بہلا دگی گرفتار ہوکر آئے تھے فدیہ لے کر چھوڑ دینا ان کا قرین مصلحت نہ معلوم ہوا۔ آپس میں اسی طرح رائیں مختلف ہوئیں اور جبرئیل علیہ السلام اختیار دے گئے جو چاہو کرو۔ حضرت رسالتمابؐ نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے سے اتفاق کیا اور فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ اب شبہ یہ ہوتا ہے کہ جب منجانب اللہ خیار ہو گیا کہ جو چاہو کرو عتاب کیوں نازل ہوا۔ اس کا جواب یہ ہوا کہ خیار کبھی اباحۃً ہوتا ہے اور ابتلا اور آزمائش کے وقت خیار کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ خیار اسی قسم کا تھا۔ یعنی ابتلا کے طور پر تھا مگر چونکہ مسلمانوں کو تنگی پیش آرہی تھی اس لئے آپ نے فدیہ اختیار فرمایا اور ابتلا کا

روایت کیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۵

خطرہ قلب مبارک میں نہ گذرا۔ حالانکہ حضرت عمرؓ کی رائے عنداللہ محبوب تھی کہ دین میں سخت ہونا چاہیئے۔ ان کا قتل ہی بہتر ہے۔

سے بخاری مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قال وافقت ربی فی ثلث فی مقام ابراہیم وفی الحجاب وفی اساری بدر۔ یعنی میری رائے تین باتوں میں میرے رب کے موافق رہی' مقام ابراھیم کے مصلے بنانے میں' اور حجاب کے بارے میں' اور بدر کے قیدیوں کی نسبت۔ بدر کے قیدیوں کا حال گذر چکا۔ مقام ابراہیم کے مصلے بنانے کی صورت یہ ہے' حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ" یارسول اللہ لو اتخذت من مقام ابراہیم مصلے" اس کی جزا محذوف ہے۔ یعنی اگر آپ مقام ابراہیم کو مصلے بنالیں تو بہتر ہے۔ یعنی مقام ابراہیم میں دو رکعت طواف کی پڑھا کریں۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوگئی" واتخذوا من مقام ابراہیم مصلے" یعنی بنالو مقام ابراہیم کو مصلے اور حجاب کی یہ صورت ہوئی کہ حضرت عمرؓ نے ازواج مطہرات کو پردہ کے لئے فرمایا تو حضرت زینبؓ نے جواب دیا کہ" وانک علینا یا ابن الخطاب والوحی ینزل فی بیوتنا" یعنی اے ابن خطاب تم ہم کو پردہ کا حکم کرتے ہو حالانکہ وحی ہمارے گھر میں اترتی ہے۔ یعنی اگر پردہ بہتر ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر پر ضرور حکم پردہ کا بھیجتا غرض یہ کہ تم کو یہ منصب حاصل نہیں کہ ہم کو پردہ کا حکم کرو۔ جب یہ قصہ پیش آیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی" واذا سألتموهن متاعاً فاسئلوهن من وراء حجاب" یعنی اگر تم کو کوئی شئے مانگنی ہوا کرے تو پردے کے پیچھے کھڑے ہو کر مانگا کرو سامنے نہ آیا کرو۔ اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ بخاری اور مسلم کی حدیث میں تین باتوں میں موافقت آئی ہے اور اور کتاب میں چھبیس احکام کی تصریح گذر چکی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بخاری مسلم کی حدیث میں کوئی کلمہ حصر پر دلالت نہیں کرتا اور عدد اقل اکثر کی نفی نہیں کیا کرتا۔ چنانچہ کتابوں میں مصرح ہے۔

محمد نظام الدین کیرانوی

يَا عَلِيُّ أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسَىٰ اِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ ۔ رواہ مسلم والترمذی ۔ اے علیؓ تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰؑ کے لئے ہارونؑ تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اس کو مسلم نے روایت کیا[1] مطلب یہ ہے کہ درجہ اخوت اور قرب منزلت اور کمال اتحاد اور نے

---

[1] اور بخاری کی روایت میں یہ لفظ آئے ہیں کہ " اما ترضی من تکون منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ " کیا تو راضی نہیں کہ ہو جائے مجھ سے بمنزلہ ہارون کے موسیٰ سے یعنی جیسے موسیٰ ہارون کو اپنی جگہ چھوڑ کر طور پر گئے تھے ایسے ہی میں تجھ کو مدینہ میں اہل و عیال پر چھوڑ جاؤں، اس کا قصہ یہ ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ تبوک کا ارادہ فرمایا تو خیال ہوا کہ مدینہ میں اہل و عیال کی نگرانی کون کرے اور سفر دور دراز کا ہے، چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بہ نسبت اور صحابہ کے قرابت قریبہ رکھتے تھے آپ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ تم مکان ہی پر رہو اس پر حضرت علیؓ نے افسردہ خاطر ہو کر عرض کیا کہ کیا مجھ کو عورتوں اور بچوں پر چھوڑے جاتے ہو، مطلب یہ تھا کہ کیا میں جہاد پر نہ جاؤں یہیں پر رہوں، آپ نے انکے تسلی اور تشفی کے طور پر فرمایا کہ " افسردہ کیوں ہوتے ہو دیکھو موسیٰ علیہ السلام جب طور پر گئے تو ہارونؑ کو اپنی جگہ چھوڑ گئے میں تم کو تمام گھر بار پر چھوڑے جاتا ہوں ۔ اس پر حضرت علیؓ خاموش ہو گئے اور وہیں ٹھہر گئے ۔ حضرات شیعہ اس سے حضرت علیؓ کی خلافت پر استدلال کرتے ہیں حالانکہ یہ محض لچر اور پوچ استدلال ہے ۔ خلافت کا اس سے کیا تعلق ہے ۔ قاعدہ کی بات ہے کہ عیال و اطفال کی حفاظت پر اس شخص کو چھوڑا جاتا ہے جو قرابت قریبہ رکھتا ہے ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں اس لئے ان ہی کو پسند فرمایا کہ خانگی ضرورت سے پوری طرح متکفل ہو جائیں گے علاوہ ازیں مستورات کا معاملہ تھا کیونکہ تمام مجاہدین آپ کے ساتھ جانے کو تیار ہیں اگر پیچھے سے کوئی غنیم آ جائے تو ہر چہ کر کوئی ایسا شخص محافظ ہونا چاہیئے جو حرم محترم سے نسبتی قرابت رکھتا ہو کہ اپنے ننگ و ناموس کے خیال سے ان پر آنچ نہ آنے دے یہ سب باتیں قرابت اور رشتہ داری سے تعلق رکھتی ہیں اسی کو

تکلفی اور اختلاط جو ہارون کو موسیٰ کے ساتھ تھا تھا وہ سب تم کو میرے ساتھ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۵

خلافت حرم کہئے تو خلافت عامہ متنازعہ فیہا سے کیا علاقہ نیز محض گھر کی حفاظت سے جمیع منازل میں خلافت پر استدلال کیونکر ہو سکتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ استدلال بھی بعد کے لوگوں کی بلند پروازیٔ خیال کا نتیجہ ہے ورنہ خود حضرت علیؓ بیچارے چاروں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میری نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تھا لہٰذا خلافت مجھکو پہنچتی ہے۔ وہ تو اہل زبان تھے جو کچھ لسان وحی ترجمان سے نکلتا تھا اس کو خوب سمجھتے تھے اگر اسمیں کوئی لفظ خلافت کی طرف اشارہ کرتا تو ضرور ظاہر فرماتے کیونکہ برتقدیر عدم اظہار کتمان حق لازم آتا تھا حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کتمان حق کیوں فرماتے مگر وہ جانتے تھے کہ واقعی گھر پر گھر کا آدمی رہنا چاہیئے۔ اور یہی آپ کا منشا تھا اس لئے ایسے دعوے حضرت علیؓ کی زبان پر نہ آئے اور "الا انہ لا نبی بعدی" بخاری کی روایت میں تو موجود نہیں مسلم کی روایت میں ہے یہ بھی آپنے بنا بر تشفی اور غائت کرم فرمایا کہ یہ آزردہ خاطر نہ ہوں۔ کیونکہ بہادر تھے غازی تھے، دلاور تھے، جنگ سے رہ جانے کا سخت ملال تھا۔ آپ نے بھی حد سے زیادہ تشفی کے الفاظ فرما دیئے کہ میں کیا کروں میرے بعد نبوت نہیں ورنہ میں تو وہ بھی تم کو دے دوں۔ جیسے کہہ دیتے ہیں کہ میں تم کو جان تک دے دوں سلطنت بخش دوں، مطلب یہ ہے کہ میں تم سے غایت درجہ خوش اور تمہارے لئے جان ومال سے موجود ہوں جب میری خوشی اسی میں ہے کہ تم یہاں رہجاؤ تو کیا تم میری خوشی پسند نہیں کرتے، اگر یہ بات نہیں تو ہم پوچھتے ہیں کہ یہی مضمون حضرت عمرؓ کے بارے میں بھی آیا ہے بلکہ اس سے صاف الفاظ ہیں کہ "لوکان بعدی نبی لکان عمر" اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا کتنے صریح الفاظ ہیں۔ چاہیئے تھا حضرت عمرؓ سب سے آگے بڑھ کر خلافت کا دعویٰ کرتے مگر نہیں وہ جانتے تھے کہ یہ غایت الطاف کی باتیں ہیں یا یوں کہیئے کہ حضرت علیؓ یا حضرت عمرؓ یا اور جس کے لئے ایسے الفاظ فرمائے وہ انکی لیاقت اور استعداد کا اظہار ہوتا تھا کہ یہ لوگ اس قابلیت اور لیاقت کے آدمی ہیں چنانچہ آپ کے بعد ہر ایک یکے بعد دیگرے خلیفہ ہوا۔ اور یہ مژدہ لیاقت واستعداد آپ اپنی امت کے ہر عالم کے حق میں فرماتے ہیں چہ جائیکہ اصحابؓ ان کو

حاصل ہے ہاں اتنی بات البتہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ یہ حدیث حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی علومنزلت میں ہے۔

---

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۸

تو ہر طرح کی فضیلت ہے، اور فرض کر واس حدیث سے خلافت بھی ثابت ہوئی تو ہم کہتے ہیں "بعدی" کا لفظ اس میں بھی ہے اور اس میں بھی جو حضرت عمرؓ کے بارے میں ہے اب ایک سے کم بعد اور دوسرے سے زیادہ بعد مراد لیا جائے اس کے لئے قرینہ اور دلیل کی ضرورت ورنہ مطلب فوت اور اس حدیث سے یہ مراد لینا کہ ہر منزلت ہارون موسیٰ کے ساتھ رکھتے تھے وہ سب حضرت علی کو آپ کے ساتھ حاصل تھے ہم پوچھتے ہیں کہ استیعاب پر کون سا لفظ دلالت کرتا ہے بلکہ ظاہر یہی منزلت ہے کہ جیسے موسیٰ ہارون کو بنی اسرائیل پر چھوڑ گئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی کو مکان پر چھوڑ گئے تھے۔ جیسے ہارونؑ کو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تعلقات تھے۔ یہ ضرور نہیں کہ ہر شے اور ہر بات میں مناسبت ہوا کرے تو اتنی مناسبتیں کیا کم ہیں کہ حضرت علی آپ کے بھائی تھے آپ سے بے تکلف تھے آپ ان کو اپنے بعد مکان پر چھوڑ گئے جیسے ہارون کو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تعلقات تھے۔ اور اگر اب بھی خلافت ہی کا راگ گایا جائے تو ہم یہ وجوہ بسبیل احتمال پیش کرتے ہیں تو اب جو شخص خلافت کا مدعی ہو یا ان تمام احتمالات کو اٹھائے یا اپنے دعوے کے موافق تصریح دکھلائے اور اگر کہا جائے "الا انہ لا نبی بعدی" سے نکلتا ہے کہ سوائے منزلت نبوت کے اور تمام مراتب میں علیؓ ہارون جیسے تھے لہذا خلافت ثابت ہوئی تو ہم کہتے ہیں کہ جمیع منازل میں منزل نبوت بھی داخل ہے جب منزلت نبوت کا استثنار تو عام مخصوص البعض ہو گیا تو عام مخصوص البعض کو واجب العمل ہوتا ہے مگر ظنی ہوتا ہے۔ چنانچہ کتب حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔ علاوہ ازیں نفس خلافت میں کس کو انکار ہے البتہ ترتیب خلافت میں کلام ہے سوال یہ ہے کہ حضرت کی وفات شریف کے بعد خلافت کا حق کس کو حاصل ہے اس میں ہم بصدائے بلند کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ کا ہے اور وہ خلیفۂ اول تھے اور ہوئے چنانچہ کتب حدیث اس امر کی پوری شاہد ہیں۔ اور لیجئے کتابوں میں مصرح ہے کہ اور بعض بعض

أَبُوْبَكْرٍ صَاحِبِيْ وَمُؤْنِسِيْ فِي الْغَارِ سُدُّوْا كُلَّ خَوْخَةٍ إِلَّا خَوْخَةَ أَبِيْ بَكْرٍ۔ رواہ عبد اللہ بن احمد۔ ابو بکرؓ میرا یار ہے (اور یہ لقب ان کو اللہ تعالیٰ نے کلام مجیدؔ عنایت فرمایا) اور میرا مونس غار ہے سب کھڑکیاں (جو مسجد میں ہیں) بند کر دو مگر ابوبکرؓ کی رہنے دو اس کو عبد اللہ بن احمد نے روایت کیا۔ اس میں آپ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے۔

---

سلہ قال اللہ تعالیٰ۔ اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا۔ اس میں ابوبکرؓ کو صاحب فرمایا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۹

باتوں میں محض اجتہادی امور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تعارض کیا اور نوبت بہ جنگ وجدل پہنچی، جو بات اپنے نزدیک ٹھیک معلوم ہوئی اس کے پیرو ہوئے گو سب معاملہ للہ فی اللہ ہی تھا مگر جو بات اپنے عندیہ میں محقق معلوم ہوئی اس کے خلاف پر نوبت بقتال پہنچی۔ خلافت اتنا بڑا عظیم الشان امر اس پر حضرت علیؓ نے کبھی حضرت ابوبکرؓ یا عمرؓ یا عثمانؓ سے مقابلہ نہ کیا اگر خلافت واقعی ان کا حق تھا تو اپنے حق پر تعرض کرنا ضرور تھا۔ پھر کیا وجہ تھی کہ کبھی اس طرف اشارہ نہ ہوا۔ جانے دیجئے اگر تھوڑی دیر کو یہ بھی مان لیا جائے کہ خلافت حضرت علیؓ ہی کا حق تھا اور حضرت ابوبکرؓ خلیفہ برحق نہ تھے تو ظاہر بات ہے کہ ان کا جہاد بھی درست نہ ہوگا۔ کیونکہ خلیفہ نہ ٹھہرے۔ اور جب جہاد درست نہ ہوا تو جو اشیا مال غنیمت میں آئیں وہ کسی کو لینی جائز نہ ہوئیں۔ اب ہم سوال کرتے ہیں کہ محمد بن حنفیہ جس سے پیدا ہوئے، حضرت علیؓ کے صلب اور حنفیہ کے پیٹ سے پیدا ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت میں حنفیہ جہاد میں گرفتار ہو کر آئیں تھیں اور حضرت علیؓ کو دے دی گئی تھیں۔ اگر ابوبکرؓ کا جہاد اور ان کی خلافت برحق اور مسلم نہیں تو حنفیہ سے حضرت علیؓ کو صحبت کرنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔

اِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلٰی شَیَاطِیْنِ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ قَدْ فَرُّوْا مِنْ عُمَرَ۔
رواہ الترمذی ۔ میں شیاطین انس وجن کو دیکھتا ہوں کہ عمرؓ کے سامنے سے
بھاگ جاتے ہیں اس کو ترمذی نے روایت کیا ۔ اور اس کا سبب یہ تھا کہ
حضرت عمرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت جلالیہ تھے جیسے کہ ابوبکرؓ
وعثمانؓ آپ کی صورت جمالیہ اور حضرت علیؓ بھی حضرت عمرؓ کے ہم رنگ تھے ۔
اِنَّ اَشَدَّ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِیِّهَا حَیَاءً عُثْمَانُ ۔ رواہ ابونعیم ۔
نبی کے بعد اس امت میں سب سے زیادہ حضرت عثمانؓ حیادار ہیں ۔
اَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا ۔ رواہ الترمذی ۔ میں حکمت کا
گھر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہے ۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے ۔[1]
اَنْتَ عَتِیْقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ قَالَ لِاَبِیْ بَكْرٍ ۔ رواہ الترمذی ۔
آپ نے حضرت ابوبکرؓ کی نسبت فرمایا کہ تو خدا کا آزاد[2] کیا ہوا دوزخ کی آگ سے
ہے ۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے ۔
اَلْحَقُّ بَعْدِیْ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حَیْثُ كَانَ ۔ رواہ الحکیم الترمذی
حق میرے بعد عمر بن الخطاب کے ساتھ ہے جہاں وہ ہو ۔ اسکو حکیم ترمذی نے
روایت کیا ۔ عُثْمَانُ اُمَّ كُلْثُوْمٍ اِلَّا بِوَحْیٍ مِّنَ السَّمَآءِ ۔ رواہ
الطبرانی ۔ میں نے عثمانؓ کا نکاح اُم کلثوم سے نہیں کیا مگر سبب سے وحی

---

[1] ایک روایت میں انا مدینۃ العلم وعلی بابھا آیا ہے ۔ یعنی میں علم شہر ہوں اور علی اسکا دروازہ ہے۔
[2] مصعب زبیر کہتے ہیں کہ ابوبکر کو عتیق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نسب میں کوئی ایسی بات نہ تھی
کہ کوئی عیب لگا اور لیث بن مسعود اور ایک جماعت کا قول ہے کہ انکے جمال کیوجہ سے انکو عتیق کہتے ہیں ۔
نظام الدین کیرانوی

آسمانی کے (یعنی اُم کلثوم کا نکاح حضرت عثمانؓ سے وحی کے حکم سے ہوا) اس کو طبرانی نے روایت کیا۔ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِی اَنْ اُزَوِّجَ فَاطِمَۃَ مِنْ عَلِیٍّ۔ رواہ الطبرانی۔ اللہ تعالےٰ نے مجھ کو فرمایا کہ میں فاطمہ کا نکاح علیؓ سے کر دوں اس کو طبرانی نے روایت کیا۔ اَمَنُّ النَّاسِ عَلَیَّ فِی مَالِہٖ وَ صُحْبَتِہٖ اَبُوْبَکْرٍ وَ لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلاً لَاتَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ خَلِیْلاً وَلٰکِنْ اُخُوَّۃُ الْاِسْلَامِ۔ رواہ مسلم۔ مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والا اپنے مال اور صحبت میں ابوبکرؓ ہے اگر میں کسی کو اپنا جانی دوست بناتا (کہ ایک روح دو قالب کا حکم رکھتا) اور ہر امر میں مرجع کار ہوتا۔ اور صحیحین کی ایک روایت میں غیر ربی اتنا لفظ اور زیادہ ہے یعنی سوائے اپنے پروردگار کے) تو ابوبکر کو بناتا لیکن اسلام افضل ہے (اس کو مسلم نے روایت کیا) اور چونکہ یہ مرتبہ خدائے تعالےٰ کے ساتھ مخصوص ہے لہٰذا اپنے بہ نسبت حضرت صدیقؓ کے توقف فرمایا۔ اور حدیث کی بعض روائتوں میں آیا ہے کہ ابوبکر صدیقؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے پہلے جناب رسالتمآب مرتبہ خلت حاصل ہو گیا اور مرتبہ خلت سے وہ مرتبہ مراد ہے جو مرتبہ قرب اور

---

[1] اس حدیث سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ درجہ خلت درجہ محبت سے ارفع ہے اور چونکہ خلت صفت حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی ہے اور محبت صفت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔ لہٰذا ابراہیم خلیل اللہ آنحضرت سے افضل ہوئے حالانکہ یہ خلاف واقع ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم صفت خلت اور محبت دونوں کے جامع ہیں چنانچہ مسلم نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ”واقد اتخذ اللہ صاحبکم خلیلا“ لہٰذا آپ افضل ہوئے نیز قاضی عیاضؒ نے شفا میں تصریح کی ہے کہ درجہ محبت درجہ خلت سے ارفع ہے۔ نیز محبت شغاف قلب میں ہوتی ہے نہ خلت لہٰذا محبت کا درجہ زیادہ ہوا۔
محمد نظام الدین کیرانوی

منزلت اور اتحاد میں بشر کی انتہا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا برتاؤ
جو صدیق اکبرؓ کے ساتھ تھا اس سے یہ بات پورے طور پر واضح ہے جس کا جی
چاہے کتب احادیث و سیر میں دیکھ لے ۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی بَاھٰی بِمَلَائِکَتِہٖ
یَوْمَ عَرَفَۃَ وَبَاھٰی بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّۃً وَمَا فِی السَّمَاءِ مَلَکٌ
اِلَّا وَھُوَ یُوَقِّرُ عُمَرَ وَمَا فِی الْاَرْضِ شَیْطَانٌ اِلَّا وَھُوَ یَفِرُّ مِنْ عُمَرَ ۔ رواہ
ابن عساکر ۔ اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن عموماً اپنے ملائکہ پر فخر کرتا ہے ۔ اور
عمر بن الخطاب پر خصوصاً اور یہ مباہات عرفہ میں حاجیوں کے حاضر ہونے کی
وجہ سے ہے ۔ اور آسمان میں کوئی فرشتہ ایسا نہیں جو عمرؓ کی توقیر نہ کرتا ہو۔
اور زمین میں کوئی شیطان ایسا نہیں جو عمرؓ سے نہ بھاگتا ہو ۔ اس کو ابن عساکر
نے روایت کیا ہے ۔ لِکُلِّ نَبِیٍّ رَفِیْقٌ فِی الْجَنَّۃِ وَرَفِیْقِیْ فِیْھَا عُثْمَانُ ۔
رواہ الترمذی ۔ ہر نبی کا جنت میں ایک رفیق ہے اور جنت میں میرا
رفیق عثمانؓ ہے اس کو ترمذی نے روایت کیا ۔
مَنْ کُنْتُ وَلِیَّہٗ فَعَلِیٌّ وَلِیُّہٗ ۔ رواہ احمد الترمذی ۔ جسکا ولی و
مددگار میں ہوں ۔ اس کا ولی و مددگار علیؑ ہے ۔ اس کو احمد اور ترمذی نے
روایت کیا ۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَکْرَہُ فَوْقَ سَمَائِہٖ اَنْ یُخَطَّاءَ اَبُوْبَکْرِنِ الصِّدِّیْقُ
فِی الْاَرْضِ ۔ رواہ الحارث والطبرانی ۔ اللہ تعالیٰ اپنے آسمان پر اس
بات کو مکروہ رکھتا ہے کہ ابوبکرؓ زمین میں منسوب بہ خطا ہو ۔ اس کو حارث
اور طبرانی نے اپنی مسند میں روایت کیا ۔
لَمَّا اَسْلَمَ عُمَرُ اَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ فَقَالَ اسْتَبْشَرَ اَھْلُ السَّمَاءِ بِا

سُلاَمِ عُمَرَ ۔ رواہ الحاکم ۔ جب عمرؓ اسلام لائے تو میرے پاس جبرئیل آئے اور کہا کہ عمرؓ کے اسلام سے فرشتے خوش ہوئے ۔ اس کو حاکم نے روایت کیا ۔

لَيَدْخُلَنَّ بِشَفَاعَةِ عُثْمَانَ سَبْعُوْنَ اَلْفاً قَدْ اِسْتَوْجَبُوا النَّارَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۔ رواہ ابن عساکر ۔ عثمانؓ کی شفاعت سے ستر ہزار مستوجب نار بلا حساب جنت میں جائیں گے (یعنی ان سے اعمال کا محاسبہ نہ ہوگا) اسکو ابن عساکر نے روایت کیا ۔ اور یہ سب صاحب علو منقبت کے اظہار کے لئے ہے ۔ اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ ذُرِّيَّةَ كُلِّ نَبِيٍّ فِي صُلْبِهٖ وَاِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ ذُرِّيَّتِيْ فِيْ صُلْبِ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ ۔ رواہ الطبرانی ۔ اللہ تعالٰے نے ہر نبی کی اولاد اس کی پشت میں قرار دی ہے اور میری اولاد علیؓ ابن طالب کی پشت سے ۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ۔ اور سر اس میں یہ ہے کہ علیؓ ابن طالب گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورتِ مثالیہ تھے یا عینک مطالعہ انکی نسبت آنحضرت سے ایسی ہو جیسے فرع کی نسبت اصل سے یا ظل کی صاحب ظل سے اور یہاں سر معنے وانفسا وانفسکم راست آتا ہے ۔

اِقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ فَاِنَّهُمَا حَبْلُ اللّٰهِ الْمَمْدُوْدُ وَمَنْ تَمَسَّكَ بِهِمَا فَقَدْ تَمَسَّكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لاَ انْفِصَامَ لَهَا ۔ رواہ الطبرانی ۔ ان دونوں کی اقتدا اور پیروی کرو جو میرے بعد ہیں یعنی ابوبکرؓ وعمرؓ کیونکہ وہ دونوں اللہ کی دراز شدہ رسی ہیں جس نے ان کو پکڑا اس نے حلقہ مضبوط کو پکڑا اس کو انقطاع نہیں ہے اور حبل اللہ دین الٰہی سے کنایہ ہے ۔ جیساکہ قرآن مجید میں اشارہ ہے "واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا" یعنی کہ

سب مل کر اللہ کی رسی مضبوط پکڑو۔ اور عروۃ الوثقیٰ بھی دین ہی سے کنایہ ہے اس کی طرف بھی قرآن میں اشارہ ہے "فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ" یعنی حلقۂ مضبوط کے ساتھ تمسک کیا یعنی دین اسلام کے ساتھ۔

اِنَّ عُثْمَانَ الْاَوَّلُ مَنْ هَاجَرَ اِلَى اللّٰهِ بِاَهْلِهٖ بَعْدَ لُوطٍ۔ رواہ الطبرانی۔ عثمانؓ ان لوگوں میں سب سے پہلے ہیں جنہوں نے لوط علیہ السلام کے بعد اپنی بیوی کے ساتھ اللہ کی طرف ہجرت کی (یعنی اپنی بیوی رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اوّل ہجرت حضرت عثمانؓ نے کی اسکو طبرانی نے روایت کیا۔ لَا يُحِبُّكَ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُكَ اِلَّا مُنَافِقٌ قَالَهٗ لِعَلِيٍّ۔ رواہ الترمذی۔ آپ نے حضرت علیؓ کی شان میں فرمایا کہ تجھ کو دوست نہیں رکھتا مگر مومن اور تجھ کو دشمن نہیں سمجھتا مگر منافق۔ یعنی علیؓ کی دوستی ایمان کی نشانی اور دشمنی نفاق کی علامت ہے۔

اِنَّا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ ثُمَّ اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ اٰتِي اَهْلَ الْبَقِيْعِ فَيُحْشَرُوْنَ مَعِيْ ثُمَّ اَنْتَظِرُ اَهْلَ مَكَّةَ حَتّٰى اُحْشَرَ بَيْنَ الْحَرَمَيْنِ رواہ الترمذی۔ میں اوّل ان لوگوں کا ہوں جن سے قیامت کے روز زمین شق ہو گی (یعنی قیامت کے روز سب سے پہلے قبر سے میں اٹھوں گا۔ پھر ابوبکرؓ پھر عمرؓ پھر اہل بقیع کی طرف آؤں گا وہ لوگ میرے پاس جمع ہونگے اس کے بعد اہل مکہ کا انتظار کروں گا یہاں تک کہ مابین حرمین ان سے ملوں گا اس کو ترمذی نے روایت کیا۔ اور حضرت ابوبکرؓ اور ساتھ محشور ہونے کی وجہ تخصیص آپ کے ساتھ ان کا ہم طینت ہونا اور ان کی فضیلت

اور وجوہ فضیلت میں اپنے ساتھ کمال تشبہ کا ظاہر کرنا ہے اور یہ بات انکی قبروں سے ظاہر ہے (کہ آپ کے پاس اسی ایک حجرے میں بنی ہیں) حکیم خاقانی نے روضہ مبارک کی تعریف میں کیا خوب کہا ہے

| | |
|---|---|
| بینی حرم محمدی را | تو لانگہ سپید سرمدی را |
| پیشش دو خلیفہ رخ نہفتہ | جوزا بکنار شمس تفتہ |
| ہر سہ شدہ یک نہاد و یک راہ | چوں یک الف است و لام اللہ |
| آہوئے زمیں و کعبہ نافہ | مشکش پسر ابو قحافہ |

جاء عثمان الی النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بالف دینار فی کمہ حین جہز جیش العسرہ فنثرھا فی حجرہ فرایت النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یقلبھا فی حجرہ ویقول ما ضر عثمان ما عمل بعد الیوم مرتین رواہ احمد۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیش عسرت یعنی اس لشکر کے لئے جو جنگ تبوک (تبوک ایک شہر ہے حدود شام میں مدینہ سے سولہ منزل) کے واسطے نصاریٰ عرب و شام سے لڑنے کو تیار اور مقرر فرمایا تھا سامان کرنا شروع کیا تو حضرت عثمانؓ ہزار دینار کی تھیلی آستین میں لائے اور آپ کی گود میں الٹ دی۔ روای کہتا ہے کہ میں نے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ان دیناروں کو اپنی گود میں الٹ پلٹ کر دیکھتے ہیں اور جانچ کے طور پر اوپر تلے کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ عثمانؓ اس کے بعد جو عمل کرے گا اس کو مضر نہ ہوگا۔ یہ کلام آپ نے دو مرتبہ فرمایا۔ اس کو احمد نے روایت کیا۔ اس میں حضرت عثمانؓ کو ان اعمال اور

نفقات کی قبولیت کی بشارت ہے جو انھوں نے خدا کی راہ میں کئے ۔ یعنی جو کچھ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں اللہ کے واسطے خرچ کیا وہ مقبول ہوا اور جو عمل کئے ان میں کسی طرح کا ضرر آپ کو نہیں پہنچ سکتا نیز اس سے اشارۃً ان مخالفین کے خیالات کا رد ہوتا ہے جو مفسدوں سے جھوٹی باتیں سن سناکر آپ پر طعن و تشنیع کرتے تھے اور یہ کلمہ جامعیتی ماضر عثمان ما عمل بعد الیوم اس بات پر مبنی ہے کہ ہر چند جناب معلی ایسی باتوں سے جو مفسد لوگ مشہور کرتے ہیں بری ہیں لیکن عظمتِ شان کے لحاظ سے بالفرض والتسلیم ایسی باتیں آپ کی طرف منسوب بھی ہو جائیں تو آپ کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتیں ۔ جیسے کہ یہ معنی اہل بیت کے بارے میں عموماً آیہ تطہیر میں مقصود ہیں اور جناب امیر کے بارے میں خصوصاً حدیث " اللّٰہم ادر الحق معہ حیثیت دار" میں بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جَیْشاً فِیْہِمْ عَلِیٌّ فرفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یدیہ ویقول اللّٰہم لَا تُمِتْنِیْ حَتّٰی تُرِیَنِیْ عَلِیًّا ۔ رواہ الترمذی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر یمن کی طرف روانہ کیا اس میں حضرت علیؑ سردار بناکر بھیجے گئے تو آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ الٰہی جب تک مجھ کو علیؑ کی صورت نہ دکھا دے میری موت نہ بھیجے اس کو ترمذیؒ نے روایت کیا۔

چونکہ آپ کی وفات شریف کا زمانہ قریب تھا اس لئے دعا فرماتے تھے کہ علیؑ کے آنے سے پہلے سفر آخرت پیش نہ آجائے ۔

اَبُوْبَکْرٍ فِی الْجَنَّۃِ وَعُمَرُ فِی الْجَنَّۃِ وَعُثْمَانُ فِی الْجَنَّۃِ وَعَلِیٌّ فِی الْجَنَّۃِ۔

ابوبکرؓ جنت میں عمرؓ جنت میں عثمانؓ جنت میں علیؓ جنت میں ہیں۔
حُبُّ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ مِنَ الْاِیْمَانِ وَ بُغْضُہُمَا کُفْرٌ وَّ مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ مَنْ حَفِظَنِیْ فِیْہِمْ فَاَنَا اَحْفَظُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ رَوَاہُ ابْنُ عَسَاکِرَ۔ ابوبکر و عمرؓ کی دوستی ایمان ہے اور ان کی دشمنی کفر۔ جو میرے اصحابؓ کو برا کہے اُس پر خدا کی لعنت جو شخص ان کے درمیان مجھ کو یاد رکھے یعنی ان کے درمیان میرا ملاحظہ کرے اور ان کی صحبت اور خدمت کا حق جو مجھ پر ہے ملحوظ خاطر اور پیش نظر رکھے انکے ساتھ تعظیم اور توقیر سے پیش آئے اور طعن و تشنیع اور سب و شتم نکرے تو میں قیامت کے روز اس کی محافظت کروں گا۔ یعنی جب وہ قیامت کے دن اپنے گناہوں کی مغفرت اور عفو جرائم کا سخت محتاج ہوگا۔ میں اس کی شفاعت کروں گا۔ اس کو ابن عساکر نے روایت کیا۔
اَرْاَفُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْبَکْرٍ وَّ اَشَدُّہُمْ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ عُمَرُ وَ اَصْدَقُہُمْ حَیَاءً عُثْمَانُ وَ اَقْضَاہُمْ عَلِیٌّ۔ رواہ ابو یعلے۔ میری اُمت میں امت پر بہت زیادہ مہربان ابوبکرؓ دین الٰہی میں سخت اور تیز عمرؓ اور نہایت سچے حیادار عثمانؓ اور بڑے قاضی علیؓ۔ اس کو ابو یعلی نے روایت کیا۔

**فائدہ** قضا کے معنی ہیں متخاصمین یعنی مدعی و مدعا علیہ کے جھگڑے چکانے اور احقاق حق و ابطال باطل کرنا۔
بِکُلِّ نَبِیٍّ وَّزِیْرَانِ وَزِیْرَانِیْ وَصَاحِبَایَ اَبُوْبَکْرٍ وَّ عُمَرُؓ۔

رواہ ابن عساکر۔ ہر نبی کے دو وزیر ہیں اور میرے دو وزیر اور دو یار ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔ اس کو ابن عساکر نے روایت کیا۔
عُثْمَانُ حَيِيٌّ تَسْتَحْيِيْ مِنْهُ الْمَلٰئِكَةُ۔ رواہ ابن عساکر۔ عثمانؓ بہت حیادار ہیں ان سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔ اس کو ابن عساکر نے روایت کیا۔ مَا انْتَجَيْتُهٗ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ انْتَجَاهٗ قَالَهٗ لِعَلِيٍّ۔ رواہ الترمذی۔ آپ نے حضرت علی کے بارے میں فرمایا کہ میں نے ان سے سرگوشی نہیں کی۔ لیکن اللہ نے سرگوشی کی۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا۔

**فائدہ** اس کا قصہ یہ ہوا کہ ایک روز نماز عشا کی تکبیر ہوگئی اور حضرت علی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کچھ سرگوشی کرتے رہے یہاں تک کہ بہت رات ہوگئی اس وقت بعض منافقوں نے آپ سے طعن کے طور پر کہا " وَلَقَدْ طَالَ نَجْوَاكَ مَعَ ابْنِ عَمِّكَ۔ یعنی چچا کے بیٹے (علیؓ) کے ساتھ بہت کانا پھوسی رہی۔ اس کے جواب میں آپ نے یہ ارشاد فرمایا " انْتَجَيْتُهٗ الخ اور مقصود اس کلام کا یہ ہے کہ میری سرگوشی بمنزلہ اللہ کی سرگوشی کے ہے کہ اس کی خوشنودی اور رضامندی کے مطابق ہے اور یہ کلام بعینہ خدائے تعالے کے اس قول کے موافق ہے وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى[1]۔

---

[1] یہ آیہ جنگ احد میں نازل ہوئی۔ قصہ یہ ہوا کہ جب جنگ ہوئی اور خوب گھمسان کی لڑائی ہونے لگی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مٹھی کنکریاں اس لشکر کی طرف پھینکیں اللہ کی قدرت سے ہر شخص کی آنکھوں میں خاک پڑگئی اور شکست کھا کر بھاگ گئے جب سب مغرور ہوگئے تو اس خیال سے کہ مسلمان یہ نہ سمجھ لیں کہ فتح ہماری قوت سے ہوئی یہ آیت نازل فرمائی مطلب یہ تھا تم نے قتل

حاشیہ صفحہ ۱۸۹

رَحِمَ اللّٰہُ اَبَابَکْرٍ زَوَّجَنِیْ اِبْنَتَہٗ وَحَمَلَنِیْ اِلٰی دَارِ الْھِجْرَۃِ وَ صَحِبَنِیْ فِی الْغَارِ وَاَعْتَقَ بِلَالًا مِنْ مَالِہٖ وَمَا نَفَعَنِیْ مَالٌ فِی الْاِسْلَامِ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَکْرٍ ۔ رواہ الترمذی خدا ابُوبکر پر رحم کرے کہ اس نے اپنی بیٹی سے میرا نکاح کیا ۔ اور مجھ کو دار ہجرت یعنی مدینہ میں لیگیا اور غار میں میرا مصاحب ہوا اور بلالؓ کو اپنے مال سے آزاد کیا ۔ اور جتنا نفع مجھ کو ابُوبکرؓ کے مال نے دیا کسی کے مال نے نہیں دیا ۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا

**فائدہ** ابو بکر صدیقؓ کا حضرت کو سوار کر کے مدینہ لے جانا مشہور بات ہے کہ اس وقت دو اونٹ مع سامان سفر حضورِ اقدس میں پیش کئے اور آپ نے قبول فرمائے ۔ اس کے بعد تین رات دن غار ثور میں چھپے رہے اور ابوبکرؓ اور ان کے بیٹے عبداللہؓ اور ان کے غلام عامرؓ بن فہیرہ کے ہمراہ مدینہ کو روانہ ہوئے اس قصہ کی طرف قرآن شریف کی اس آیت میں قوی اشارہ موجود ہے ۔" الاتنصروہ فقد نصرہ اللہ اذا خرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینۃ ۔ الخ ۔ اور آنجناب کی نصرت و حمایت کے بیان میں بھی یہی آیت واضح ہے اور حضرت ابُوبکرؓ کا نیک کاموں اور جہاد و سامان

---

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۹

قتل نہیں کیا خدا نے کیا اور اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم نے کنکریاں نہیں پھینکیں خدا نے پھینکیں ۔ غرضیکہ ہماری طرف خیال رہے اور مدد ہماری طرف سے سمجھی جائے اپنا دخل نہ دیا جائے

نظام الدین کیرانوی

جہاد میں مال خرچ کرنا کہ ہزاروں تک نوبت پہنچی حدیث و سیر کی کتابوں میں مسطور ہے۔ رَحِمَ اللّٰہُ عُمَرَ یَقُولُ الْحَقَّ وَ اِنْ کَانَ مُرًّا تَرَکَہُ الْحَقُّ وَ مَالَہُ مِنْ صَدِیقٍ رَحِمَ اللّٰہُ عُثْمَانَ یَسْتَحْیِیْہِ الْمَلٰئِکَۃُ وَجَہَّزَ جَیْشَ الْعُسْرَۃِ اَللّٰھُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَہٗ حَیْثُ دَارَ۔ رواہ الترمذی۔ اللہ عمرؓ پر رحم کرے کہ وہ حق بات کہتے ہیں گو کڑوی لگے ان کو حق گوئی نے اس حال پر پہنچایا ہے کہ اب ان کا کوئی دوست نہیں۔ یعنی ان کی حق گوئی اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ جو کہتے ہیں حق کہتے ہیں اور چونکہ لوگوں کی طبیعت کے خلاف ہوتا ہے لہٰذا ان کے کہنے سے مکدر ہوتے ہیں۔ لہٰذا حق گوئی کی وجہ سے حقوق دوستی بھی ان کے ساتھ ملحوظ نہیں رکھتے اور دل میں رنج رکھتے ہیں حق گوئی اور حق گو لوگوں کا یہی حال ہے کہ سب لوگ حق گوئی کے مقابلہ میں معاملات کے اندر رنجیدہ ہوتے ہیں اور یہ اس طرف اشارہ ہے کہ عمرؓ چونکہ حق گوئی کا شیوہ رکھتے ہیں بہت سی باتیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں یا پس غیبت دین و دنیا کے تمام معاملات میں مصلحت کی غرض سے کہتے ہیں لوگ ان سے ناحق مکدر اور رنجیدہ ہوتے ہیں اور چونکہ لوگوں کے دلوں میں غرض نفسانی گھسی ہوئی ہے طعن و تشنیع کرتے ہیں اور بے ہودہ تعرضات درمیان میں لاتے ہیں پس یہ تمام خلاف حق اور باطل ہے بات وہی ہے جو عمرؓ کہتے ہیں اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ وَضَعَ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِہٖ وَالْحَقُّ بَعْدِی مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حَیْثُ کَانَ

الحَدِیْثُ وَاللہُ اَعْلَمُ ۔ خدا عثمانؓ پر رحم کرے اس سے فرشتے حیا کرتے ہیں اس نے جیشِ عسرت یعنی غزوۂ تبوک کا سامان کیا اور ہماری مسجد کو فراخ کر دیا یہاں تک کہ ہمارے لئے وہ گنجائش کی ہوگئی ۔ خدا علیؓ پر رحم کرے الٰہی حق کو اس کے ساتھ دائر کر جہاں وہ جائے ۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ۔

**فائدہ** جیشِ عسرت غزوۂ تبوک کو کہتے ہیں کیونکہ اس میں صحابہ اکرام کا تنگ حال تھا اسباب سفر کم دستیاب ہوتا تھا مگر بفضلہ تعالیٰ حضرت عثمانؓ کی اعانت بے غایت سے سرانجام ہوگیا ۔ اور مسجد کی توسیع اس طرح ہوئی کہ حضرت عثمانؓ نے ایک قطعہ زمین جو مسجد سے ملحق تھا بعض انصار سے خرید کر مسجد میں شامل کر دیا اور اس پر حضرت رسالت مآب سے دخولِ جنت کی بشارت پائی ۔ چنانچہ صحیحین میں ہے کہ اَرْبَعَۃٌ لَایَجْتَمِعُ حُبُّھُمْ فِیْ قَلْبِ مُنَافِقٍ وَلَا یُحِبُّھُمْ اِلَّا مُؤْمِنٌ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِیٌّ ۔ رواہ ابن عساکر ۔ چار شخص ہیں جنکی محبت منافق کے دل میں جمع نہیں ہوتی اور ان کو مومن کے سوا اور کوئی دوست نہیں رکھتا (یعنی ان کی محبت مومن ہی کے دل میں ہوتی ہے) ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ ۔ اسکو ابن عساکر نے روایت کیا ۔

**فائدہ** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چہار یار کی دوستی ایمان کی نشانی ہے اور ترک محبت نفاق کی صریح علامت ہے ۔

کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیٰ حِرَاءٍ وَاَبُوْبَکْرٍ

وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِیٌّ وَطَلْحَۃُ وَزُبَیْرُ فَتَحَرَّکَتِ الصَّخْرَۃُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِھْدَئْ فَمَا عَلَیْکَ اِلَّا نَبِیٌّ اَوْصِدِّیْقٌ اَوْشَہِیْدٌ۔ رواہ مسلم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہ حرا پر تشریف رکھتے تھے اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ ساتھ تھے ایک پتھر کو جنبش ہوئی اور ہلا تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھہر جا کہ نہیں ہے تجھ پر مگر پیغمبر، صدیق، شہید۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔

**فائدہ** اس حدیث سے منصب صدیقیت حضرت صدیق اکبرؓ کے لئے ثابت ہوا اور مرتبۂ شہادت ان پنجتن حضرت عمرؓ و عثمانؓ اور علیؓ و طلحہؓ و زبیرؓ کے لئے۔ ان کی شہادت کا واقعہ کتب احادیث وسیر میں مشہور و معروف ہے از انجملہ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کی شہادت جنگ جمل میں واقع ہوئی۔ طلحہؓ کو شہادت مروان کے ہاتھ سے ہوئی، اس نے اول ہی لڑائی میں زہر کا بجھا ہوا تیر زانوئے مبارک پر مارا لوگ آپ کو اٹھا کر اس وقت بصرہ کے ویرانے میں لے گئے۔ اسی حال میں حضرت امیرؓ کے ہمراہیوں میں کا ایک شخص ان کے پاس گیا انہوں نے اس سپاہی کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی۔ (گویا کہ یہ بیعت بواسطہ سپاہی کے امیر ہی سے ہوئی) اس کے بعد شربت شہادت نوش فرمایا جب یہ خبر جناب امیرؓ کو پہنچی تو آپ نے خدا کا شکر ادا کر کے فرمایا کہ "الحمد للّٰہ الذی اخرجہ من الدنیا وبیعتی فی عقبہ۔ یعنی حمد و سپاس اس خدا کو

جس نے اس کو دنیا سے اس حال سے نکالا کہ میری بیعت اس کی گردن میں ہے ۔ یہ اشارہ ہے دونوں طرف سے بیعت کے ایجاب وقبول کا۔ اور حضرت زبیرؓ کا قصہ یہ ہوا کہ ہنگام جنگ حضرت علیؓ سے صلح کر کے طرفین سے صفائی کلی حاصل کر کے اسی حال میں لشکر سے جدا ہو کر خیبر کی طرف جاتے تھے ۔جب وادیٔ القریٰ میں پہنچے نمازِ عصر پڑھنے کو اترے اور نماز میں مشغول ہوئے ۔سجدے میں تھے کہ ایک شخص خنجر آبدار سے آپ کا سرِ مبارک کاٹ کر بصرہ کو واپس ہوا اور حضرت کی خیمہ گاہ پر آ کر ایک شخص کی وساطت سے یہ واقعہ جناب امیرؑ تک پہنچایا ۔آپ یہ حال دریافت فرما کر غضبناک ہوئے اور فرمایا "بشر قاتل ابن صفیۃ بالنار" یعنی ابن صفیہ کے قاتل کو آتشِ دوزخ کی بشارت دے " اور پسر ابن صفیہ زبیرؓ ابن عوام ہیں اور صفیہ عبدالمطلب کی بیٹی ہیں ۔

جب یہ کلام اس شخص تک پہنچا وہی خنجر اپنے پیٹ میں مار کر جہنم رسید ہوا۔ اس پر حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ۔
صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ قَاتِلُ ابْنِ صَفِیَّۃَ بِالنَّارِ ۔ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۔کہ ابن صفیہ کا قاتل آتشِ دوزخ میں ہے ۔
(یعنی زبیر کا قاتل دوزخی ہے)

# اہلبیت کے فضائل

اَتَانِیْ مَلَکٌ فَسَلَّمَ عَلَیَّ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ لَمْ یَنْزِلْ قَبْلَهَا فَبَشَّرَنِیْ اَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَنَّ فَاطِمَةَ سَیِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔ رواہ ابن عساکر۔ میرے پاس ایک فرشتہ آیا آتے ہی مجھ کو سلام کیا (یہ) آسمان سے اترا اس سے پہلے نہ اترا تھا۔ پس مجھ کو بشارت دی کہ حسنؓ اور حسینؓ جوانان بہشت کے سردار ہیں اور فاطمہ زہراؓ بہشت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ اس کو ابن عساکر نے روایت کیا۔

اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ هُمَا رَیْحَانَتَایَ مِنَ الدُّنْیَا۔ رواہ الترمذی حسن اور حسین دنیا میں میرے باغ کے دو پھول ہیں، یعنی دنیا میں میرے گل مراد و ثمر فواد ہیں اس کو ترمذی نے روایت کیا۔

خَرَجَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غَدَاةً وَعَلَیْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعْرٍ اَسْوَدَ فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ فَاَدْخَلَهُ ثُمَّ جَاءَ الْحُسَیْنُ فَاَدْخَلَ مَعَهُ ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَاَدْخَلَهَا ثُمَّ جَاءَ عَلِیٌّ فَاَدْخَلَهُ ثُمَّ قَالَ

إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ كُمْ تَطْهِيْرًا ۔ رواہ مسلم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کے وقت گھر سے باہر تشریف لائے اور صوف کا ایک کمبل اوڑھے ہوئے تھے ۔ جس پر کجاوہ شتر کی صورت کے نقش تھے کہ حسنؑ ابن علیؑ آگئے آپ نے اُن کو کمبل میں لے لیا پھر حسینؑ آئے ان کو بھی داخل کیا۔ پھر حضرت فاطمہ زہراؑ تشریف لائیں ان کو بھی اسی میں داخل کیا پھر حضرت علیؑ آئے ان کو بھی اسی میں لے لیا اور یہ آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ اے اہل بیت اللہ تعالے یہ چاہتا ہے کہ تمہاری پلیدی دور کرے ۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ۔

**فائدہ** اس آیت کا نزول اوّلاً ازواج مطہرات کے لئے ہوا اور ثانیاً بطریق اولیت اِن نفوسِ اربعہ طاہرہ کے حق میں ۔

لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَ اَبْنَآءَ كُمْ وَنِسَآءَ نَا وَنِسَآءَ كُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ اِلْاٰيَة دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَ فَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَآءِ اَهْلُ بَيْتِيْ ۔ رَوَاهُ مُسْلِم ۔ جب یہ آیت نازل ہوئی جس کا مضمون یہ ہے کہ بُلائیں ہم اپنے فرزندوں کو اور اپنی عورتوں کو اور اپنے نفسوں کو اور تمہارے نفسوں کو ۔ تو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ کو طلب کیا اور فرمایا۔ الٰہی یہ میرے اہل بیت ہیں ۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ۔

اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ اَوَّلُهُمَا کِتَابُ اللّٰہِ فِیْهِ الْهُدٰی وَالنُّوْرُ فَخُذُوْا بِکِتَابِ اللّٰہِ وَاسْتَمْسِکُوْا بِهٖ فَحَثَّ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ وَرَغَّبَ فِیْهِ ثُمَّ قَالَ وَاَهْلُ بَیْتِیْ اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ اَهْلِ بَیْتِیْ اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ اَهْلِ بَیْتِیْ ۔ رَوَاہُ مسلم ۔ میں تم میں دو چیزیں بزرگ قدر و گرانبار یعنی عالی مرتبہ چھوڑتا ہوں ۔ اوّل کتاب اللہ کو مضبوط پکڑو اور اس کو اختیار کرو پس آپ نے کتاب اللہ کے عمل پر کمال تحریص کی اور رغبت دلائی پھر فرمایا کہ "میرے اہلبیت" یعنی میں تم کو اپنے اہل بیت کے بارے میں خدا کو یاد دلاتا ہوں یعنی ان کی تعظیم و توقیر اور محبت کے بارے میں ۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ۔

**فائدہ** اس حدیث سے دو چیزوں کا اہتمام اور ان کی محافظت نکلی ایک قرآن شریف کی پیروی کہ خدا کا فرمان ہے' احکام دینی اور جمیع امور کی تفصیل اس میں موجود ہے ۔ دوسرے اہل بیت کی تعظیم و توقیر کی رعایت اور ان سے محبت کا وجوب اور یہ حکم تمام اہل بیت کو شامل ہے ۔ اور اہلبیت جملہ قسم کے ہیں (۱) ازواج مطہرات (۲) اولاد (۳) بھائی (۴) چچا (۵) پھوپیاں اور وہ لوگ جو علاقہ مصاہرت رکھتے ہیں' جیسے خسر اور داماد ۔

کَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ کَثِیْرٌ وَلَمْ یَکْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَرْیَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَاٰسِیَۃُ امْرَاَۃُ فِرْعَوْنَ وَخَدِیْجَۃُ بِنْتُ خُوَیْلِدٍ وَفَاطِمَۃُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَفَضْلُ عَائِشَۃَ عَلَی النِّسَاءِ کَفَضْلِ الثَّرِیْدِ عَلٰی

سَائِرِ الطَّعَامِ ۔ رواہ مسلم ۔ بہت سے مرد کمال کو پہنچے اور عورتیں
کمال کو نہ پہنچیں مگر مریم عمران کی بیٹی اور آسیہ فرعون کی بیوی اور
خدیجہ خویلد کی بیٹی اور فاطمہ محمدؐ کی بیٹی اور عائشہؓ کو عورتوں پر۔
ایسی فضیلت ہے جیسی ثرید (شوربے میں بھیگی ہوئی روٹی) کو
تمام کھانوں پر ہے ۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ۔
خلاصہ یہ ہے کہ تمام جہان کی عورتوں میں سے پانچ عورتوں نے
ذاتی صفاتی فضیلت پائی، مریمؑ، آسیہ، خدیجہؓ، فاطمہؓ، عائشہؓ اور
ہرایک وجوہِ فضل میں یکتا ہے ۔ عائشہ صدیقہؓ عمدہ فضیلت رکھتی ہیں
اس لئے آپ کے منہ سے ان کے بارے میں لفظ فضل نکلا جو لفظ
کمال سے ابلغ ہے اور ظاہر ہے کہ عائشہ صدیقہؓ کی ذاتی وصفاتی
فضیلت ابواب علم وسخا وزہد وتقویٰ اور نفع رسانی امت میں عموماً
اور خصوصاً اعلیٰ درجہ پر ہیں اور سیدۃ النساءؓ طہارت ذاتی ونزاہت
صفاتی رکھتی ہیں ۔ ابواب زہد وتقویٰ میں ان کی فضیلت اور
جناب نبوی کے اخلاق وافعال سے مشابہت ایک بلند مرتبہ
اور عالی منصب ہے ۔ (یعنی ان کے اخلاق وعادات جناب
رسالت سے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں)
أَحَبُّ أَهْلِي إِلَيَّ فَاطِمَةُ ۔ رواہ الترمذی ۔ مجھ کو اپنی
اہل میں زیادہ محبوب فاطمہؓ ہیں ۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ۔
صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُہٗ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ٥

نَظَرْتُ اِلیٰ هٰذَیْنِ الصَّبِیَّیْنِ یَمْشِیَانِ وَیَعْثُرَانِ فَلَمْ اَصْبِرْ حَتّٰی قَطَعْتُ حَدِیْثِیْ وَرَفَعْتُهُمَا ۔ رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ وابو داؤد والنسائی ۔ خدا اور اس کے رسول نے سچ فرمایا اور آیت کا مضمون یہ ہے کہ تمہارے اولاد اور اموال آزمائش کا سبب ہیں میں نے اِن دو بچوں (یعنی حسنؓ اور حسینؓ) کو دیکھا کہ چلتے تھے اور ٹھوکر کھاتے تھے پس مجھے صبر نہ ہوسکا یہاں تک کہ میں نے کلام ختم کر دیا ۔ اور ان کو اٹھا لیا (یعنی آپ نے اس حال میں کہ خطبہ پڑھتے تھے ان کو پھسلتا اور گرتا دیکھ کر خطبہ چھوڑ کر دونوں کو گود میں اٹھا لیا) اس کو احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ۔

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ شَنْفَا الْعَرْشِ وَلَیْسَا بِمُعَلَّقَیْنِ ۔ رواہ الطبرانی
حسنؓ اور حسینؓ دونوں عرش کے گوشوارے یعنی عرش کی آرائش وزینت ہیں اور عرش معلق نہیں ہے ۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ۔

**فائدہ** شنف سے مراد گوشوارۂ حسی نہیں کہ زیور کی قسم سے ہو اور عرش پر معلق ہو بلکہ گوشوارہ معنوی مراد ہے جیسے کہ حدیث میں حضرت امیر حمزہؓ کے حق میں اسد اللہ آیا ہے ۔

مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ ۔ رواہ احمد وابن ماجہ ۔
جو حسنؓ اور حسینؓ کو دوست رکھتا ہے وہ مجھ کو دوست رکھتا ہے اور

جو اِن کو دشمن جانتا ہے وہ مجھ کو دشمن جانتا ہے۔ اس کو احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

مَثَلُ اَھْلِ بَیْتِیْ مَثَلُ سَفِیْنَۃِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَھَا نَجٰی وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا غَرِقَ۔ رواہ الترمذی والبزار۔ میرے اہلِ بیت کی مثال ایسی ہے جیسے نوح کی کشتی، جو اس پر سوار ہوگیا ہلاک ہونے سے بچ رہا اور جو رہ گیا اور سوار نہ ہوا غرق ہوگیا یعنی جو ان سے محبت رکھتا ہے اور ان کی معیت اور موافقت کرتا ہے خدا کی حمایت اور نصرت میں آجاتا ہے۔ اس کو ترمذی اور بزاز نے روایت کیا۔

سَأَلْتُ رَبِّیْ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اَنْ لَّا اَتَزَوَّجَ اِلٰی اَحَدٍ مِّنْ اُمَّتِیْ وَلَا یَتَزَوَّجَ اِلَیَّ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِیْ اِلَّا کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ فَاَعْطَانِیْ ذٰلِکَ۔ رواہ الطبرانی والحاکم۔ میں نے اپنے پروردگار سے جو بابرکت و بزرگ ہے درخواست کی کہ میں اپنی امت میں سے کسی سے نکاح نہ کروں اور نہ کوئی میری امت میں سے مجھ سے نکاح کرے مگر (یہ کہ) وہ جنت میں میرے ہمراہ ہو پس خداوند تعالٰے نے مجھ کو یہ بات عطا کی۔ اس کو طبرانی اور حاکم نے روایت کیا۔

**فائدہ** | یعنی جس کو رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ علاقۂ زوجیت حاصل ہے وہ دخولِ جنت کی بشارت میں

داخل ہے۔ عام ہے کہ نکاح کی خواستگاری آنحضرت صلعم کی طرف سے ہو یا دوسروں کی طرف سے۔

اَثْبَتُکُمْ عَلَی الصِّرَاطِ اَشَدُّکُمْ حُبًّا لِّاَھْلِ بَیْتِیْ وَ اَصْحَابِیْ۔ رواہ ابن عدی والفردوس۔ تم میں پل صراط پر زیادہ ثابت قدم وہ شخص ہے جس کو میرے اہلِ بیت اور اصحاب کی محبت زیادہ ہو اس کو ابن عدی اور فردوس نے روایت کیا۔

**فائدہ** اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ جس کو آل اور اصحاب کی محبت نہیں پل صراط پر اس کا قدم لغزش کرے گا اور منشاء اس کا یہ ہے کہ آل اور اصحاب کی محبت نہ ہونے سے اس کے ایمان میں خلل واقع ہوگا۔

ھٰذَانِ اَبْنَایَ وَ اَبْنَا ابْنَتِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا وَ اَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّھُمَا۔ رواہ الترمذی۔ یہ دو یعنی حسنؓ اور حسینؓ میرے نواسے ہیں الٰہی میں ان دونوں کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست رکھ اور جو ان کو دوست رکھے اس کو دوست رکھ۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا۔

اَحِبُّوا اللّٰہَ لِمَا یَغْذُوْکُمْ بِہٖ مِنْ نِّعْمَۃٍ وَ اَحِبُّوْنِیْ لِحُبِّ اللّٰہِ وَاَحِبُّوْا اَھْلَ بَیْتِیْ لِحُبِّیْ۔ رواہ الترمذی۔ اللہ کو دوست رکھو اسلئے کہ وہ تم کو نعمتیں کھلاتا ہے اور اللہ کی دوستی کی وجہ سے مجھ کو دوست رکھو اور میری دوستی کی وجہ سے میرے اہلبیت کو۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا۔

**فائدہ** یعنی منعم حقیقی کی نعمتوں کی وجہ سے اس سے دوستی رکھو اس کی دوستی کی وجہ سے اس کے پیغمبر سے اور اسکے پیغمبر کی دوستی کی وجہ سے اس کے اہل بیت سے

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنَا عَلٰی حُبِّھِمْ وَ اَمِتْنَا عَلٰی حُبِّھِمْ وَاحْشُرْنَا مَعَھُمْ تَحْتَ لِوَائِھِمْ وَ اجْعَلْنَا مِنْ اِتْبَاعِھِمْ۔

آمِیْنَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ ۔

---

# وسیلة النجات

## فارسی متن

تالیف : شاہ عبدالعزیز دہلوی

# رسالہ وسیلۃ النجات

## تصنیف فخر المحدثین ذو العلم والتمیز مولانا شاہ عبد العزیز رح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ حق حمدہ والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ وجندہ اللھم یا مقلب القلوب ثبت قلوبنا علی دینک سبب تالیف شخصے از آشنایان کہ بمذہب تشیع الفت واشت استدعا نمود کہ چند کلمہ در بیان دلائل حقیقت فرقہ ناجیہ باید نوشت بحکم الدین النصیحۃ اجابت آں مسول کردہ آمد وایں رسالہ را وسیلۃ النجاۃ نامیدہ شد السّلام علی من اتباع الہدیٰ۔

سوال درمیان اہلسنت وشیعہ گفتگو بسیار واقع شدہ سنیان دعویٰ می کنند کہ مذہب ما برحق است وموافق قرآن وحدیث است وکتاب ہائے ہمہ باطل وافترا نسبت مذہب اہل بیت ہست بلکہ مذہب اہل بیت ہمیں است کہ ما میداریم وشیعہ ہم ہمیں دعوئی میکنند کہ قرآن مذہب ماست و طریقہ ما طریقہ امام جعفر صادقؑ است وکتاب ہائے سنیانرا غیر معتبر میگویند

دوایں بارہ جواب شافی از آیات قرآنی کہ درآں جائے دم زدن کسے نباشد و عذر منقطع گردد باید نوشت کہ طالبان راہ نجات برآں عمل نمایند واز مذہب باطل دست بردارند جواب اے برادر اول بنائے ہر مذہب را دریافت کن و کتابہائے ہر فریق را بجسو گذار و در طاق بنہ وچوں بر بنائے ہر یکے واقف شوی آں بنا را بر آیات قرآنی مطابق کن و بنائے ہر کدام مذہب کہ محکم و راسخ بینی آنرا مذہب حق دانستہ کتابہائے آں میخواں و بعمل آر و بنائے ہر مذہبے کہ باطل یابی کتابہائے آنہا را وساوس شیطانی دانستہ در آب انداز و گرو آں ہرگز مگرد و آنہا را پارہ پارہ کن و یقین داں کہ آں مذہب اہل بیت نیست بلکہ مذہب شیطان است پس بدانکہ بنائے مذہب اہل سنت بر ایمان و تقویٰ و صلاح و راستی ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و غیرہم از مہاجرین و انصار و دیگر اصحاب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ ہزار ہا کس بودند ہمراہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در راہ خدا جہاد و نماز کردند و تا مدت حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ در نصرت و حمایت او بودند و بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در خلافت خود عدل و انصاف و راستی گزیدند و خدمت اہل بیت و محبت آنہا بجا آوردند و امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیشہ با آنہا نشست و برخاست نمود و ہمراہ آنہا با کفار جہاد کردہ و در پس آنہا نماز خواندہ و ہمیشہ با آنہا محبت داشتہ و بعد وفات آنہا در حق آنہا دعائے خیر نمودہ بسیار مدح و مناقبت آنہا بیان فرمودہ و بنائے مذہب شیعہ بر کفر و نفاق خلفائے ثلاثہ و غیرہم ہزاراں

صحابہ سید ابرار ست کہ ایشاں میگویند کہ ہمہ آنہا ایمان نفاق آوردہ بودند
ہجرت ہم برائے ریاست و طمع دنیا کردہ بودند و ہمہ جہاد و عبادت آنہا
برائے ریا بود نہ برائے خدا و بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
با اہل بیت او ایذا رسانیدند و علی مرتضیٰ را یاری نکردند و حق او نیز
درگرفتند و متابعت و نماز علی رضی اللہ عنہ ہمراہ ایشاں بنا بر خوف و تقیہ بود
حتی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دختر طاہرہ خود را در نکاح عمر برائے
تقیہ داد و نام پسران خود ابوبکر علی و عمر علی و عثمان علی ہم برائے
تقیہ نہاد و صحابہ مخلصین اندک بودند ابوذر و مقداد و سلمان و عمار و
جابر و چند کس دیگر۔ اے برادر چوں بنائے ہر دو مذہب دریافتی
پس بدانکہ دلیل بر بنائے مذہب اہل سنت آیات قرآنی بسیار اندکہ
ہر یک ازاں برائے اثبات و استحکام آں بنا کافی است و بنا بر اختصار
دریں مقام چند آیات نوشتہ می شود قولہ تعالیٰ۔ وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ
مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ
رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ۔ و سابقین کہ اولین اند از مہاجرین و انصار
و آنانکہ پیروی و متابعت سابقین کردند بہ نیکوئی یعنی با ایمان و طاعت
راضی شد خدائے تعالیٰ از ایشاں و راضی شدند آنہا از خدائے تعالیٰ
وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ۔ و مہیا کرد خدا برائے
آنہا بہشت ہا کہ جاری اند زیر منازل یا درختان آنہا نہر ہا خَالِدِينَ
فِيهَا أَبَدًا۔ ایں ہمہ مہاجرین و انصار و متابعت کنندگان آنہا

دربہشت با باشند ہمیشہ ایں آیت برملا ندا میکند کہ مہاجرین وانصار سابقین ہمہ بہشتی اند و متابعت کنندگان آنہا رکہ بعد آنہا بودند و طریقہ آنہا اختیار کردند آنہا ہم بہشتی اند وشک نیست کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ از مہاجرین اولین است کہ وقت ہجرت ہمراہ پیغمبر صلعم بود و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و بسیارے دیگر از مہاجرین اولین اند وہر کہ ابوبکرؓ را از مہاجرین اولین نداند بسبب انکار ایں آیۃ کافر باشد قال اللہ تعالےٰ۔ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ چوں بیروں کردند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کفار مکہ در حالیکہ دوم دو کس بودند چوں بودند ہر دو در غار چوں میگفت رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم دریار خود را کہ ابوبکر صدیقؓ است اندوہگیں مشو بدرستیکہ خدا با ماست۔ متابعت کنندگان آنہا بواقعی مہاجرین وانصار ند کہ بعد اینہا ایمان آوردند و ہجرت ونصرت کردند وحق تعالےٰ دریں آیت خبر داد کہ ہمیشہ دربہشت خواہند بود پس ثابت شد کہ ایشان قطعی بہشتی اند ہر کہ ایشان را بہشتی نداند بسبب انکار ایں آیت کافر باشد واگر درایں مقام شیطانے بیاید و ترا وسوسہ دہد کہ شاید مراد ازیں آیت مہاجرین باشند کہ شیعہ درحق انہا حسن ظن دارند کہ ہجرت آنہا فی سبیل اللہ بود و ہجرت ابوبکرؓ وغیرہ برائے طمع دنیا بود جواب او بگو کہ اے ابلیس دروغ مگوئی بلکہ ہجرت جمیع مہاجرین برائے خدا بود چنانچہ در آیتے کہ اول بعد ہجرت بود

در باب قتال نازل شده أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا اذن و
دستوری داده شد بجنگ کردن کفار مرکسانے راکہ میخواہند کارزار کردن را
یعنی مہاجرین را بسبب آنکہ آنہا از دست کفار ظلم کشیدہ بودند إِنَّ
اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ . و بدرستیکہ خدائے تعالےٰ برنصرت کردن
آنہا ہر آئینہ قادرست ۔ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن
يَقُولُوا رَبُّنَا اللّٰهُ آنانکہ بیرون کردہ شدند از سرایائے شان بغیر حق مگر آنکہ
میگفتند آنہا کہ پروردگار ما تعالیٰ است یعنی از ایشان ہیچ گناہے نشدہ
کہ بسبب آں بیرون کردہ شدند مگر فقط بسبب ایمان آنہارا بیرون
کردند پس ازیں ثابت شد کہ ہجرت جمیع مہاجرین خالصاً للہ تعالےٰ
نہ برائے طمع دنیا پس ثابت شد کہ ہمہ مہاجرین رضی اللہ تعالےٰ عنہا منصور
اندائے برادر ہر کہ ایمان بقرآن دارد چوں بروئے ثابت شد کہ خدائے تعالےٰ
کسے را جنتی فرمود و گفت کہ آنہا در جنت بر سبیل ابد و دوام باشد تمام
اعتراضات در حق وے ساقط گشت چرا کہ حق تعالےٰ عالم الغیب است و
میداند کہ از فلاں بندہ در فلاں وقت حسنہ یا در فلاں وقت سیئہ بظہور خواہد
آمد و باوجود آں اگر او را فرماید کہ ایں را جنتی نمودم دریں ضمن اشارت
بمغفرت جمیع زلات وے متحقق گشت پس دیگر بندگان را در حق آں
کس طعن و تشنیع نمودن اعتراض بجناب الٰہی کردن ست گویا کہ اعتراض
کنندہ می گوید کہ ایں بندہ بد است خدائے تعالےٰ او را چرا بہشتی میکند
و ظاہر است کہ اعتراض کردن دریں مقام کفر است و بندہ را کہ

خدائے تعالےٰ بہشتی خوانده است البتہ وے بہشتی است و اعتراض کسے
در حق وے ضررے ندارد داورا دوزخی نمیکند لیکن اعتراض کننده وے
کافر است پس بایں وجہ تمام شبہات شیاطین ساقط شد واحتیاج نماند
کہ بجواب آں پرداختہ شود امابرائے تسلی سائل رجم الشیاطین کرده می شود
پس اگر شیاطین بیاید و ترا وسوسہ کند کہ در سورۂ انفال در قصہ بدر نازل
شده قولہ تعالیٰ یَاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفًا
فَلَا تُوَلُّوْھُمُ الْاَدْبَارِ ترجمہ آیت اے کسانیکہ ایمان آورده اید چوں
ملاقات کنید بکفار پس پشت مدہید از جنگ کفار قولہ تعالےٰ وَمَنْ یُّوَ
لِّھِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَہٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَۃٍ فَقَدْ بَآءَ
بِغَضَبٍ مِّنَ اللہِ وَمَاْوٰىہُ جَھَنَّمُ و ہر کہ پشت دہد از جنگ کفار مگر در حالیکہ
برگردنده باشد برائے جنگ یا پناه آرنده بسوئے جماعت مومنین پس
تحقیق رجوع کرد بخشمے از خدا و جائے او جہنم است و گویند کہ صحابہ در جنگ
احد و حنین گریختہ اندر جواب او بگو در بدر کہ مقام نزول آیت است کسے
نگریختہ بلکہ ہمہ ثابت قدم ماندند چنانچہ حق تعالےٰ میفرمائید وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ
اللہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ ترجمہ آیت بدرستیکہ نصرت داد شمارا خدائے تعالیٰ
در جنگ بدر و حالانکہ شما خوار بودید در چشم کفار بسبب قلت و در قصہ بدر
فرمود اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ اَنِّیْ مَعَکُمْ ترجمہ یاد کن اے
محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم چوں وحی میکرد پروردگار تو بسوئے فرشتگان کہ
من با شما ام قولہ تعالےٰ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ترجمہ پس ثابت دارید مومنان

را و آیت مذکور بر کفر دلالت ندارد بلکہ برآنکہ گریختن از جنگ کفار حرام است وحق تعالیٰ اگر است خواہد بخشد اگر خواہد عذاب کند و لہٰذا چوں در جنگ احد فرار واقع شدہ حق تعالیٰ ازاں عفو فرمود قولہ تعالیٰ وَ لَقَدْ عَفَا اللّٰہُ عَنْهُمْ پس اعتراض ساقط شد کہ روز حنین اولاً فرار نمود وثانیاً چوں عباسؓ آواز داد یا عباد اللّٰہ ہٰذا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم بہ ندائے آورد آمدند وجنگ عظیم نمودند وتوبہ متحقق گشت واز بس کہ ایشان ناصران دین خدائے تعالیٰ بودند حق تعالیٰ بموجب وعدہ خود قولہ تعالیٰ لَیَنْصُرَنَّ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ نصرت ایشان کردند وغیبے از ملائکہ برائے ایشان فرستادہ بشارت نزول سکینہ کہ خاصہ مومنین کامل الایمان ست در بارہ ایشان نازل فرمود چنانچہ میفرماید قولہ تعالیٰ لَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ فِیْ مَوَاطِنَ کَثِیْرَۃٍ وَّ یَوْمَ حُنَیْنٍ ۔ ترجمہ بدرستیکہ نصرت داد شمارا خدائے تعالیٰ در غزوہ ہائے بسیار وحنین و میفرماید ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ ترجمہ پستر نازل فرمود خدائے تعالیٰ سکینہ آرام خود را پیغمبر خود صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و بر مومنان کہ بہ ندائے عباسؓ بازگشتند وآمدہ تدارک مافات کردہ قتال شدید نمودند قولہ تعالیٰ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ترجمہ و فرستادہ لشکر ہائے ملائکہ کہ شما اے صحابہ بہ چشم خود ندیدید آنہارا و قولہ تعالیٰ وَعَذَّبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ۔ ترجمہ و عذاب کرد وشکست داد کفار را اے عزیز تامل فرما کسانیکہ ایں قدر رحمت الٰہی دستگیر حال آنہا باشد ہرگاہ کہ بتقضائے بشریت بلغزند فرشتگان

برائے امداد آنہا آیند و سکینہ الہی در بارہ آنہا نزول یابد کار مسلماں باشد کہ تمام آیات رحمت و مغفرت را فراموش کند و آنہارا ہدف مطاعن سازد معاذ اللہ تعالیٰ من خبث الباطن و شر الشیطان و شرکہ و باز اگر شیطان بیاید و ترا وسوسہ کند کہ شاید آنہا منافق باشد کہ درآں وقت منافقاں ہم بودند چنانچہ در قرآن مجید ذکر منافقان ہم بسیار آمدہ در جواب بگو کہ آرے منافقان بودند لیکن منافقان در اعراب بودند دہقانان کہ مساکن آنہا گرد مدینہ بود یا بعضے از ساکنان و در اہل مکہ یعنی مہاجرین و در انصار کہ ایمان و نصرت شان منصوص است کسے منافق نبود چنانچہ می فرماید قولہ تعالیٰ وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ ترجمہ و بعضے ازاں کساں کہ در گرد شما باشد اے اہل مدینہ از بادیہ نشینان منافقان اند قولہ تعالیٰ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ترجمہ و بعضے از اہل مدینہ خالی شدند از نیکی در حالیکہ خو کردہ اند بر نفاق نمیدانی اے محمد آنہارا کہ عالم الغیب نیستی و میدانیم بعد ازاں حق تعالیٰ آنہارا ہم چنانچہ میفرماید قولہ تعالیٰ مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ترجمہ نیست و نہ سزد خدائے تعالیٰ راکہ بگذارد مومنان را بر حالیکہ شما ہستید برآں یعنی مختلط مومن و منافق تاکہ تمیز دہد و جدا کند پلید را از پاک یعنی منافقان را از مومنان پس حق تعالیٰ تمیز داد و آنحضرت صلعم را از حال آنہا مطلع گردانید و آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بحذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کہ صحابی است اظہار فرمود برائے فضیحت ورسوائی بسران ایشان کہ مومنین مخلصین بودند بہ دیگراں ظاہر نکرد اگرچہ بسیارے از منافقان بسبب علامات نفاق فضیحت ہم شدند وہمہ کس آنہا را دریافتند لیکن حق سبحانہ تعالیٰ بوجہ قبائح در قرآن یاد فرمودہ ودرحق آنہا وعید شدید بیان نمودہ بوجہ احسن ظاہر شدہ ودر صحابہ کہ اہل سنت درحق آنہا حسن اعتقاد دارند کسے منافق نبود چنانچہ حق تعالےٰ درحق منافقان می فرماید قولہ تعالےٰ فَإِن يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ترجمہ پس اگر توبہ کنند منافقان از نفاق خود باشد بہتر مر ایشانرا قولہ تعالےٰ وَإِن يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ ترجمہ اگر رو گردانند توبہ وبر نفاق خود مانند عذاب کند خدائے تعالےٰ آنہارا عذاب در دنیا وآخرت قولہ تعالیٰ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ۔ ترجمہ ونباشد ایشانرا در زمین ہیچ یارے ونہ مددگارے یعنی در زمین کسے یاری آنہا نکند وخدائے تعالیٰ درحق مہاجرین برخلاف ایں قبائح اوصاف میفرماید ووعدہ نصرت مید ہد چنانچہ در آیت سابق درباب اذن قتال درحق مہاجرین خواندم لفظ قولہ تعالیٰ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ۔ گذشت ترجمہ تحقیق خدائے تعالیٰ بر یاری کردن مہاجرین قادرست یعنی آنہارا یاری خواہد داد ہمدریں آیت ذکر ہمیں مہاجرین میفرماید قولہ تعالیٰ وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ ترجمہ البتہ یاری خواہد داد اللہ تعالیٰ کسے راکہ دین اورا یاری دہد وشک نیست کہ حق سبحانہ تعالےٰ جمیع صحابہ رضؓ

را کہ بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باقی ماندند خصوصاً خلفاء راشدین رض
را یاری داد کہ ہزار ہا مشرکان و مرتدان را کشتند و ملک کسریٰ و قیصر را برہم
زدند و خلفائے راشدین را تمام صحابہ یاری کردند پس معلوم شد کہ
خلفائے ثلثہ از مہاجرین فی سبیل اللہ اند کہ حق تعالےٰ وعدہ نصرت کہ
بمہاجرین دادہ بود در حق ایشان بوجہ اتم راست کرد و معلوم شد کہ بواقعی
اصحاب نیز ناصران دین خدا بودند و اگر منافق بودندے کسے دست آنہا
نمی گرفت و در زمین کسے دست آنہا نبودے و نیز ظاہر شد کہ آنکہ
منکرین قرآن گویند کہ علی بعد آنحضرت طلب خلافت نمود و خانہ بخانہ
مہاجرین و انصار برائے قائم کردن حجت می گشت و کسے از آنہا
یاری او نکرد و حمایت او نمود ایں سخن شان کفر صریح و کذب جلی و
انکار ایں آیت است چہ حق تعالےٰ دریں آیت وعدہ نصرت بمہاجرین
کردہ و شک نیست کہ امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ ز رئیس مہاجرین
اوّل است و محال ست کہ کسے او را یاری نکردے پس ثابت شد کہ
کسانیکہ ایں سخن بجناب مرتضوی نسبت دشمن آنجناب اند کہ آیت
منافقین در حق می خوانند و میگویند قولہ تعالیٰ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ
مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ و ثابت شد کہ دوستان آنجناب اہل سنت اند
کہ او را نسبت نفاق نمیکنند بلکہ میگویند کہ اگر آنجناب بطلب خلافت
برخاستے و ارادہ آں داشتے و از پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصے در
حق خود شنیدے البتہ تصرف او نافذ گشتے و ہمہ بیاری او برخاستندے

چنانچہ درباره مهاجرین ورود یافته پس معلوم شد که آنجاعت خلافت صدیقؓ برحق دانسته بیعت نمود و همیشه ناصر و معین آنها بوده والحمدللہ علی نعماۂ بازبشنو که حق تعالے در فضیحت منافقان چه میفرماید قوله تعالی لَئِنْ لَمْ یَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِینَ فِی قُلُوبِهِمْ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُونَکَ فِیهَا إِلَّا قَلِیلًا مَلْعُونِینَ

۔ ترجمہ ہر آئینہ اگر باز نیایند منافقان از نفاق خود و اگر باز نیایند کسانیکہ در دل آنہا بیماری است چوں ضعف ایمان ماند آن و اگر باز نیایند کسانیکہ خبر بد تی افگنند در مدینہ از عیب لشکر اسلام میفرمایٔد اگر باز نیایند و توبہ نکنند ایں ہرسہ گروہ البتہ برگماریم و مسلط گردانیم ترا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برایشاں پس ہمسایہ تو نباشد در مدینہ مگر اندک زمانہ یعنی زود از شہر مدینہ بیروں روند خوار و راندگان قال اللہ تعالے أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا ترجمہ ہرکجا کہ یافتہ شوند گرفتہ شوند وکشتہ شوند کشتہ شدنی بسیار ازیں آیت ثابت شد کسانیکہ توبہ از نفاق نکردند در مدینہ از آنہا کسے نماند و آنہا خراب شدند و ہلاک گشتند وکشتہ شدند پس معلوم کہ تمام صحابہؓ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در مدینہ باقی ماندند ہمہ ناصران دین خدا و حق پرست و اصحاب مخلص بودند پس آنچہ آنہا براں اجماع واتفاق کردند عین حق وہدایت باشد نہ ظلم و ضلالت چوں قباحت منافقان شنیدی وصف مہاجرین ہم برعکس ایں بشنو قال اللہ تعالے

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ترجمہ وکسانیکہ ہجرت کردند در راہ خدائے تعالیٰ ازپس آنکہ ظلم کردہ بودند بر ایشان کفار مکہ البتہ جا دہیم ایشانرا بہ بلدہ نیکو یعنی در مدینہ مطہرہ قولہ تعالیٰ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ترجمہ وہر آئینہ صواب آخرت بزرگتر ست یعنی بر ایشان اگر کسے بقرآن ایمان داشتہ باشد ہمیں یک آیت اورا برائے دفع تمام وساوس شیطانی کافی ست چہ حق سبحانہ تعالیٰ دریں آیت درحق مہاجرین فی سبیل اللہ دو وعدہ کردہ یکے در دنیا دوم در آخرت وشک نیست وعدہ دنیا بوفا رسید وہمہ مہاجرین در مدینہ جا گرفتند خصوصاً خلفائے ثلثہ کہ ہم در حیات خود ہا ہمانجا بودند وہم بعد وفات ہمانجا مدفون گشتند شیخین بمرقد منور جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیوستند وعثمان رض در بقیع رونق افزا گردید واگر معاذ اللہ منافق بودندے بحکم آیت سابقہ کہ در ذکر منافقین خواندم حق تعالیٰ رسول خدا صلعم برآنہا مسلط کردے وآنہا زود از مدینہ بیرون شدندے وگرفتہ شدندے وکشتہ شدندے بخواری ورسوائی وکسے سخن آنہا ہم نہ شنیدے چہ جائے امامت وخلافت پس کالشمس فی نصف النہار واضح ولائح شد کہ آنہا مہاجرین فی سبیل اللہ وقطعی بہشتی اند ودر آخرت اجر وثواب آنہا بحکم وعدہ دوم بزرگتر خواہد بود وہمچنیں دیگر صحابہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہ بعد وفات وے تمام در مدینہ باقی ماندند

ہمہ ناصران دین خدا بودند و کامل الایمان ونفاق را بحکم آیت قرآنی
گرد آنہا راہ نبود پس ہرچہ آنہا بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم برآں
چیز اتفاق و اجماع کردند عین ہدایت و دیانت باشد و کار مسلمان نیست
کہ باینہمہ تصریحات قرآنی بر کسے از آنہا اعتراض کند و مع ہذا باز اگر
شیطان بیاید و وسوسہ کند کہ شاید از آنہا بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
وقت اقتدار و غلبہ چیزے خلاف شریعت بظہور آمدہ باشد کہ بسبب آں
شیعہ در شبہہ افتادہ اند در جواب او بگو کہ دروغ می گوئی بلکہ ہرچہ آنہا
در ایام خلافت و قدرت خود کردہ اند برائے احکام شرع و از باب امر
معروف و نہی منکر کردہ نہ بنا بر تعصب و فساد چنانچہ حق تعالےٰ در وصف
مہاجرین در آیت سابق کہ درباب اذن بقتال خواندم میفرماید قال اللہ
تعالیٰ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا
الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ترجمہ بعضے حال وصفت
مہاجرین ایں است کہ اگر تمکین و قدرت دہیم ایشاں را در زمین برپا
دارند نماز را و بدہند زکوٰۃ را و امر کنند دیگراں را باحکام شرعی و نہی
فرمایند از منکرات و خلاف شریعت پس محال است کہ از مہاجرین در
وقت اقتدار و تمکین ظلم و فساد بظہور آید پس نسبت کردند ظلم برآنہا
انکار آیں ایت باشد نعوذ باللہ منہ باز اگر وسوسہ کند کہ در قرآن وارد
شدہ قال اللہ تعالیٰ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ
فَسَوْفَ یَاْتِی اللہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗٓ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ

اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکَافِرِیْنَ ۔ ترجمہ اے کسانیکہ ایمان آوردہ اید ہرکہ برگردد
د مرتد شود از شما از دین خود پس زود باشد کہ بیارد خدائے تعالیٰ یعنی
قائم کند برائے قتال مرتدان قومی راکہ دوست میدارد خدا آنہارا و
آنہا دوست میدارند خدا را مہربانان بر مومنان غلبہ کنندگان بر
کافران قولہ تعالیٰ یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا یَخَافُوْنَ
لَوْمَۃَ لَائِمٍ ۔ ترجمہ کہ جہاد خواہند کرد آں قوم بمرتدان در راہ خدا
و نہ خواہند ترسید از ملامت ہیچ ملامت کنندہ واگر گوید کہ ایں آیت
چہ معنی دارد در جواب او بگو کہ دریں آیت کمال مناقبت صدیق اکبرؓ
وغیرہ اصحاب رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است کہ آنہا
مسیلمہ کذاب را در خلافت صدیق اکبرؓ بہ کشتند و دیگر فرقہ ہائے
اعراب کہ تفصیل آنہا طول دارد مرتد شدہ بودند و انکار زکواۃ میکردند
ہمہ آنہا جہاد کردند و آنہارا تہ تیغ کشیدند و بسیارے از آنہا باز اسلام
آوردند و ازیں آیت تہمت ارتداد از صحابہ بوجہے باطل شد کہ فوق
آں متصور نیست چہ اگر کسے از صحابہ مرتد بودے معاذ اللہ دیگر
مومنان کامل الایمان با آنہا جہاد کردے و آنہارا بکشتندے و شک
نیست کہ بخلفائے ثلثہؓ کسے ازیں کامل الایمان جنگ نکرد بلکہ علیؓ
والو ذرؓ مومنان کامل الایمان متابعت وموافقت آنہا کردند پس
واضح گشت کہ آنہا مومنانِ کامل الایمان وقطعی جنتی واز مہاجرین فی
سبیل اللہ اند کہ در وصف آنہا آیات لاتحصی وارد شدہ قال اللہ تعالیٰ

وَ اَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا ۔ صفت شان است و ظاہر شد کہ تمام مہاجرین و انصار بعین وحق وکمال ایمان و ہدایت بودند و اجماع و اتفاق شان مرضی و مقبول الٰہی ست کسے راکہ برآنہا طعن وتشنیع نمودن جائز نباشد بلکہ شب روز دعائے مغفرت درحق آنہا خواندن وظیفہ مسلمانان است و ہرکہ طعن وتشنیع کند و درحق آنہا دعائے خیر نکند و بآنہا کینہ دارد کافرست و از جماعت مسلمین خارج چنانچہ حق تعالے مسلمانان را در قرآن برسہ قسم منقسم ساختہ قولہ تعالے لِلْفُقَرَآءِ الْمُھٰجِرِیْنَ وَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَ اَمْوَالِھِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ و مال برائے فقراء است کہ ہجرت کنندگان اند آنانکہ بیرون کردہ شدند از خانہا و اموال شان درحالیکہ طلب میکردند فضل خدا را و رضامندی و نصرت می کردند دین خدا و رسول صلعم او را یعنی ہجرت ایشان برائے خدا و رسول او صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم برائے نصرت دین خدا بود نہ برائے اغراض دنیوی قال اللہ تعالے اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ وآں گروہ ایشان اند راست بازاں ہم در اقوال و ہم در افعال۔ قسم دوم قولہ تعالے وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِھِمْ و مال فی برائے کسانے است کہ جا گرفتند در سرائے ہجرت و خان وایمان یعنی مدینہ مطہرہ پیش از ہجرت مہاجرین قولہ تعالے یُحِبُّوْنَ مَنْ

هَاجَرَ اِلَیْهِمْ ترجمه دوست میدارند کسے را که هجرت کند بطرف ایشان یعنی به مهاجرین
محبت دارند قوله تعالے وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا
و نمی یابند انصار حسدے و دغدغه در سینه هائے خود از آنچه عطا داده شود یعنی
آنچه رسول کریم صلی الله تعالے علیه وآله وسلم بایشان عطا فرماید بآن راضی
میشوند و قبول میکنند قوله وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ
خَصَاصَةٌ وایثار میکنند و مقدم میدارند انصار مهاجرین را بر نفسهائے
خود اگرچه هست بر ایشان حاجت یعنی اگرچه انصار هم حاجت بمال دارند
اما بسبب علو همت میخواهند که حاجات مهاجرین روا گردد و تمام اموال
برایشان قسمت یابد قوله تعالے وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ترجمه و هر که نگاه داشته شود از بخل نفس خود پس آن
گروه ایشانند فلاح یافتگان اے عزیز حق سبحانه تعالے انصار را در
این آیت بمحبت مهاجرین و خدمت آن بزرگواران ستائش نموده و همین
سبب فلاح را وابسته ایشان فرموده پس هر که اراده نجات و فلاح خود
جستن منظور باشد مانند انصار محبت مهاجرین را شیوه خود سازد
از کینه و عداوت و طعن و تشنیع آنها دور بوده شب و روز دعائے مغفرت
در حق آنها خواند تا در زمره قسم سوم محشور شود چنانچه میفرماید قوله تعالے
وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ ترجمه و فی براے اینها
است که آمدند بعد مهاجرین و انصار میگویند قوله رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا
الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ ترجمه اے پروردگار ما بیامرز ما را و برادران

یاراکہ سبقت کردن از ما بایمان قولہ تعالے وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا
لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ترجمہ ومگردان در دلہائے ما کینہ و عداوت برائے کسانیکہ ایمان
آوردہ یعنی درحق صحابہ دعائے خیر میکنند و می گویند کہ حق تعالے دلہائے ما را
از کینہ صحابہ پاک ساز و قولہ تعالے رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۔ اے
پروردگار ما بدرستیکہ تو مہربان رحمت کنندہ ہستی بر ما دعائے ما را اجابت
فرما ازیں آیت ثابت شد کہ درحق صحابہ دعائے خیر باید نمود و کینہ را
یکسو باید نہاد و ہیچ وجہ زبان درازی نباید کرد تا درزمرہ اہل اسلام
محشور گردد وگرنہ از ہر سہ قسم مسلمانان خارج میشود نعوذ باللہ من عذاب
اللہ تعالے ایں است بنائے مذہب اہلسنت وجماعت والحمد للہ سبحانہ
ایں بنا بنیجے راسخ است کہ اگر تمام جن وانس جمع شدہ خواہند کہ ایں
بنا را برکنند وجنبش دہند نتوانند کرد کہ جنبش ایں بنا را آنگاہ
متصور گردد کہ چنانچہ اہل سنت بر ایمان مہاجرین وانصار وغیرہ صحابہؓ
سید ابرار آیات بینات ونصوص محکمات قائم کردند و وساوس شیطان
را بہ حجے دفع کردند کہ ہبا منثورا گشت واثرے ازاں نماند مخالفان ہم اگر
در دعوی خود صادق اند ہمیں نمط آیات محکمات را کہ تاویل را بآں راہ نبود
بر کفر ونفاق جمیع مہاجرین وانصار قائم کنند آنگاہ بحث وگفتگو کتابی و
سوال وجواب علمی بکار برند وگرنہ بعبث زبان درازی کردن و آیات و
نصوص را انکار نمودہ برائے خود آتش دوزخ خریدہ از قسم سوم مسلمانان
خارج میشوند وخود معلوم است کہ درقرآن یک آیت ہم بر کفر ونفاق

مہاجرین و انصار موعود نیست وچگونہ ایں معنی صورت بندد کسانے را
کہ حق تعالے جا بجا مدح و مناقبت بیان نمودہ باشد وایمان و تقوی و
جہاد وصلوٰۃ وغیرہ اعمال صالحات شان ذکر کردہ باشد قولہ تعالے
وَکُلًّا وَعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی بودہ باشد وشہادت بخلود جنت و بشارت نعیم
مقیم دادہ باشد باز چہ طور آنہا را کافر و منافق گوید معاذ اللہ من الکفر
والنفاق پس ظاہر شد کہ بنائے مذہب منافقین بر آیات قرآنی نیست
بلکہ بقصہ ہائے تواریخ و واہیات عقل ست و قرآن مکذب و مبطل آن
قصہ ہا و مطمس آن خیالات شان ست پس معلوم شد کہ مذہب ایشان
مذہب اہل بیت نیست چرا کہ مذہب اہل بیت خلاف قرآن نباشد
و معلوم شد کہ مذہب اہل بیت ہمیں مذہب اہل سنت است کہ
موافق قرآن ست واگر ہنوز ہم ترا وسوسہ باقی ماند بشنو کہ جناب امام
زین العابدین علی بن الحسین رضی اللہ عنہ وعلی ابائہ الکرام در صحیفہ کاملہ
کہ نزد شیعہ معتبر و معمول است چہ میفرمایند عن زین العابدین علیہ
السلام " اللہم و اتباع الرسل و مصدقوہم من اہل الارض بالغیب
عند معارضۃ المعاندین لہم بالتکذیب والاشتیاق الی المرسلین کما
خصلتہم بحقائق الایمان فبکل دہر و زمان ارسلت فیہ رسولاً واقمت
لاہلہ دلیلاً من لدن آدم الی محمد صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم من ائمہ
الہدیٰ و قدوۃ اہل التقی علی جمیعہم السلام فاذکرہم منک بمغفرۃ ورضوان
حاصل ایں عبارت آنکہ خدایا اصحاب جمیع پیغمبران را کہ در وقت تکذیب

کفار تصدیق انبیا نمودند و ایمان بایشہا آوردند یاد کن بمغفرت و رضوان
وچوں اصحاب محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم بر اصحاب جمیع پیغمبران
فضیلت دارند چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم سید المرسلین
ست اصحاب او سادات اصحاب جمیع پیغمبران اند در حق انہا و علیہ تخصیص
میفرمایند قولہ اللہم و اصحاب محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم خاصۃ خدایا
علی الخصوص اصحاب محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نوازش فرما و یاد
بمغفرت و رضوان نما بعد ازیں در مقام مدح صحابہ آمده میفرمایند قولہ
والذین احسنوا الصحابۃ ترجمہ وانانکہ نیک کردند صحبت پیغمبر را و حق صحبت
بجا آوردند ایضا والذین ابلوا البلاء الحسن فی نصرہ ترجمہ وانانکہ دادند
عطا نیک را در نصرت آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم قولہ وکنفوه ۔
ترجمہ و در بیان خود گرفتند و از شر اعدا محافظت نمودند آنحضرت صلعم را
قولہ اَسْرَعُوْا اِلٰی وَفَادَتِہٖ وسابقوا الی دَعْوَتِہٖ ترجمہ و سرعت نمودند
در حاضری خدمت او و زود دعوت او را قبول نمودند قولہ وَاسْتَجَابُوْا لَہ
حَیْثُ اَسْمَعَهُمْ حُجَّتَہٗ رِسَالَتِہٖ ترجمہ و اجابت قبول نمودند ۔ وقبول نمودند
چوں شنوانید ایشانرا حجت رسالت خود کہ قرآن است قولہ وَفَارَقُوا
الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ فِیْ اِظْهَارِ کَلِمَتِہٖ ترجمہ و گذاشتن زنان و پسران
خود را در ظاہر کردن کلمہ و دین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی ہجرت
برائے خدا و برائے اظہار کردن اسلام بود نہ برائے طمع دنیا وغیرہ
قولہ وَقَاتَلُوا الْاٰبَآءَ وَالْاَبْنَاءَ فِیْ تَثْبِیْتِ نُبُوَّتِہٖ وَانْتَصَرُوْا بِہٖ ترجمہ

وجنگ وجدل کردن با پدران وپسران خود در محکم ساختن نبوت او و غالب
آمدند بر کفار بسبب نصرت آنحضرت صلعم و خدمت او ہر کہ را دین وعقل
باشد بروئے مخفی نخواہد ماند کہ ایں ہمہ اوصاف جمیع صحابہ انداز مہاجرین
وانصار چہ ہمہ با حمایت ونصرت کردہ اند و بہ پدران و برادران خود
جنگیدہ اسلام را قوی ساختہ اند و در ہر معرکہ وغزوات حاضر بودند
ونصرت بر اعدائے دین حاصل نمودہ اند و فقط چند کس جابرؓ و ابوذرؓ وغیرہ
تمام جنگہا را فتح نکردہ اند و تمام کفار را کشتند غلبہ حاصل نہ نمودہ اند چنانچہ
در غزوہ بدر سہ صد وسیزدہ کس و در احد ہزار کس و در حنین دوازدہ
دہ ہزار و در تبوک سی ہزار ہمچنیں در اکثر غزوات ہزار ہا اصحابہؓ می
بودند وہمہ آنہا نصرت وحمایت میکند و ہمہ را غلبہ و قوت دست
میداد پس ثابت شد کہ بمذہب امام زین العابدین رضی اللہ عنہ مغفور
وبہشتی ولایق مدح وثنا ہستند پس بنار مذہب مخالفین کہ صحابہ را در چند
تن حصر میکند از بیخ میکندہ شد وظاہر شد کہ ایں قول اہل بیت نیست بلکہ
وسوسہ شیطان ست کہ ازان پناہ بخدائے تعالے باید جست ایضا وَمَنْ كَانُوْا
مُنْطَوِيْنَ عَلٰى مَحَبَّتِهٖ ترجمہ وآنانکہ بودند پیچیدہ بر محبت آں سرور کائناتؐ
عاشق او بودند ایضا يَرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ فِيْ مَوَدَّتِهٖ ترجمہ امید
وار بودند سودے را کہ زیاں ندارد یعنی ہمہ اصحاب آنحضرت صلعم دوستی
آنحضرت را برائے آخرت اختیار کردہ بودند وایں ایشاں را البتہ سودمند
خواہد بود نہ موجب خسارت قولہ وَالَّذِيْنَ هَجَرَتْهُمُ الْعَشَائِرُ اِذْ تَعَلَّقُوْا

بعرُوۃِ ترجمہ وانانکہ بگذاشتند و ترک کردند انہارا قبیلہ ہائے شان
چوں دست ردند بحلقہ ہدایت آں سرورؐ ایضاً وَانتَفَتْ مِنْهُمُ الْقَرَابَاتُ
اِذْ سَكَنُوْا فِيْ ظِلِّ قَرَابَتِهٖ ترجمہ ونیست نابود شد از ایشاں رشتہ ہائے
قرابت چوں ساکن شدند در سایہ قرابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
یعنی چوں صحابہ بآنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم ایمان آوردند
بخدمت وے کمربستند تمام کفار عرب برائے عداوت برخاستند ورشتہائے
قرابت قطع کردند ایضاً فَلَا تَنْسَهُمُ اللّٰهُمَّ مَا تَرَكُوْا لَكَ وَفِيْكَ ترجمہ
پس فراموش مکن درحق صحابہ خدایا آنچہ ترک کردند برائے تو و در راہ تو
یعنی جزائے ہجرت ونصرت ایشاں البتہ عنایت فرما ایضاً وَاَرْضِهِمْ مِنْ
رِضْوَانِكَ ترجمہ وخوشنود ساز وراضی کن ایشاں را از رضوان وخوشنودی
خود قولہ وَبِمَا حَاشُوا الْخَلْقَ عَلَيْكَ ترجمہ وجزا دہ آنہارا بسبب آنکہ
جمع کردند خلق را بر تو قولہ وَكَانُوْا مَعَ رَسُوْلِكَ دُعَاةً لَكَ وَاِلَيْكَ ترجمہ
و بودند آنہا ہمراہ رسول تو صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم خوانندگان خالصاً
برائے تو و بطرف تو یعنی چنانچہ خود در صحبت آنحضرت صلعم کامل شدہ بودند
خالصاً اللہ تعالے دیگر آنرا ہم بطرف خدا میخواندند و بسیار کنندہ
کسانرا کہ جمع کردن بردین اسلام یعنی ہزارہا مرد و زن بسعی آنہا در حلقہ
اسلام آمدند اگر کسے طالب راہ قرآن و راہ اہل بیت خواہد دریں مقام
تامل نمودہ براہ قرآن خواہد آمد چہ جمع کنندگان خلق بردین اسلام ہمہ
صحابہ بودند ہم در حیات آنحضرت صلعم وہم بعد وفات آنحضرت صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ آنکہ صرف ابوذرؓ و عمارؓ یا چند کس دیگر در تمام
بلاد در و کفر میکردند و تمام خلق خدا را تعلیم و ارشاد میکردند کسے احمق ہم
این سخن بگوید چہ جائے کسیکہ دعویٰ علم قرآن داشتہ باشد قولہ وَاشْکُرُوْہُمْ
عَلٰی ہِجْرَتِہِمْ فَیَنْک وَیَا رَقُوْمِہِمْ ترجمہ وجزا دہ ایشانرا بر ہجرت کردن ایشان
در راہ تو شہرہائے قوم خود را ایضاً وَخُرُوْجِہِمْ مِنْ سَعَۃِ الْمَعَاشِ اِلٰی
ضِیْقِہٖ ترجمہ وجزا دہ بر بیرون شدن شان از فراخی معاش خود بسوئے
تنگی آں یعنی بسبب ہجرت از خانہ ہائے خود و عیش خود کنارہ گزیدند و در
دیار غربت در تنگی عیش افتادند ایضاً وَمَنْ کَثَرْتَ فِیْ اِعْزَازِ
دِیْنِکَ مِنْ مَظْلُوْمِہِمْ ترجمہ و احسان کن برآں کسانیکہ بسیار کردی بوجود
آنہا مطیعان خود را در عزیز ساختن دین تو از مظلومان صحابہ یعنی مہاجرین
اوّل مظلوم بودند بعد از آنکہ ہجرت کردند و فتح شد دین بسبب آنہا غالب
گشت و بسیار مردمان مسلمان شدند ایضاً اَللّٰہُمَّ وَاَوْصِلْ اِلَی التَّا
بِعِیْنَ لَہُمْ بِاِحْسَانٍ اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا
الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ خَیْرَ جَزَائِکَ ترجمہ خدایا برسان پیروان صحابہ
کہ بہ نیکی پیروی آنہا کردند و راہ آنہا اختیار نمودند بہترین جزائے تو
آں تابعین کہ میگویند خدایا بیامرز مارا و برادران مارا کہ سبقت کردند
از ما بایمان یعنی در حق صحابہ دعائے خیر و مغفرت میکنند این کلام امام
رضی اللہ عنہ اشارت است بآنکہ قسم سوم از مسلمانان ہماں کسانی اند
کہ در حق صحابہ دعائے خیر میکنند پس ثابت شد کہ موافق قرآن و موافق

مذہب اہل بیت اہل سنت و جماعت تابعان صحابہ اند کہ در حق آنہا
دعائے خیر میکنند و کینہ کسے از آنہا ندارند و دعائے حضرت سجاد رضی اللہ عنہ
درباره مغفرت ایشان است پس ایشان مغفور و فرقہ با خیر اند نہ مخالفان
ایشان باز بشنو کہ امام رضی اللہ عنہ در مدح تابعین چہ میفرمایند ایضاً
الَّذِیْنَ قَصَدُوْا جِہَتَہُمْ آں تابعین کہ قصد کردند جہت و راہ صحابہ را
ایضاً وَتَحَرَّوْا وِجْہَتَہُمْ و قصد بجانب ایشان کردند و دید و دانستہ
براه ایشان رفتند ایضاً ومضوعلی شاکلتہم و رفتند بر طریقہ و مذہب
صحابہ. قولہ وَلَمْ یَثْنِہِمْ رَیْبٌ فِیْ بَصِیْرَتِہِمْ و باز نگردانید آں تابعین
را شکے در بصیرت صحابہ یعنی شک نکردند در آنکہ صحابہ بر ہدایت اند و بر بصیرت
و روشنائی ایضاً وَلَمْ یَخْتَلِجْہُمْ شَکٌّ فِیْ قَفْوِ آثَارِہِمْ ترجمہ و خلجان
نکرد و تخلید ایشان را شکے در متابعت و پیروی آثار آنہا صحابہ را بر
حق دانستہ متابعت آنہا کردند و در حق بودن آنہا شک نیاوردند قولہ
وَالْاِئْتِمَامِ بِہِدَایَۃِ مَنَارِہِمْ ترجمہ و شک نکردند در اقتدا کردن بہدایت
در روشنائی صحابہ یعنی صحابہ را بر ہدایت دانستہ اقتدائے آنہا نمودند قولہ
مُکَانِفِیْنَ وَمُوَازِرِیْنَ لَہُمْ ترجمہ آں تابعین حمایت کنندگان و
اعانت کنندگان صحابہ اند یعنی اگر کسے ملحد یا گمراہ بجناب پاک صحابہ طعن
کند آں تابعین بجواب طعن او را دور کنند و رحم نمایند ازیں لفظ تمام
وساوس شیطانی کہ مخالفان بر صحابہ تہمت میکنند باطل شد و معلوم شد
کہ طعن در حق ایشاں کار مسلماں نیست بلکہ شیوہ اہل اسلام جواب و

رد طعنہ ہائے صحابہ است وشک نیست کہ ایں وصف سوائے اہلسنت
در ہیچ فرقہ یافتہ نمیشود بلکہ روافض ہزار ہا طعن بگمان فاسد بجناب آں
پاکان نسبت میکنند ہمچنیں خوارج خذلہم اللہ تعالےٰ پس معلوم شد کہ فرقہ
ناجیہ اہل سنت اند نہ مخالفان ساں ہموالمطلوب ایضاً یدِ یُنُوْنَ بدِ
یْنِہِم ترجمہ اعتقاد میدارند آں تابعین بہ دین صحابہ قولہ وَیَہْتَدُوْنَ
بِہَدْیِہِم ترجمہ وراہ میروند براہ صحابہ قولہ ینفقون علیہم ترجمہ اتفاق می
کنند بر صحابہ یعنی بر حمایت ونصرت صحابہ متفق اند و ہر بے دین شیطان
وار آمدہ بر صحابہ شبہہ اندازد او را جواب میدہند و میرانند قولہ وَلَایَتَّہِمُوْنَہُم
قِیْماً اَدَّوْا اِلَیْہِم ترجمہ وتہمت نمیکنند صحابہ را در چیزے کہ ادا کردند؛
برسانیدند از احکام دین واحادیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ
ایشان یعنی صحابہ را صادقین دانستہ تمام روایات احادیث از ایشان
قبول کردہ براں عمل میکنند پس ثابت شد احادیث کتابہائے اہلسنت
کہ از اہل بیت وصحابہ مرویست ہمہ معتبر ومقبول است و مذہب
حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ است وظاہر شد کہ روایات
شیعہ وخوارج کہ از صحابہ مروی نیستند نزد امام زین العابدین رضی
اللہ عنہ کذب وافترا است واگر در بعضے روایات شیعہ نسبت بہ بعضے
اہل بیت یا بعضے صحابہ کنند چوں آں روایات مخالف قرآن ومخالف
مذہب حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ہم برآید ظاہر شود
کہ نہ آں قول اہل بیت است نہ قول صحابہ بلکہ کدام مفتری وکذاب

بر آئمہ طاہرین افترا کردہ باشدپس بقول امام زین العابدینؓ تمام روایات وکتب شیعہ باطل وافترا است اہل اسلام ومحبان قرآن و اہل بیت را ازاں کنارہ گرفتن فرض عین است اے مومن طالب نجات آنچہ مذکور شد از کلام الٰہی وکلمات حضرت سجاد رضی اللہ عنہ اگر کسے طالب راہ جنت باشد یک کلمہ ازینہا درحق وکفایت است واگر سعادت ازلی نصیب او نشد وبحکم ختم اللہ علی قلوبہم برکفر خود ثابت ماند او بسبب انکار قرآن برائے خود دوزخ خرید کرد اورا بحث کردن درطریقہ مسلمانان چہ سود خواہد داشت

وَاللّٰہُ الْھَادِیْ وَعَلَیْ کَرَمِہٖ اِعْتِمَادِیْ سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

# وسیلۃ النجات


تالیف شاہ عبدالعزیز دہلوی رح

تہذیب و نظر ثانی مولوی حکیم عبدالغفور رح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریف ثابت ہے واسطے اللہ کے وہ تعریف اسی کا حق ہے اور رحمت کاملہ نازل ہووے اس کے حبیب اور اس کے باقی سب بندوں پر اے پروردگار اے پھیرنے والے دلوں کے تو ثابت رکھ ہمارا دل اپنے دین پر سبب تالیف احباب سے ایک شخص نے کہ شیعہ کا مذہب اچھا جانتا تھا مجھ سے استدعا کی کہ فرقہ ناجیہ کے حق ہونے پر جو دلائل ہیں اس کے بارے میں کچھ لکھنا چاہیے بحکم اَلدِّیْنُ نَصِیْحَۃٌ کے وہ استدعا قبول کی گئی اور اس رسالہ کا نام وسیلۃ النجاۃ رکھا گیا اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی ۔

**سوال** ۔ درمیان اہل سنت اور شیعہ کے بہت گفتگو واقع ہوئی ہے اہل سنت دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارا مذہب برحق ہے اور قرآن وحدیث کے موافق ہے اور شیعہ کی سب کتاب باطل ہے اور صرف افترا ہے کہ اپنے مذہب کی نسبت اہل بیت کی طرف کرتے ہیں بلکہ اہل بیت کا مذہب یہی ہے جو ہمارا مذہب ہے اور شیعہ بھی یہی دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن کے موافق ہمارا مذہب ہے اور ہمارا وہی طریقہ ہے جو امام جعفر صادقؓ کا طریقہ ہے اور کہتے ہیں کہ اہل سنت کی کتابیں قابل اعتبار نہیں اس بارے میں جواب شافی آیات

قرآنی سے لکھا چاہیئے کہ اس میں کسی کے دم مارنے کی جگہ نہ ہو اور عذر باقی نہ رہے کہ طالبانِ راہ نجات اس پر عمل کریں اور باطل مذہب سے دست بردار ہو جاویں۔

**جواب**:۔ اے برادر چاہیئے کہ پہلے دریافت کرو کہ ہر مذہب کی بنا کس امر پر ہے اور ہر فریق کی کتابوں کو چھوڑ دو اور طاق پر رکھدو اور جب معلوم کر لو کہ ہر مذہب کی بنا کیا ہے تو اس کو آیات قرآنی سے تطبیق دو اور جس مذہب کی بنا مستحکم اور راسخ دیکھو اُسکو حق سمجھو تو اس کے بعد اس مذہب کی کتابوں کو دیکھو اور اس پر عمل کرو اور جس مذہب کی بنا باطل دیکھو اس کی کتابوں کو وسوسۂ شیطانی سمجھو اور پانی میں ڈال دو اور ہرگز اس کے گرد نہ جاؤ اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو اور یقیناً سمجھو کہ وہ مذہب اہل بیت کا نہیں بلکہ شیطان کا مذہب ہے تو جاننا چاہیئے کہ مذہب اہل سنت کی بنا ان حضرات کے ایمان و تقویٰ و صلاح و راستی پر ہے یعنی حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و غیرہم رضی اللہ تعالےٰ عنہم جو مہاجرین اور انصار سے ہوئے ہیں اور دیگر اصحاب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ کہ ہزاروں صاحب تھے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ رہ کر راہ خدا میں جہاد کرتے رہے اور نماز پڑھتے رہے اور آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے وفات تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد

اور حمایت میں ہمیشہ مصروف رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کے بعد اپنی خلافت میں عدل و انصاف و راستی میں مشغول رہے اور اہل بیت کی خدمت بجالاتے تھے اور ان حضرات کیساتھ محبت رکھتے تھے اور حضرت امیرالمومنین رضی اللہ عنہ ان صحابہ کے ساتھ ہمیشہ نشست و برخاست رکھتے تھے اور ان صحابہ کے ہمراہ کفار کے ساتھ جہاد کیا اور ان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور ان کے ساتھ ہمیشہ محبت رکھتے تھے اور ان صحابہ کی وفات کے بعد اُن کے حق میں دعائے خیر کی اور نہایت ان کی مدح کی اور مناقب بیان فرمائے اور مذہب شیعہ کی بنا اس پر ہے کہ وہ خلفائے ثلثہ وغیرہم کے کفر و نفاق کے قائل ہیں کہ وہ ہزاروں صحابہ سید ابرار کے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان حضرات نے نفاق سے ایمان ظاہر کیا تھا اور ہجرت بھی ریاست کے لئے کی تھی اور طمع دنیا کا لحاظ تھا اور ان حضرات کا جہاد و عبادت ریا کی غرض سے تھا خدا کے لئے نہ تھا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات ہوگئی تو اہلبیت کو اذیت پہنچائی اور حضرت مرتضی علی کرم اللہ وجہ کی مدد نہ کی اور آنجناب کا حق بھی لے لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوف سے تقیہ کیا تھا کہ ان اصحاب کی متابعت کرتے تھے اور ان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے ایسا تقیہ کیا کہ اپنی دختر طاہرہ کا نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ کر دیا اور اپنے صاحبزادوں کا نام بھی ابوبکر علی، عمر علی، عثمان علی

رکھا اور صحابہ مخلصین کم تھے یعنی حضرت ابوذرؓ اور مقدادؓ اور سلمانؓ اور عمارؓ اور جابرؓ اور صرف چند دیگر صحابہ مخلص تھے اے برادر دونوں مذہب کی بنا معلوم ہوئی تو اب جاننا چاہیئے کہ مذہب اہل سنت کے بنا کی دلیل قرآن شریف کی اکثر آیات ہیں کہ ہر آیت اس بنا کے اثبات اور استحکام کے لئے کافی ہیں اور مختصر طور پر یہاں چند آیات لکھی جاتی ہیں قولہ تعالیٰ وَالسَّابِقُونَ الْاَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ سابقین اولین مہاجرین اور انصار سے اور جن لوگوں نے بہتر طور پر یعنی ایمان کے ساتھ سابقین کی پیروی اور متابعت کی راضی ہوا خداوند تعالے ان سے اور وہ خدائے تعالے سے راضی ہوئے وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ اور مہیا کیں خداوند تعالیٰ نے ان کے واسطے بہشتیں کہ جاری ہیں نہریں ان بہشتوں کے محل اور درختوں کے نیچے خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا یہ سب مہاجرین و انصار اور ان کے تابعین ہمیشہ بہشت میں رہیں گے اور اس آیت سے اعلانیہ طور پر ثابت ہوتا ہے کہ سب مہاجرین اور انصار سابقین بہشتی ہیں اور ان کے تابعین بھی بہشتی ہیں کہ وہ لوگ ان حضرات کے بعد ہوئے اور ان حضرات کا طریقہ اختیار کیا اور اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مہاجرین اولین سے ہیں کہ ہجرت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے ہمراہ تھے اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور
اکثر صحابہ مہاجرین اوّلین سے ہیں اور جو شخص سمجھے کہ حضرت ابو بکر
رضی اللہ عنہ مہاجرین اولین سے نہیں تو وہ کافر ہے اس واسطے کہ
اس کو آیت سے انکار ہے اور فرمایا اللہ تعالےٰ نے إِذْ أَخْرَجَهُ
الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ
لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا یعنی جب خارج کیا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار مکہ نے کہ اس حال میں کہ دو صاحب تھے
ان میں سے دوسرے صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے جب
دونوں صاحب غار میں تھے اس وقت فرماتے تھے پیغمبر خدا صلی اللہ
تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے یار سے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
ہیں کہ آپ رنج نہ کریں تحقیق کہ خدا ہم لوگوں کے ساتھ ہے اور
ان حضرات کی اتباع کرنے والے بھی واقعی مہاجرین اور انصار
سے ہیں کہ وہ لوگ ان حضرات کے بعد ایمان لائے اور ہجرت اور
مدد کی اور حق تعالےٰ نے اس آیت میں خبر دی ہے کہ وہ حضرات
ہمیشہ بہشت میں رہیں گے تو ثابت ہوا کہ وہ حضرات قطعی بہشتی ہیں۔
جو شخص ان حضرات کو بہشتی نہ جانے وہ کافر ہے اس واسطے کہ اسکو
آیت سے انکار ہے۔ اور اگر اس مقام میں شیطان وسوسہ دلادے
کہ شاید مراد اس آیت سے وہ مہاجرین ہوں کہ شیعہ ان کے حق میں
حسن ظن رکھتے ہیں اس واسطے کہ ان کی ہجرت فی سبیل اللہ تھی اور

ہجرت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طمع دنیا کی غرض سے تھی تو اس کا
یہ جواب دینا چاہیئے کہ اے ابلیس تو جھوٹ بولتا ہے بلکہ ہجرت سب
مہاجرین کی خالصاً للہ تھی چنانچہ ہجرت کے بعد پہلے یہ آیت قتال کے
بارے میں نازل ہوئی اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا یعنی
اجازت دی گئی کفار کے ساتھ لڑائی کرنے کے لئے ان لوگوں کو کہ کفار
ان سے لڑائی کرنا چاہیں یعنی مہاجرین کو اس واسطے کہ کفار کے ہاتھ سے
اُن لوگوں پر ظلم ہوا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ یعنی اور تحقیق کہ
خداوند تعالےٰ ان کی مدد کرنے پر بلاشبہ قادر ہے اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا
مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ یعنی وہ لوگ
کہ اپنے گھروں سے بلا قصور نکالے گئے وہ صرف یہی کہتے تھے کہ ہمارا
پروردگار اللہ تعالےٰ ہے یعنی ان لوگوں سے کوئی گناہ صادر نہ ہوا کہ
اس کے سبب سے نکالے گئے مگر فقط یہ وجہ ہوئی کہ وہ لوگ ایمان
لے آئے اور اس واسطے کفار نے ان کو خارج کیا تو اس سے معلوم ہوا
کہ سب مہاجرین کی ہجرت خالصاً للہ تھی طمع دنیا کے لئے نہ تھی تو ثابت
ہوا کہ سب مہاجرین پر اللہ تعالےٰ کی مدد ہے۔ اے برادر جس کا ایمان
قرآن شریف پر ہے تو جب اس پر ثابت ہوا کہ خداوند تعالےٰ نے کس کو
جنتی فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ وہ لوگ ہمیشہ جنت میں رہینگے۔
تو اس کے حق میں سب اعتراضات ساقط ہو گئے اس واسطے کہ حق تعالیٰ
عالم الغیب ہے وہ خوب جانتا ہے کہ فلاں بندہ سے فلاں وقت میں

نیکی ہوگی یا فلاں وقت میں گناہ صادر ہوگا تو اگر وہ فرماوے کہ فلاں بندہ کو میں نے جنتی بنایا تو اس سے ثابت ہوگا کہ اس کی سب خطائیں معاف کر دی گئیں تو اگر دوسرے بندے اس کے حق میں طعن و تشنیع کریں اس سے اللہ تعالےٰ پر اعتراض کرنا لازم آوے گا اس واسطے کہ معترض کہے گا کہ یہ بندہ بد ہے خداوند تعالےٰ اس کو کیوں بہشتی بناتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس مقام میں اعتراض کرنا کفر ہے اور جس بندہ کو خداوند تعالےٰ نے بہشتی فرمایا ہے وہ ضرور بہشتی ہے اور اگر اس کے حق میں کوئی شخص اعتراض کرے تو اس سے اُس بہشتی بندہ کے حق میں کچھ ضرر نہیں اور اُسکے اعتراض سے وہ دوزخی نہ ہو جاوے گا، بلکہ معترض کافر ہے تو اس وجہ سے شیاطین کا سب شبہ ساقط ہوگیا اور اب اس کے لئے دوسرے جواب کی ضرورت نہیں لیکن سائل کی تسلی کے لئے کہا جاتا ہے کہ اگر شیطان آوے اور تم کو وسوسہ دلاوے کہ سورہ انفال میں بدر کے قصہ میں نازل ہوا ہو قَوْلُهٗ تَعَالیٰ یَآاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ یعنی اے وہ لوگ کہ ایمان لائے ہو جب کفار سے مقابلہ کرو تو لڑائی سے پیٹھ مت پھیرو قولہ تعالیٰ وَمَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ یعنی فرمایا اللہ تعالےٰ نے کہ جو شخص کفار کی لڑائی سے پیٹھ پھیرے سوا اس حال کے کہ لڑائی کی غرض سے پیٹھ پھیری ہو یا بغرض شامل ہو جانے کے جماعت مومنین کے ساتھ تو تحقیق کہ رجوع کیا اس

شخص نے خدا کے غصہ کی طرف اور اس کی جگہ جہنم ہے تو یہ لوگ کہتے ہیں
کہ صحابہ جنگ احد اور حنین میں بھاگے تھے تو ان کے جواب میں کہنا چاہیے
کہ یہ آیت بدر میں نازل ہوئی اور وہاں کوئی نہ بھاگا بلکہ سب صحابہ ثابت قدم
رہے چنانچہ حق تعالےٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ یعنی اور تحقیق
کہ مدد کی تمہاری اللہ تعالےٰ نے بدر میں حالانکہ تم لوگ کفار کی نظر میں کم ہونے کے سبب
سے حقیر معلوم ہوتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے بدر کے قصہ میں فرمایا ہے اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ
اَنِّيْ مَعَكُمْ یعنی یاد کیجیے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ وقت کہ جب وحی بھیجتا تھا آپ کا پروردگار فرشتوں
کے پاس کہ میں تم لوگوں کے ساتھ ہوں قولہ تعالیٰ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا یعنی پس ثابت رکھو مسلمانوں کو اور آیت مذکورہ سے کفر ثابت
نہیں ہوتا بلکہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ کفار کی لڑائی سے بھاگنا حرام ہے
اور حق تعالےٰ کو اختیار ہے اگر چاہے بخش دے اور اگر چاہے عذاب
کرے چنانچہ جب جنگ احد میں فرار کا اتفاق ہوا تو حق تعالےٰ نے وہ مداوا
فرمادیا قولہ تعالیٰ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ یعنی اور تحقیق کہ معاف فرمادیا اللہ
تعالےٰ نے ان لوگوں کو تو اعتراض دفع ہوگیا۔ اور روز حنین میں فرار کا
اتفاق ہوا مگر پھر جب حضرت عباسؓ نے پکارا یَا عِبَادَ اللّٰهِ هٰذَا رَسُوْلُ
اللّٰهِ یعنی اے بندگان خدا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو اُن کے
پکارنے سے سب لوگ جمع ہوگئے اور جنگ عظیم کی اور تو یہ ثابت ہوئی۔ اور
چونکہ یہ لوگ مددگاران دین تھے حق تعالےٰ نے اپنے وعدے کے موافق
ان کی مدد فرمائی چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ

یعنی البتہ اللہ مدد کرتا ہے اس کی جو اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرتا ہے تو غیب سے فرشتوں کو ان لوگوں کی مدد کے واسطے بھیجا اور بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے سکینہ یعنی آرام نازل فرمایا اور یہ خاص مومنین کامل الایمان کے واسطے ہے اور یہ امر اُن لوگوں کے لئے نازل فرمایا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ یعنی تحقیق کہ مدد دی تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اکثر غزوہ میں اور حنین میں اور فرماتا ہو اللہ تعالیٰ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهٗ عَلٰى رَسُولِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی پس نازل فرمایا خداوند تعالیٰ نے اپنا سکینہ اور آرام اپنے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم پر اور مسلمانوں پر یعنی ان مسلمانوں پر۔ سکینہ اور آرام اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا کہ وہ لوگ حضرت عباسؓ کے پکارنے سے پھر آئے اور جنگ عظیم کی قولہ تعالیٰ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا یعنی اللہ تعالیٰ نے بھیجے فرشتوں کے لشکر کہ اے صحابہؓ تم لوگوں نے اُن فرشتوں کو اپنی نظر سے نہ دیکھا، وقولہ تعالیٰ وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا یعنی اور عذاب کیا اللہ تعالیٰ نے کفار پر اور ان کو شکست دی۔ تو اے عزیز غور کرنا چاہیئے کہ کیا یہ مسلمان کا کام ہے کہ تمام آیات مغفرت و رحمت کو فراموش کرے اور ایسے حضرات کی شان میں طعن کرے کہ اس قدر رحمت الٰہی ان حضرات کے شامل حال ہے کہ جب کبھی بمقتضائے بشریت ان حضرات سے لغزش ہو جاوے تو فرشتے ان کی مدد کے لئے آویں اور سکینہ الٰہی اُنکے لئے نازل ہووے یعنی یہ حضرات ہرگز قابل طعن نہیں نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ

خُبْثِ الْبَاطِنِ وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهٖ یعنی پناہ چاہتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں باطن کے خبث سے اور شیطان کی شرارت سے اور اُسکے شرک سے اور اگر پھر شیطان آوے اور وسوسہ دلاوے کہ معاذ اللہ شاید وہ لوگ منافق رہے ہوں کہ اس وقت منافقین بھی تھے چنانچہ قرآن شریف میں اکثر مقامات میں منافقین کا بھی ذکر ہے تو چاہیئے کہ جواب میں کہو ہاں اس وقت منافقین بھی تھے لیکن اعراب میں تھے اور وہ دہقانی تھے کہ اُنکا مسکن مدینہ کے گرد تھا اور اہل مکہ یعنی مہاجرین میں کوئی منافق نہ تھا اور ایسا ہی انصار کہ ان کا ایمان اور ان کا مدد دینا نص سے ثابت ہے ان میں بھی کوئی منافق نہ تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنَافِقُوْنَ یعنی اے اہل مدینہ بعضے ان لوگوں سے کہ تم لوگوں کے گرد ہیں اور وہ اعراب سے ہیں منافقین ہیں وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ یعنی اور بعض اہل مدینہ سے نفاق کے خوگر ہوئے ہیں اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ان لوگونکو نہیں جانتے ہم ان لوگوں کو جانتے ہیں پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان لوگونکو علیحدہ کر دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ یعنی نہیں سزاوار ہے واسطے اللہ تعالیٰ کے کہ چھوڑ دے مومنین کو اُس حالت پر تم لوگ جس حالت پر ہو یعنی سزاوار نہیں کہ مومنین اور منافقین کو باہم ملا ہوا چھوڑ دے بلکہ علیحدہ کرتا ہے پلید کو پاک سے یعنی مومنین سے منافقین کو جدا کر دیتا

ہے پھر حق تعالےٰ نے تمیز دے دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافقین کے حال سے آگاہ فرمادیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے کہ صحابہ سے ہیں یہ امر ظاہر فرمایا اور اُن منافقین کے لڑکے خالص مومن تھے تو اس خیال سے کہ ان کی رسوائی نہ ہووے ان منافقین کا حال دوسروں پر ظاہر نہ فرمایا اگرچہ اکثر منافقین۔ نفاق کی علامت کے سبب سے نفضیحت ہوئے اور ان لوگوں کا حال سب لوگوں کو معلوم ہوگیا اور اللہ تعالےٰ نے عام طور پر اُن منافقین کا عیب قرآن شریف میں بیان فرمایا اور ان کے حق میں وعید شدید ذکر فرمائی اور صحابہؓ کا اہلِ سنت اُن کے حق میں حُسن اعتقاد رکھتے ہیں اُن میں سے کوئی صحابی منافق نہ تھے اور اللہ تعالےٰ منافقین کے حق میں ارشاد فرماتا ہے فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ یعنی اگر منافقین اپنے نفاق سے توبہ کریں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہوگا قولہ تعالیٰ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ یعنی اگر وہ توبہ سے روگردانی کریں اور اپنا نفاق ترک نہ کریں تو اللہ تعالےٰ ان پر دنیا اور آخرت میں سخت عذاب کرے گا قولہ تعالےٰ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ یعنی اور نہ ہوگا ان کا زمین پر کوئی یار اور نہ مددگار یعنی زمین پر کوئی ان کی مدد نہ کرے گا اور خداوند تعالےٰ نے اس کے خلاف مہاجرین کے حق میں فرمایا ہے یعنی ان کے اوصاف حمیدہ بیان فرمائے ہیں اور اُن کی مدد کا وعدہ کیا ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِ

رھم لقدیرُ یعنی تحقیق کہ خداوند تعالےٰ مہاجرین کی مدد کرنے پر قادر ہے یعنی ان کی مدد کرے گا اور انھیں مہاجرین کا ذکر اس آیت میں بھی ہے وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ یعنی ضرور مدد کرے گا اللہ تعالےٰ اس کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرے گا اور اس میں شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد جو صحابہ باقی رہے خصوصاً خلفائے راشدین ان سب صحابہؓ کی مدد حق سبحانہٗ تعالیٰ نے فرمائی کہ ہزاروں مشرکین اور مرتدین کو قتل کیا اور کسریٰ اور قیصر کا ملک درہم وبرہم کر دیا اور سب صحابہ نے خلفائے راشدینؓ کی مدد کی تو معلوم ہوا کہ خلفاء ثلثہؓ مہاجرین فی سبیل اللہ سے ہیں کہ حق تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ مہاجرین کی مدد کریں گے، وہ وعدہ خلفاء کے حق میں کامل طور پر پورا کیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سب اصحاب دین خدا کے مددگار تھے اور اگر معاذ اللہ وہ منافقین ہوتے تو کوئی اُن کی مدد نہ کرتا اور زمین پر کوئی اُن کا یار و مددگار نہ ہوتا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ منکرین قرآن کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خلافت طلب کی اور مہاجرین اور انصار کے گھر گھر گئے تاکہ ان کے لئے عذر باقی نہ رہے لیکن کسی نے حضرت علیؓ کی مدد نہ کی کسی کو آپ کی حمایت کا خیال نہ ہوا، تو ان لوگوں کا یہ قول سراسر غلط ہے اور صریح کفر ہے اور صراحۃً اس آیت سے انکار ہے اس واسطے کہ حق تعالےٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا کہ مہاجرین کی مدد کریں گے اور اس میں شک نہیں کہ حضرت علی رئیس مہاجرین اولین سے تھے اور محال ہے کہ کسی نے آنجناب کی مدد نہ کی ہو۔

تو ثابت ہوا کہ جو لوگ یہ بات حضرت علی کی شان میں کہتے ہیں وہ آنجناب کے دشمن ہیں کہ منافقین کے بارے میں جو آیت ہے وہ آنجناب کی شان میں ثابت کرتے ہیں چنانچہ حق تعالےٰ نے منافقین کے بارے میں فرمایا ہو وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ یعنی زمین پر منافقین کا کوئی یار و مددگار نہیں اور ثابت ہوا کہ حضرت علیؓ کے دوست اہلسنت ہیں کہ آنجناب کی طرف نفاق کی نسبت نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ آنجناب اگرچہ طالب خلافت کے لئے اٹھتے اور اس کے لئے ارادہ فرماتے اور پیغمبر صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم سے اپنے حق میں اس بارے میں کچھ سنے ہوتے تو ضرور آنجناب کا ارادہ پورا ہو جاتا اور آنجناب کا تصرف نافذ ہوتا اور سب آنجناب کی مدد کے لئے مصروف ہو جاتے چنانچہ مہاجرین کے حق میں ایسا ہی وارد ہے تو معلوم ہوا کہ آنجناب نے جانا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت برحق ہے اور ہمیشہ آنجناب حضرت ابوبکرؓ کے ناصر و مددگار رہے وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی نَعْمَائِهٖ پھر اب جاننا چاہیے کہ حق تعالیٰ منافقین کی فضیحت میں کیا فرماتا ہے قولہ تعالےٰ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا مَّلْعُوْنِيْنَ ترجمہ البتہ اگر باز نہ آویں منافقین اپنے نفاق سے اور اگر باز نہ آویں وہ لوگ کہ اُن کے دل میں مرض ہے مثلاً ضعف ایمان ہے یا ایسا ہی اور کوئی امر ہے اور اگر باز نہ آویں وہ لوگ کہ مدینہ منورہ میں فتنہ انگیز خبر

مشتہر کرتے ہیں تو اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم ضرور آپ کو ان تینوں گروہ پر مسلط کر دیں گے اور پھر تھوڑے دن کے بعد یہ لوگ آپکے نزدیک نہ رہ سکیں گے اور ذلیل ہو کر شہر مدینہ سے نکل جاویں گے اور فرمایا اللہ تعالےٰ نے اَیْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا ترجمہ منافقین جہاں ملیں چاہیئے کہ گرفتار کئے جاویں اور قتل کر دیئے جاویں تو اس آیت سے ثابت ہوا کہ جن لوگوں نے نفاق سے توبہ نہ کی اُن میں سے کوئی مدینہ منورہ میں باقی نہ رہا اور وہ سب خراب ہو گئے اور ہلاک ہو گئے اور قتل کئے گئے تو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جس قدر صحابہ مدینہ منورہ میں باقی رہ گئے تھے وہ سب حضرات مددگار دین تھے اور حق پرست اور مخلصین تھے تو جس امر پر ان حضرات کا اجماع اور اتفاق ہوا وہ عین حق و ہدایت ہے ظلم و ضلالت نہیں، تو منافقین کے عیوب معلوم ہوئے اب مہاجرین کا وصف بیان کرتا ہوں فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً ترجمہ جن لوگوں نے خداوند تعالےٰ کی راہ میں ہجرت کی اس کے بعد کہ کفار کی طرف سے ان لوگوں پر ظلم ہوا تو ضرور اُن لوگوں کو ہم اچھے شہر میں یعنی مدینہ منورہ میں جگہ دیں گے اور فرمایا اللہ تبارک تعالےٰ نے وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ترجمہ اور البتہ آخرت کا ثواب زیادہ بہتر ہے یعنی مہاجرین کے لئے آخرت میں بہت زیادہ ثواب ہے تو اگر کسی کا قرآن شریف پر ایمان ہوئے تو صرف ایک آیت کافی ہے کہ

اس سے تمام وسوسۂ شیطانی اس کا دفع ہو جاوے اس واسطے کہ
حق تعالےٰ نے اس آیت میں مہاجرین فی سبیل اللہ کے حق میں دو وعدے
فرمائے ایک دنیا میں دوسرا آخرت میں اور بلاشک دنیا کا وعدہ پورا
ہوا اور سب مہاجرین نے مدینہ منورہ میں قیام کیا خصوصاً خلفائے
ثلثہ کہ اپنی زندگی میں وہاں رہے اور بعد وفات کے ان حضرات کی وہاں
قبر مبارک ہوئی شیخین جناب رسالت پناہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہ
واصحابہ وسلم کے مرقد منور سے ملگئے اور حضرت عثمان بقیع میں رونق افروز
ہوئے اور اگر معاذ اللہ منافق ہوتے تو آیت مذکور میں جیسا منافقین
کے بارے میں ذکر ہے حق تعالےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُن
حضرات پر غالب کرتا اور یہ حضرات کبھی مدینہ منورہ میں نہ رہتے اور معاذ
اللہ جو منافقین کا حال ہوا کہ گرفتار ہوئے اور ذلت و رسوائی کے ساتھ
قتل کئے گئے وہی حال ان حضرات کا بھی ہوا ہوتا اور کوئی ان حضرات
کی بات نہ سنتا امامت اور خلافت کیونکر ہوتی تو شمس نصف النہار
کے مانند واضح ولائح ہوا کہ یہ حضرات مہاجرین فی سبیل اللہ سے ہیں اور
قطعی بہشتی ہیں اور ان حضرات کا اجر و ثواب آخرت میں بہت زیادہ
ہوگا اور ایسا ہی دیگر صحابہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
وفات کے بعد مدینہ منورہ میں باقی رہے گئے سب مددگاران دین خدا
تھے اور کامل الایمان تھے آیت قرآنی سے ثابت ہے کہ نفاق ان کے گرد
نہ تھا تو آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جس امر پر اُن صحابہ

کا اجماع اور اتفاق ہوا وہ عین ہدایت و دیانت ہے اور مسلمان کا کام نہیں کہ ان صحابہ کی فضیلت کہ قرآن شریف سے صراحتہً ثابت ہے اور پھر ان حضرات پر اعتراض کیا جاوے۔ اور اب بھی اگر پھر شیطان آوے اور وسوسہ دلاوے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان صحابہ کا اقتدار اور غلبہ ہوا تو شاید اس وجہ سے ان حضرات سے کوئی امر خلاف شرع ظہور میں آیا ہو کہ اس وجہ سے شیعہ شبہ میں پڑے ہیں تو اس کے جواب میں کہنا چاہیئے کہ تو جھوٹ کہتا ہے بلکہ ان حضرات نے اپنے ایام خلافت میں جو کچھ کیا ہے وہ سب اس غرض سے ہوا ہے کہ احکام شرعی جاری ہو دیں اور امر معروف اور نہی عن المنکر عمل میں آوے تعصب اور فساد مقصود نہ تھا چنانچہ حق تعالٰے اس آیت میں مہاجرین کا وصف ارشاد فرماتا ہو اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ترجمہ یعنی صفت مہاجرین کی یہ ہے کہ اگر ہم ان کو زمین پر طاقت دیتے ہیں تو نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور دوسروں کو احکام شرعی کا حکم دیتے ہیں اور امور خلاف شرع سے منع فرماتے ہیں تو محال ہے کہ جب مہاجرین کا غلبہ ہوا تو ان سے ظلم و فساد ظہور میں آیا ہو تو ان حضرات کی طرف ظلم کی نسبت کرنا اس آیت سے انکار کرنا ہے نعوذ باللہ من ذالک پھر اگر کوئی وسوسہ دلاوے کہ قرآن شریف میں وارد ہوا ہے یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ

وَیُحِبُّوْنَہٗٓ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ ترجمہ
اے وہ لوگ کہ ایمان لے آئے ہو جو پھر جاوے اور مرتد ہو جاوے
تم لوگوں سے اپنے دین سے تو قریب ہے کہ لے آوے یعنی قائم کرے
اللہ تعالے مرتدین کے قتال کے لئے ایک ایسی قوم کو کہ محبت رکھتا ہے
اللہ تعالے اس قوم سے اور وہ لوگ اللہ تعالے کے ساتھ محبت رکھتے
ہیں مسلمانوں پر مہربان ہیں اور کافروں پر غالب ہیں قولہ تعالے
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ ترجمہ کہ وہ لوگ جہاد
کریں گے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اُن قوم مرتدین کے ساتھ اور نہ ڈریں گے
کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے اور اگر معترض کہے کہ اس
آیت کا معنی کیا ہے تو اس کے جواب میں کہنا چاہیئے کہ اس آیت میں
حضرت ابوبکرؓ اور دیگر صحابہ کے کمال مناقب مذکور ہیں کہ ان حضرات نے
حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں مسلمہ کذاب کو مار ڈالا اور
دوسرے لوگ عرب کے کہ ان کی تفصیل میں طول ہے مرتد ہوئے تھے اور
زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا تو ان صحابہؓ نے ان کے ساتھ جہاد کیا اور ان
لوگوں کو تہ تیغ کیا اور اکثر اُن میں سے پھر اسلام لے آئے اور صحابہؓ کی
شان میں ارتداد کی تہمت ہونا اس آیت سے اس طرح بخوبی باطل ہوتی
کہ اس سے بڑھ کر ثبوت متصور نہیں اس واسطے کہ معاذ اللہ اگر کوئی
صحابی مرتد ہوئے ہوتے تو دوسرے کامل مومنین ان کے ساتھ جہاد اور
ان کو قتل کرتے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ کامل مومنین سے کسی تے

خلفائے ثلثہؓ کے ساتھ لڑائی نہیں کی بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور
حضرت ابو ذرؓ نے کہ کامل مومنین تھے خلفائے ثلثہ کی متابعت کرلی اور انکے
ساتھ موافقت اختیار کی تو معلوم ہوا کہ خلفائے ثلثہ کامل مومن ہیں اور
جنتی ہیں اور مہاجرین فی سبیل اللہ ہیں کہ ان کے وصف میں بے شمار
آیات وارد ہیں چنانچہ فرمایا اللہ تعالے نے وَ اَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ
مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا یعنی مہیا فرمائی ہیں اللہ تعالیٰ
نے ان لوگوں کے لیے بہشتیں کہ جاری ہیں اس میں نہریں وہ لوگ
اس میں ہمیشہ رہیں گے یہ صفت مہاجرین کی ہے اور ظاہر ہوا کہ سب
مہاجرین اور انصار عین حق اور کمال ایمان اور ہدایت پر تھے اور اُن کا ایمان
اور انفاق اللہ تعالے کی مرضی کے موافق ہوا تو جائز نہیں کہ کوئی اُن حضرات
کی شان میں طعن و تشنیع کرے بلکہ چاہیے کہ مسلمان وظیفہ کرلیویں کہ روز
و شب ان حضرات کے حق میں ترقی درجات کے لئے دعا کرتے رہیں اور
جو اُن حضرات کی شان میں طعن و تشنیع کرے اور دعائے خیر نہ کرے اور اُن
حضرات کے ساتھ کینہ رکھے وہ کافر ہے اور اہل اسلام سے خارج ہے
چنانچہ حق تعالے نے قرآن شریف میں مسلمانوں کی تین قسمیں فرمائی ہیں اور
پہلی قسم اس آیت میں مذکور ہے لِلْفُقَرَآءِ الْمُھٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا
مِنْ دِیَارِھِمْ وَ اَمْوَالِھِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ
رِضْوَانًا وَّ یَنْصُرُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یعنی غنیمت کا مال فقراء کیلئے
ہے کہ ان لوگوں نے ہجرت کی ہے اور ان لوگوں کے لئے ہے کہ وہ اپنے

گھر اور مال سے نکال دیئے گئے ہیں اور ان لوگوں کی حالت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کا فضل اور اُس کی رضامندی چاہتے تھے اور اللہ و رسول کے دین کی مدد کرتے تھے اور اُن کی ہجرت خالصاً لِلّٰہ اور اس کے رسول کے لئے ہوئی صلی اللہ تعالےٰ علیہ و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ اور ان کی ہجرت اللہ کے دین کی مدد کے لئے ہوئی کوئی دنیاوی غرض نہ تھی اور ان کی شان میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اُولٰئِکَ ھُمُ الصَّادِقُوْنَ یعنی یہ لوگ اپنے قول و فعل میں سچے ہیں اور دوسری قسم مومنین کی اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمائی ہے وَالَّذِیْنَ تَبَوَّءُ الدَّارَ وَ الْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِھِمْ یعنی اور مال غنیمت اُن لوگوں کے واسطے ہے کہ مہاجرین کے قبل اُن لوگوں نے ہجرت اور ایمان کی جگہ میں سکونت اختیار کی اور ان کی شان میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے یُحِبُّوْنَ مَنْ ھَاجَرَ اِلَیْھِمْ یعنی وہ لوگ اُن لوگوں کے ساتھ محبت رکھتے ہیں کہ وہ لوگ اُن کے یہاں ہجرت کر کے آئے ہیں یعنی مہاجرین کے ساتھ محبت رکھتے ہیں قولہ تعالےٰ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِھِمْ حَاجَۃً مِّمَّآ اُوْتُوْا یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ و آلہٖ وسلم ان لوگوں کو جو کچھ عطا فرماتے ہیں اس میں انصار حسد نہیں کرتے بلکہ اس پر راضی ہو جاتے ہیں اور اُسکو منظور کر لیتے ہیں قولہ تعالےٰ وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ یعنی اور انصار مقدم سمجھتے ہیں مہاجرین کو اپنے اوپر اگرچہ وہ خود بھی حاجتمند ہوں یعنی اگرچہ انصار کو خود بھی اپنے لئے مال کی

ضرورت رہتی ہے لیکن وہ لوگ ایسے عالی ہمت ہیں کہ اپنی ضرورت کا کچھ
خیال نہیں کرتے بلکہ مہاجرین کی حاجت روائی کرتے ہیں اور اپنا مال انکو
دیتے ہیں قولہ تعالےٰ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ
ترجمہ اور جو شخص اپنے نفس کے بخل سے محفوظ ہے اس کے لئے فلاح ہے
تو اے عزیز حق تعالےٰ نے اس آیت میں انصار کی تعریف کی ہے کہ
مہاجرین کے ساتھ وہ لوگ محبت رکھتے ہیں اور ان حضرات کی خدمت
کرتے ہیں اور فرمایا کہ اُس کے صلہ میں اُن کے لئے فلاح ہے تو جس کو
منظور ہووے کہ نجات کی راہ پاوے اور اس کے لئے ہووے فلاح تو چاہیئے
کہ جس طرح انصار نے اپنا شیوہ کر لیا تھا کہ مہاجرین کے ساتھ محبت
رکھتے تھے اسی طرح وہ شخص بھی اپنا شیوہ کرے کہ مہاجرین کے ساتھ
محبت رکھے اور عداوت نہ رکھے اور اُن حضرات کی شان عالی میں طعن
و تشنیع نہ کرے اور شب و روز ان کی ترقی درجات کے لئے دعا کرتا رہے
تاکہ وہ مومنین کی تیسری قسم کے زمرہ میں داخل ہووے اور قیامت میں
اس کا حشر اُن مومنین کے ساتھ ہووے اور اللہ تعالےٰ نے تیسری قسم
کے مومنین کو اس آیت میں ارشاد فرمایا ہے وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ
بَعْدِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا
بِالْاِیْمَانِ ترجمہ یعنی اور مال غنیمت ان لوگوں کے واسطے ہے کہ
مہاجرین اور انصار کے بعد آئے اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ اے پروردگار
تو بخش دے ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو کہ ہمارے پہلے ایمان سے

مشرف ہوئے قولہ تعالےٰ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
ترجمہ اور ہمارے دل میں اُن کی طرف سے کینہ اورعداوت نہ ڈال کہ وہ
لوگ ایمان لائے ہیں یعنی وہ لوگ انصار اور مہاجرین اور دیگر صحابہؓ کے
حق میں دعائے خیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق تعالےٰ ہمارا دل اُن حضرات
کے کینہ سے پاک فرمادے قولہ تعالےٰ رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ترجمہ
اے ہمارے پروردگار تحقیق کہ تو مہربان رحمت کرنے والا ہے یعنی ہماری
دعا قبول فرما۔ تو ان آیات سے ثابت ہوا کہ صحابہ کے حق میں دعائے خیر
کرنا چاہیئے اور کینہ نہ رکھنا چاہیئے اور ان حضرات کی شان میں زبان درازی
نہ کرنا چاہیئے تا اہل اسلام کے زمرہ میں محشور ہووے ورنہ جو شخص ان حضرات
سے کینہ رکھے گا اور ان حضرات کے حق میں دعا خیر نہ کرے گا وہ اہل اسلام
کی تینوں قسموں سے خارج ہو جاوے گا نعوذ باللہ من ذالک اہلسنت
وجماعت کے مذہب کی یہی بنا ہے اور الحمد للہ کہ یہ بنا نہایت مستحکم اور
مضبوط ہے کہ اگر تمام جن وانس چاہیں کہ اس بنا کو کھودیں اور جنبش
دیدیں تو ممکن نہیں کہ اس کو ضرر پہنچا سکیں اس واسطے کہ اس بنا کو
اُس وقت جنبش ہوسکتی ہے کہ اہلسنت نے مہاجرین اور انصار وغیرہ
صحابہ کا ایمان اور اُن کی فضیلت ثابت کی ہے اور اس بارے میں صریح
آیات بینات اور نصوص محکم پیش کی ہیں اور شیاطین کا وسوسہ اسطرح
دفع کر دیا ہے کہ نیست و نابود ہوگیا اور اُس کا کچھ بھی اثر باقی نہ رہا
تو چاہیئے کہ اگر مخالفین اپنے دعوے میں صادق ہیں تو وہ بھی ثابت کریں

کہ صراحۃً کن آیات محکمات سے بلا تاویل سب مہاجرین اور انصار کا
نفاق ثابت ہوتا ہے تو اس وقت بحث وگفتگوئے کتابی اور سوال و
جواب علمی کی طرف متوجہ ہوویں ورنہ عبث ہے کہ زبان درازی کریں
اور آیات ونصوص سے انکار کریں کہ اپنے لئے دوزخ کی آگ خرید کریں
اور مسلمانوں کی تیسری قسم سے بھی خارج ہو جاویں اور ظاہر ہے کہ
قرآن شریف کی کسی ایک آیت سے بھی مہاجرین اور انصار کا کفر ونفاق
ثابت نہیں اور یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ اس واسطے کہ حق تعالے نے اکثر
مقام میں ان حضرات کی مدح فرمائی ہے اور ان کے مناقب ذکر فرمائے
ہیں اُن کا ایمان اور تقویٰ اور جہاد اور نماز وغیرہ اعمال صالحہ بیان فرمائے
ہیں قولہ تعالےٰ وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى یعنی ہر ایک کے حق میں اللہ
تبارک تعالےٰ نے بہتر وعدہ فرمایا ہے اور ان حضرات کی شان میں خلود جنت
ثابت ہونا ارشاد فرمایا ہے اور ان حضرات کو نعمت دائمی کی بشارت
دی ہے پھر اُن حضرات کا کفر ونفاق کس طرح ثابت ہوسکتا ہے نعوذ باللہ
من ذالک تو ظاہر ہوا کہ مذہب منافقین کی بنا ر آیات قرآنی پر نہیں بلکہ
صرف واہیات قصہ ہائے تواریخ اور امور موہومہ پر ہے اور قرآن شریف
سے وہ سب واہیات قصہ باطل ہو جاتا ہے اور ان کا باطل وہم وخیال
نیست ونابود ہو جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ اُن کا مذہب اہلبیت کے مذہب
کے موافق نہیں اس واسطے کہ اہلبیت کا مذہب قرآن شریف کے خلاف
ہرگز نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل بیت کا جو مذہب تھا وہی مذہب اہلسنت

کا ہے کہ قرآن شریف کے موافق ہے اور اگر اب بھی تمہارا کچھ وسوسہ باقی رہ جاوے تو معلوم کرنا چاہیئے کہ امام زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہما ۔۔۔ صحیفۂ کاملہ میں کہ شیعہ کے نزدیک معتبر ہے اور اس پر اُن کا عمل ہے کیا فرماتے ہیں : ۔ عَنْ زَیْنِ الْعَابِدِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَللّٰھُمَّ اَتْبَاعَ الرُّسُلِ وَمُصَدِّقُوْھُمْ مِّنْ اَھْلِ الْاَرْضِ بِالْغَیْبِ عِنْدَ مُعَارَضَۃِ الْمُعَانِدِیْنَ لَھُمْ بِالتَّکْذِیْبِ وَالْاِشْتِیَاقِ اِلَی الْمُرْسَلِیْنَ کَمَا فَعَلُوْا بِحَقَائِقِ الْاِیْمَانِ فَبِکُلِّ دَھْرٍ وَّزَمَانٍ اَرْسَلْتَ فِیْہِ رَسُوْلًا وَّاَقَمْتَ لِاَھْلِہٖ دَلِیْلًا مِّنْ لَّدُنْ اٰدَمَ اِلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مِنْ اَئِمَّۃِ الْھُدٰی وَقَادَۃِ اَھْلِ التُّقٰی عَلٰی جَمِیْعِھِمُ السَّلَامُ فَاذْکُرْھُمْ مِّنْکَ بِمَغْفِرَۃٍ وَّرِضْوَانٍ اس عبارت کا مضمون یہ ہے کہ اے خدا اصحاب سب پیغمبروں کے کہ کفار کی تکذیب کے وقت ان لوگوں نے انبیاء کی تصدیق کی اور انبیاء پر ایمان لے آئے اُن لوگوں کو تو مغفرت اور رضامندی کے ساتھ یاد فرما اور اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت باقی سب پیغمبروں کے اصحاب پر ہے اور جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم سردارِ انبیاء ہیں اُسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب اصحاب باقی سب پیغمبروں کے اصحاب کے سردار ہیں تو اس واسطے اُن کے حق میں جناب امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے خاص طور پر یہ دعا فرمائی ہے کہ

اَللّٰھُمَّ وَاَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ خَاصَّۃً یعنی اے خدا علی الخصوص اصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم پر نہایت نوازش فرما اور ان لوگوں کو مغفرت اور خوشی کے ساتھ یاد فرما۔ پھر اس کے بعد صحابہ کی مدح بیان فرمائی ہے وَالَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الصَّحَبَۃَ یعنی اور وہ صحابہ کہ ان حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اچھی صحبت زکھی اور حق صحبت بجا لائے پھر یہ ارشاد فرمایا وَالَّذِیْنَ اَبْلَوُا الْبَلَاءَ الْحَسَنَ فِیْ نَصْرِہٖ یعنی اور وہ لوگ کہ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد میں اپنا جان و مال بہتر طور پر صرف کیا قَوْلُہٗ وَکَنَفُوْہُ یعنی اور آنحضرت صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کو اپنے درمیان میں لے لیا اور دشمنوں کے شر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محافظت کی قَوْلُہٗ اَسْرَعُوْا اِلٰی وِفَادَتِہٖ وَسَابَقُوْا اِلٰی دَعْوَتِہٖ ترجمہ اور آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے میں جلدی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت اسلام کو جلد قبول کیا قَولُہٗ وَاسْتَجَابُوْا لَہٗ حَیْثُ اَسْمَعَھُمْ حُجَّۃَ رِسَالَاتِہٖ ترجمہ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے رسالت کی حجت فرمائی تو ان لوگوں نے قبول کر لیا اور رسالت کی حجت سے مراد قرآن شریف ہے وَفَارَقُوا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ فِیْ اِظْھَارِ کَلِمَتِہٖ ترجمہ اور آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ اور دین ظاہر کرنے میں اپنی عورتوں اور لڑکیوں کو

چھوڑ دیا یعنی خدا کے واسطے اظہار اسلام کے لئے ہجرت کی کوئی دنیاوی غرض نہ تھی فَارَقُوا الْاَبْنَاءَ وَالْاَبْنَاءَ فِي تَثْبِيتِ نُبُوَّتِهٖ وَانْتَصَرُوا بِہٖ اور اس غرض سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت مستحکم ہو جاوے ان لوگوں نے اپنے باپ اور لڑکوں کے ساتھ جنگ و جدال کی یعنی اس وجہ سے کہ ان کے باپ اور لڑکوں کو اسلام سے انکار تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد اور خدمت کے سبب سے وہ لوگ کفار پر غالب آئے تو جس کو دین و عقل سے واسطہ ہوگا اس پر مخفی نہ رہے گا کہ یہ سب اوصاف جمیع صحابہ کے ہیں کہ مہاجرین اور انصار سے ہوئے اس واسطے کہ ان سب حضرات نے حمایت اور مدد کی ہے اور اپنے باپ اور بھائیوں سے لڑائی کر کے اسلام کو مستحکم کیا ہے اور ہر معرکہ اور غزوہ میں حاضر تھے اور دشمنان دین پر فتح حاصل کی ہر اور ایسا نہیں کہ صرف چند صحابہؓ حضرت جابرؓ اور حضرت ابوذرؓ وغیرہ نے تمام لڑائی فتح کی ہے اور تمام کفار کو قتل کر کے غلبہ حاصل کر لیا ہو چنانچہ غزوۂ بدر میں تین سو تیرہ صحابی تھے اور جنگ احد میں ہزار صحابی تھے اور حنین میں بارہ ہزار صحابی تھے اور تبوک میں تیس صحابی تھے اور ایسا ہی اکثر غزوہ میں ہزاروں صحابی رہتے تھے اور سب صحابہ مدد اور حمایت میں مصروف رہتے تھے اور سب کو غلبہ حاصل ہوتا تھا تو ثابت ہوا کہ حضرت امام زین العابدین کا مذہب یہ ہے کہ سب صحابہ کی مغفرت ہوئی اور وہ سب حضرات بہشتی ہیں اور لائق مدح و ثنا

ہیں اور مخالفین کا مذہب یہ ہے کہ صرف چند حضرات صحابہ ہیں تو اُنکے
مذہب کی بنیاد جڑ سے کھود دی گئی اور ظاہر ہوا کہ اہلبیت کا یہ قول نہیں
بلکہ وسوسۂ شیطانی ہے کہ اس سے حق تعالےٰ کی درگاہ میں پناہ مانگنا چاہیئے
اور حضرت زین العابدینؑ کے یہ اقوال مندرجہ بھی ہیں وَمِمَّنْ کَانُوْا مُنْطَوِیْنَ
عَلٰی مَحَبَّتِہٖ یعنی صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں
فدا تھے یعنی آنحضرت صلعم کے عاشق تھے قولہٗ یَرْجُوْنَ تِجَارَۃً لَّنْ
تَبُوْرَ فِیْ مَوَدَّتِہٖ ترجمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں
اس تجارت کے امیدوار تھے کہ اُس میں نقصان نہیں یعنی سب اصحاب
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت آخرت کے لئے اختیار کی
تھی اور یہ بلاشک سودمند ہے اس میں خسارہ نہیں قولہٗ وَالَّذِیْنَ
ھَجَرَتْھُمُ الْعَشَائِرُ اِذْ تَعَلَّقُوْا بِعُرْوَتِہٖ اور اُن لوگوں کو اُن کے
قبیلہ کے لوگوں نے چھوڑ دیا جب ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ
علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کا حلقہ پکڑا قولہٗ وَانْتَفَتْ اَلْقَرَابَاتُ اِذْ
سَکَنُوْا فِیْ ظِلِّ قَرَابَتِہٖ ترجمہ اور ان کی قرابت قرابت نیست و نابود
ہو گئی جب وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایۂ قرابت میں
آئے یعنی جب صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کمر باندھی تو تمام کفّار
عرب اُن حضرات کی عداوت کے لئے اُٹھے اور قرابت کا رشتہ منقطع کیا۔
قولہٗ فَلَا تَنْسَھُمُ اللّٰھُمَّ مَا تَرَکُوْا لَکَ وَفِیْکَ ترجمہ پس فراموش

مت فرما صحابہ کے حق میں اَے خدا جو کچھ تیرے لئے اور تیری راہ میں ان لوگوں نے چھوڑ دیا یعنی ان کی ہجرت اور مدد کرنے کی جزا ان لوگوں کو عطا فرما قولہٗ وَ اَرْضِہِمْ مِنْ رِضْوَانِکَ ترجمہ اور اپنی خوشی اور رضامندی سے اُن لوگوں کو خوش اور راضی فرما۔ قولہٗ وَبِمَا حَاشُوا الْخَلْقَ عَلَیْکَ ترجمہ اور ان لوگوں کو اس امر کی جزا عطا فرما کہ اُن لوگوں نے تیرے نزدیک خلق کو جمع کیا۔ قولہٗ وَکَانُوْا مَعَ رَسُوْلِکَ دُعَاۃً لَکَ وَاِلَیْکَ ترجمہ اور وہ لوگ تیرے رسول کے ہمراہ تھے صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم لوگوں کو تیری اطاعت کی طرف بلاتے تھے تیری رضامندی کیلئے یعنی وہ لوگ جس طرح خود آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں کامل الایمان ہوئے تھے اسی طرح خالصاًللہ تعالےٰ دوسروں کو بھی خدا کی طرف بلاتے تھے اور اکثر لوگوں کو دینِ اسلام پر جمع کیا یعنی ہزاروں مرد و عورت ان حضرات کی کوشش سے مشرف باسلام ہوئے تو جو راہِ قرآن اور اہل بیت کا طالب ہووے تو چاہیئے کہ اس بارے میں غور کرے اور فی الفور وسوسۂ شیطانی سے توبہ کرے تو انشاء اللہ تعالےٰ وہ قرآن شریف کی راہ پاوے گا اس واسطے کہ لوگوں کو دینِ اسلام پر سب صحابہ نے جمع کیا آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں بھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بھی۔ نہ یہ کہ صرف حضرت ابوذرؓ اور حضرت عمارؓ

اور چند دیگر صحابہ نے تمام ملک سے کفر مٹا دیا اور سب خلق کو ہدایت کی کوئی احمق بھی ایسی بات نہ کہے گا نہ کہ وہ شخص کہ اس کو علم قرآن کا دعویٰ ہو۔ قولہٗ وَاشْکُرْھُمْ عَلٰی ھَجْرِ تِکَ فِیْکَ دِیَارَ قَوْمِھِمْ ترجمہ اور ان لوگوں کو اس امر کی جزا عطا فرما کہ ان لوگوں نے تیری راہ میں اپنی قوم کے شہروں سے ہجرت کی قولہ وَخُرُوْجِھِمْ مِّنْ سَعَۃِ الْمُعَاشِ اِلٰی ضِیْقِہٖ ترجمہ اور اُن لوگوں کو اس کی جزا عطا فرما کہ اُن لوگوں نے فراخی معاش سے تنگی معاش کی طرف ہجرت کی یعنی ہجرت کے سبب سے اپنے مکانات اور اپنی معاش کی جگہ سے جدا ہوئے اور اجنبی جگہ اختیار کی اور تنگی معاش میں مبتلا ہوئے قولہٗ وَمَنْ عَلٰی مَنْ کَثَّرْتَ فِیْ اِعْزَازِ دِیْنِکَ مِنْ مَظْلُوْمِھِمْ ترجمہ اور احسان فرما ان لوگوں پر کہ زیادہ کیا تو نے ان لوگوں سے اپنے فرماں برداروں کو کہ ان لوگوں سے تیرا دین غالب ہوا اور وہ لوگ مظلوم صحابہ تھے یعنی مہاجرین پہلے مظلوم تھے۔ تو جب ہجرت کی اور فتح حاصل ہوئی تو دین ان لوگوں کے سبب سے غالب ہوا اور بہت لوگ مسلمان ہوئے قولہٗ اَللّٰھُمَّ وَاَوْصِلْ اِلَی التَّابِعِیْنَ لَھُمْ بِاِحْسَانٍ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ خَیْرَ جَزَائِکَ ترجمہ اَے خدا اور عطا فرما بہتر جزا اُن لوگوں کو کہ ان لوگوں نے صحابہ کی بخوبی تابعداری کی اور اُنکی راہ اختیار کی اور وہ تابعین کہتے ہیں کہ اَے خدا تو بخشدے ہم کو اور

ہمارے بھائیوں کو کہ اُن لوگوں نے ایمان لے آنے میں ہم پر سبقت کی یعنی صحابہ کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں۔ یہ کلام امام رضی اللہ عنہ کا ہر اس میں یہ اشارہ ہے کہ تیسری قسم کے مسلمان وہ لوگ ہیں کہ صحابہ کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ قرآن شریف اور مذہب اہل بیت کے موافق ثابت ہے کہ اہل سنت وجماعت صحابہ کے فرماں بردار ہیں کہ اُن حضرات کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں اور ان حضرات میں سے کسی صاحب کے ساتھ کینہ نہیں رکھتے اور حضرت سجاد رضی اللہ عنہ کی دعا ان حضرات کی مغفرت کے لئے ہر تو اُن حضرات کی مغفرت ہوگئی اور یہ حضرات فرقۂ باخیر ہیں اور اُن حضرات کے مخالفین فرقہ باخیر نہیں اب جاننا چاہیئے کہ امام رضی اللہ عنہ تابعین کی مدح میں کیا فرماتے ہیں، تو امام علیہ السلام کے اقوال مندرجہ پر لحاظ کرنا چاہیئے قولہٗ اَلَّذِیْنَ قَصَدُوْا سَمْتَهُمْ تَحَرَّوْا وِجْهَتَهُمْ یعنی اور لوگوں نے صحابہ کی طرف قصد کیا اور اُنکی راہ اختیار کی۔ قولہٗ وَلَمْ یَثْنِهِمْ رَیْبٌ فِیْ بَصِیْرَتِهِمْ یعنی باز نہ رکھا ان تابعین کو شک نے یعنی اُن لوگوں نے اس میں کچھ شک نہ کیا کہ صحابہ ہدایت پر ہیں اور صاحب بصیرت ہیں، قولہٗ وَلَمْ یَخْتَلِجْهُمْ شَكٌّ فِیْ قَفْوِ اٰثَارِهِمْ ترجمہ اور صحابہ کی پیروی کرنے میں ان لوگوں کے دل میں کچھ خطرہ نہ گذرا یعنی اُن لوگوں نے صحابہ کو برحق جانا اور ان حضرات کی متابعت کی اور ان لوگونکو اس میں کچھ شک نہ ہوا کہ صحابہ برحق ہیں قولہٗ وَالْاِئْتِمَامِ بِهِدَایَةِ مَنَارِهِمْ

ترجمہ یعنی اوران لوگوں نے اس میں کچھ شک نہ کیا کہ صحابہ کی راہ اختیار کریں یعنی صحابہ کو برحق سمجھا اوران کی اقتدا کی قولہٗ مُکَالِفِیْنَ وَ مُوَازِرِیْنَ لَهُمْ وہ تابعین صحابہ کی اعانت اور حمایت کرتے رہے یعنی اگر کوئی ملحد یا گمراہ صحابہ کی شان میں طعن کرتا تھا تو وہ تابعین اس طعن کو دفع کر دیتے تھے تو مخالفین جو صحابہ کی شان میں طعن کرتے ہیں وہ سب شیطانی وسوسہ ہے اس کلام سے باطل ہو جاتا ہے اور مسلمان کا کام نہیں کہ صحابہ کی شان میں طعن کرے بلکہ اہل اسلام کا شیوہ یہ ہے کہ اس طعن کا جواب دیوے اور اس کو رد کرے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ وصف صرف اہل سنت میں ہے اور کسی دوسرے فرقہ میں نہیں بلکہ روافض اپنے گمان فاسد کے موافق ہزاروں طعن صحابہ کی شان میں کرتے ہیں اور یہی حال خوارج کا بھی ہے خَذَلَهُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی تو معلوم ہوا کہ فرقہ ناجیہ اہلسنت ہیں اہل سنت کے مخالفین فرقہ ناجیہ نہیں اور یہی ثابت کرنا مقصود تھا قولہٗ یَدِیْنُوْنَ بِدِیْنِهِمْ ترجمہ وہ تابعین صحابہ کے دین پر اعتقاد رکھتے ہیں قولہٗ وَیَهْتَدُوْنَ بِهَدْیِهِمْ ترجمہ اور صحابہ کی راہ پر چلتے ہیں قولہٗ وَیَتَّفِقُوْنَ عَلَیْهِمْ اور صحابہ پر اُن لوگوں کا اتفاق ہے یعنی صحابہ کی حمایت اور نصرت کرنے میں وہ لوگ متفق ہیں اور اور بے دین شیطان کی مانند صحابہ کی شان میں شبہ ڈالتا ہے اس کا جواب دیتے ہیں اور اُسکو دفع کرتے ہیں قولہٗ وَلَا یَتَّهِمُوْنَهُمْ فِیْمَا اَدَّوْا اِلَیْهِمْ ترجمہ اور صحابہؓ

پر تہمت نہیں لگاتے اس میں کہ صحابہ نے دین کے احکام پہنچائے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث بیان کیں یعنی صحابہ کو سچا جانتے ہیں اُن سب روایات کو قبول کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں تو ثابت ہوا کہ اہل سنت کی کتابوں کی سب احادیث معتبر ہیں اور قابل قبول ہیں اس واسطے کہ وہ سب احادیث اہلبیت اور صحابہ سے مروی ہیں اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے مذہب کے موافق ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ شیعہ اور خوارج کے روایات صحابہ سے مروی نہیں اور امام زین العابدینؓ کے نزدیک وہ سب کذب اور افترا ہے اور شیعہ جو اپنے بعضے روایات کی نسبت بعضے صحابہ یا بعضے اہلبیت کی طرف کرتے ہیں تو جب وہ روایات قرآن شریف اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے مذہب کے خلاف ہوں تو جاننا چاہیئے کہ نہ وہ اہل بیت کا قول ہے اور نہ صحابہ کا قول ہے بلکہ کسی مفتری اور کذاب نے آئمہ طاہرین پر افترا کیا ہے تو حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ کی سب کتابیں اور روایات باطل ہیں اور افترا ہے۔ اہل اسلام اور محبان قرآن اور محبان اہلبیت پر فرض عین ہے کہ اس سے کنارہ اختیار کریں لے مومن طالب نجات جو کچھ کلام اللہ اور کلمات حضرت سجادؓ سے مذکور رہوا ہے تو اگر کوئی راہ نجات کا طالب ہوئے تو ان کلمات سے صرف ایک کلمہ اُس کے لئے کافی ہے اور اگر اس کے نصیب میں سعادت ازلی نہیں

اور بفحوائے خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ اپنے کفر پر ثابت رہے تو اُس نے قرآن شریف سے انکار کیا اور اس وجہ سے اُس کے حق میں ثابت ہوا کہ اُس نے اپنے لیئے دوزخ خرید کیا تو طریقہ اہل اسلام میں بحث کرنیسے اس کو کیا فائدہ ہوگا :-

وَاللّٰہُ الْھَادِیْ وَعَلٰی کَرَمِہٖ اِعْتِمَادِیْ سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

# مکتوبات شاہ عبدالعزیزؒ

و

# شاہ رفیع الدین دہلویؒ

(فارسی متن)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# بنام عبدالرحمٰن وبرادران

فضائل مراتب گرامی قدر اخون زادہ عبدالرحمٰن معہ برادران سلمہم اللہ تعالےٰ از فقیر عبدالعزیز بعد سلام مسنون اشتیاق مشحون مطالعہ نمایند کہ الحمد للہ علی العافیۃ والمسوئل من جنابہ الکریم ان یعفنا ایاکم رقمہ کریمہ ایشان رسید۔ وعافیت معلوم شد شکر الہٰی بجا آوردہ شد انشاءاللہ تعالیٰ۔ رسالہ معہودہ بر دکان محمد صالح رسانیدہ خواہد شد برادر صاحب بزرگ شاہ محمد صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ در بلدہ لکھنؤ جہاونی نواب محمد افضل خاں می باشد بخیریت اند اکثر خطوط ایشان می آیند خاطر جمع دارند دیگر ہمہ وجوہ خیریت است مگر عمل کفار غلبہ آنہا دریں بلاد و انسداد طرق معاش مسلمین خصوصاً زمرہ فقرا و علما بسیار بےمزہ میدارد حق تعالےٰ غلبہ اسلام و انفتاح ابواب جمعیت ظاہر و باطن نصیب فرماید زیادہ بجز دعائے خیر چہ نویسد والسلام۔

(۲) فضائل مآب اخوند زادہ عبدالرحمٰن ودیگر فرزندان حاجی صاحب مرحوم سلمہ اللہ تعالےٰ از فقیر عبدالعزیز بعد سلام مسنون الاسلام مکشوف باد کہ صحیفہ ایشان رسید مرقوم بود کہ چند مرتبہ خطوط فرستادہ اند وجواب آنہا

نرسید باین جانب تا حال خطے نرسیدہ بود و الاچہ امکان است در تحریر
جواب قصور و تہاون میکردیم کہ ہمیں خط بدست ہرکارہ رسید بلکہ ایں
جانب را تفکر و تردد بسیار از طرف آں برادران دینی میماند کہ کجا ہستند و چہ
طور می باشند کسے کہ واقف حال ایشاں باشد تا حال در نخوردہ و درین خط
ایشاں از تفصیل احوال چیزے مرقوم نبود بنا برآں انتظار خاطر ہنوز باقی
ماند فقیر را در حق خود باد دعائی بالخیر تصور نمائند و آنچہ از سور اعتقاد اغنیا و
نوابان آں دیار نوشتہ بودند فی الواقعہ کہ ہمچنیں شنیدہ میشود حسبنا اللہ
ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم درین
ملک کہ غلبہ جاٹ و مرہٹہ رو داہ و صورت اسلام کہ سابق بود اگرچہ خالی
از معنی بود برہم خوردہ انواع ایذا بجمیع مسلمین خصوصاً باہل علم و صلاح از
طرف ایشاں میرسد بنا برآں قصد مصمم میشود کہ طرفے ہجرت باید کرد مجمع
اہل اسلام حالا در ملک ہندوستان غیر از آں مکان بنظرے نیکن بجہت
شنیدن سور اعتقاد مردم آں دیار دریں مقدمہ توقف مینمایم۔ و چار و
ناچار تا حال دار الحرب اقامت گزیدہ ایم۔ اگر نوبت باضطرار رسید
بے اختیار شدہ شاید بہماں طرف برسیم وایں اعتقادات فاسد اغنیا و
آنجا را رفع سازیم لکن الہدایۃ والضلال بید اللہ تعالےٰ فقیر سابق در رد
ایں تہمت رسالہ ہم نوشتہ است انشاء اللہ تعالےٰ نقل آں متعاقب ارسال
خواہد شد و برادر صاحب کلاں حضرت شاہ محمد صاحب ہنوز در لکھنو توقف
دارند خطوط ایشاں اکثرے آیند و خیریت ایشاں دریافت میشود بافضل

ازچند ماہ ہمراہ نواب افضل خاں برادر نواب نجیب الدولہ مرحوم مے باشد و نواب افضل خاں خدمت ہم میکند بخیریت اند خاطر جمع باید داشت و
بنام جمیع فرزندان حاجی صاحب حاجی محمد سعید جیو البتہ
البتہ علی قلمی باید نمود کہ در اوقات دعا بہ تعیین اسمار یاد کردہ شود اللہ تبارک تعالے ہمہ را توفیق حسنات و مرضیات خود عنایت فرماید و از مکروہات ظاہرہ و باطنہ محفوظ دارد اخون زادہ میاں عبداللہ خود سابق ملاقات کردہ اند واز نام ایشاں واقفیت تمام است لیکن دیگر برادران نہ ملاقات کردہ اند و نہ از نام ایشان واقف ایم البتہ اطلاع باید داد زیادہ بجز دعائے خیر ظاہر و باطن چہ نویسد از طرف میاں رفیع الدین و میاں عبدالقادر و میاں عبدالغنی ہر سہ برادران فقیر سلام و دعائے خیر مطالعہ نمایند بست و یکم ربیع الثانی ۔

(۴۳) فضیلت مآب گرامی قدر سلمکم اللہ تعالے از فقیر عبد العزیز بعد سلام محبت التیام مکشوف خاطر عاطر باد کہ رقیمہ کریمہ بعدت مدت وصول آورد و احوال مرقومہ بوضوح انجامید شکایت عدم ارسال رقایم و مراسلات کہ بقلم آمدہ بود ظاہراً آں گرامی قدر را احوال فقیر نیست کہ در کدام حالت گرفتار است از مدت چار سال مرض صعب عارض گذشتہ کہ از ہمہ امور معطل ساخت و از یک و نیم سال شدتے است از مدت اصلا حواس باقی نگذاشتہ خصوصاً دریں ایام کہ گفت و شنید وہم متعذر است و از مدت ابتدا یکسے خط نمے نویسم ہرگاہ خط کسے می آید و جواب نوشتن واجب

میگرددونا چار جواب نگاشتہ آید وآں ہم بدست خود نے توانم اکثر خطوط
نیز کہ باشنایان میروند تفتیش باید کرد کہ دستخطے ایں جانب نے باشد قبل
ازیں عبارت اززبان خود میگفتم و کسے دیگرے نوشت حالا از چند روز
الامر غیر ہم نمیتوانم بلکہ مطالعہ خطوط و دیدن آنہا و دریافت مطالب کہ
موافق آنہا جواب نویسانیدیم مشکل شدہ درعجیب حالات میگذرد کہ تحریر
آں ممکن نیست تعلق بمشاہدہ دارد کسے کہ دریں حالت فقیر را درنیولا دیدہ
از ود ریافت باید کرد کہ چگونہ میگذرد مخفی حالتے ست - کہ نہ حیات
تواں گفت نہ موت وہر کہ درآں زمان سابق دیدہ بود والحال ملاقات
نماید ہمیں داند کہ گویا آں شخص نیست دریں حالت معذور است و اطلاق
لفظ پلید و خبیث کہ بر یزید کہ در تحفہ اثنا عشریہ واقع شدہ بنا بر
حدیث است کہ فردوس دیلمی و دیگر کتب و صاحب صواعق محرقہ
ہم آں حدیث نقل کردہ بلکہ بروایت حاکم ہم ثابت شدہ کہ ، اول من
یبدل سنتی رجل من بنی امیۃ یعنی یزید و بروایتی اول من یثلم فی امرامتی"
وہر کہ تبدیل سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کند یا موراخ یعنی خلل
درامر امت جناب انداز د البتہ خبیث و پلید ست درخباثت و پلیدیت
وے جائے شک نیست و تعریضات درباب معاویہ رضی اللہ عنہ ازیں
فقیر واقع نشدہ اگر درنسخہ از تحفہ اثنا عشریہ یافتہ شود الحاق کسے
خواہد بود کہ بنا بر فتنہ انگیزی و کید و مکر کہ بنائے مذہب ایشان یعنی
گروہ رفضہ از قدیم بر ہمیں امور است ایں کار کردہ باشد چنانچہ

بسمع فقیر رسیدہ کہ الحاق شروع کردہ اند اللہ خیر حافظا داین تعریفات در نسخ معتبرہ البتہ یافتہ نخواہد شد و مرد قندھاری مسن ومعمر کہ شکایت آوردہ بود بس درفع شکایت او آنست کہ ذلت وقلت باعتبار دنیا امر معیوب نیست درفتوح عراق از مغیرہ بن شعبہؓ منقول ست کہ گفت "العرب کانوا ذلیلین فاعزھم اللہ باسلام" درین زمان اشرف الشرفا کہ سادات اند درین ضلع ملاحظہ باید کرد کہ بچہ طور دردست کفار گرفتار ورعیت گری کفار غنیمت مے دانند وذلیل اند اما نزد مسلماں عزتے کہ بسبب نسب واتصال آنہا در نسب بہ پیغمبر ست موجود ست آں عزت سادات بہ سبب رعیت شدن ودر دست کفار ذلیل ماندن نخواہد رفت افاغنہ قندھار را ہمیں قسم ذلت دنیا بود وآں ہم دروقت سلاطین صفویہ بود الحال آں ذلت ہم نماندہ پس جائے شکایت نیست کہ احوال زمان ماضی گفتہ شدہ واین ہرگز عیب نیست بلکہ مردمان خود بیان می کنند کہ ما در زمان گذشتہ چنیں بودیم الحال اللہ تعالیٰ مارا این عزت دادہ بلکہ این بیان از قبیل بیان نعمت الٰہی ست واما بنعمۃ ربک فحدث این اورا یاد کردہ شد باید کرد کہ مارا عزت بعد از ذلت عطا فرمود واما حدیث صحیح است ودر معنی اشکال نیست ہر گاہ معاویہ رضی اللہ عنہ واتباع ایشان از اہل شام وغیرہ باغی شدند چنانچہ ہمیں ست مذہب اہل سنت وجماعت ہرگز جائے اشکال نماند ومعنی یدعوہم الی الجنۃ اے الی الحق یدعونک الی النار اے الی الباطل وصریح است کہ موافق اعتقاد عمار وہمچنیں فی الواقع است ایشان فئۃ را بطرف حق

دعوت مے کردند وآں فتنۂ ایشاں را بطرف باطل و برادرم شاہ رفیع الدین از چند روز بست میاں دوآب مسافر شدہ اند اگر ایشاں در آنجا مے بودند ایں ہمہ امور را بہ تحقیق وتفصیل می نوشتند و سجع ہم گفتہ میفرستادہ ہر گاہ خواہند آمد و سجع عربی بخاطر ایشاں خواہد رسید البتہ نوشتہ خواہد شد و اسناد دلائل خیرات سردست حاضر بنود و انشاء اللہ تعالےٰ بوقت فرصت تلاش کنانیدہ فرستادہ خواہد شد و تعویذ سلاح در اخیر چہارشنبہ صفر نوشتہ میشود و انشاء اللہ تعالےٰ ہر گاہ نوشتہ خواہد شد آں ہم مرسول خواہد گشت و تعویذ برائے ترس و خوف بہ آں گرامی قدر در جواب می رسد۔

در گلو باید انداخت و اخون زادہ میاں عبداللہ برادر بزرگ آں گرامی قدر معلوم نیست کہ کجا ہستند احوال ایشاں و دیگر برادران ہم مفصلاً بقلم بیاورند الحال ہر گاہ رقیمہ بعزیسند احوال ایشاں بہ تفصیل باید نوشت و بہمہ سلام مسنون رسانند۔

(۴) فضائل مآب حاجی الحرمین اخون زادہ عبداللہ و عبدالرحمٰن، سلمہ اللہ تعالےٰ از فقیر عبدالعزیز بہ سلام مسنون الاسلام و دعوات ترقی دارین مطالعہ نمایند خط مسرت نمط ایشاں مع برادران دریافت گردید حمد الہٰی ادا کردہ شد و خاطر را جمعیت دست داد فقیر ہمیشہ محبان علی الخصوص بطرے شما کہ یادگار حاجی محمد سعید مرحوم اید داعی و خیر خواہ است از اشتیاق ملاقات آنچہ قلمی نمودہ بودند چرا نباشد مثل مشہور است مودۃ الآبا قرابۃ الابنا محبت حاجی صاحب مرحوم بہ اینجانب از محبت گذشتہ

بود البتہ احوال اصول در فروع سرایت دارند در دل ما ہم برائے دیدن شما می خواہد سیکن اللہ تعالےٰ بخریت وجمعیت بظہور آرد تا و توع ایں معنی از شنیدن اشتغال بدرس تعلیم کہ شما دارند خاطر را مسرور ے سازم وخواہاں آنیم کہ اللہ تعالےٰ شمارا در باطن وظاہر بر وضع محمود سلف خود قائم دارند نوشتہ بودند کہ بدست حافظ معین الدین خطے ارسال داشتہ بودند کہ جواب آں ازیں طرف نرسیدہ بدست حافظ معین الدین ازاں طرف خطے نیامدہ بود لیکن مدت است کہ ازجہت دیگر خطے رسیدہ بود وجوابش نیز فرستادہ بودیم اغلب کہ رسیدہ باشد واحتمال است کہ در راہ ضایع شدہ بہرحال مارا درحق خود داعی بالخیر دانند از طرف برادران دیگر سلام برسد ومضمون ہمیں است بہ برادران خود سلام ودعوات رسانند۔

## بنام منشی محمد نعیم خاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم منشی صاحب عالی مراتب زبدۂ اہل اخلاص خلاصہ ارباب اختصاص سلّمہ اللہ تعالےٰ ونزول علیہ برکاتہٗ فی الدنیا والآخرہ۔ از فقیر عبدالعزیز بعد سلام مسنون باد دعائے مقرون بر ضمیر صفا پذیر واضح ولائح باد کہ رقیمہ بہجت ضمیمہ ایشان مع خط میر سید احمد صاحب نفع اللہ بہ المسلمین بملاحظہ درآمد وسوال نیز درمفصل دریافت شد صاحب من ہمیں قسم قصہ در وقت حضرت الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بعضے یاران ایشان را پیش آمدہ بود کہ علو مراتب خود برایشان مکشوف می شد و

وعدہ ہائے دور ودراز عیب بر ایشان در رو دے نمود مردم ہمیں استفسار نمودند
سید الطائفہ فرمودند کہ تِلْکَ خَیَالَاتٌ تُرَبّیٰ بِہَا اَطْفَالُ الطَّرِیْقَۃِ۔
یعنی ایں خیالات بے اصل نیست یعنی از جانب خدا برائے تربیت طفلان
طریقت کہ تابع شخصے می شوند آنہا را دعوت بسوئے خدا می کنند اتفاق شود
مانند آنکہ طفلے را کہ در مکتب مے برند استاد او یا مادر یا پدر او را مواعید
عمدہ مے دہند کہ برائے تو خلعتے ساختہ ایم وشیرینی آمادہ کردہ ایم و فلاں
نعمت بتو خواہیم داد و از تو بسیار خوش وخرم ہستیم ولوح سیمیں در کنار
تو خواہیم نہاد و علی ہذا القیاس از کبراد اولیاء سابقین مثل غوث الاعظم قدس
سرہٗ و دیگر بزرگان وعدہ ہائے مغفرت ورحمت تابعان ومریدان و بہ طفیل
ایشان نظر رحمت بر سائر خلائق منقول شدہ وآں ہمہ وعدہ ہائے صادق برآمدہ
و در حدیث مشہور وارد شدہ در حق چہل ابدالان کہ دریں امت ہیچ زمانہ
ازاں خالی نمے باشد کہ بِہِمْ یُمْطَرُوْنَ اَہْلُ الْاَرْضِ وَبِہِمْ یُنْصَرُوْنَ وَبِہِمْ
یُرْزَقُوْنَ یعنی مردم زمین را بطفیل ایشان باران می بارد ونصرت و رزق ،
حاصل میشود پس چہ تعجب است کہ میر سید احمدؒ را بعضے ازیں مراتب حاصل
شدہ باشد و بالقائے معاصران ایشان را اثرے ازاں رسیدہ باشد غرضکہ
انکار ایں معنی خوب نیست بلکہ انتظار باید کشید کہ حق تعالےٰ آثار ایں مواعید
را بر منصۂ ظہور جلوہ گر سازد پس ایں ہمہ صادق اند زیادہ بجز ترقی داریم
چہ نویسد۔

.........

# بنام مولوی نور محمد صاحب

مجمع کمالات و مناقب قسیم احکام شریعت مولوی نور محمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
وزاد لہ حرصاً علی الحفظ الشرع و تعظیم الدین فقیر عبد العزیز بعد از ابلاغ سلام مسنون
ملتمس میدارد کہ رقیمہ کریمہ در باب استفسار از مسئلہ توحید وجودی و توحید
شہودی و ازکار اقاویل وحشت ناک میاں رمضان شاہ وصول عزت شمول
نمود مہربان من حقیقت الامر کہ صوفیہ علیہ از قدیم اشارات بایں مسئلہ میفرمودند
وجہے کہ محمل تاویل بودگاہے بحکایت تاویل میتواں کرد وگاہے محمول بر سکر
میتواں داشت چنانچہ آں صاحب خود از چندے مذکور نقل فرمودہ اند لیکن بعد
از مرور طبقہ سلف از صوفیہ و گذشتن پانصد سال از ہجرت بنویہ ایں حضرات
دو فرقہ شدند جمعے کثیر اشارات را بر حقیقت حمل نمودند و قائل شدند بآنکہ وجود
واحد در مراتب وجوب و امکان و قدیم و حادث و مجرد و جسمانی و مومن و کافر
و نجس و طاہر ظاہر است لیکن ہر مظہر حکم جدا دارد فرق در احکام مظاہر ضروراست
مومن را حکم نجات است و کافر را حکم بقتل وا سر علی ہذا القیاس در جمیع
صفات متضادہ چنانچہ گفتہ اند ؎ ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد ٭ گر فرق
مراتب نکنی زندیقی، وہمیں فرقہ وابستہ است احکام ظاہر شریعت چہ زن
منکوحہ حلال است و اجنبیہ حرام و پدر واجب التعظیم است و کافر معاند واجب
التحقیر و ہر کہ فرق در احکام نکند و محض وحدۃ وجود را ملاحظہ نماید خلاف شرع
است والحاد و زندقہ است و ہمچنیں وجود را کہ عین ذات حق است نزد

ایشان با وصف ظہور در مظاہر مختلفہ در مرتبۂ احدیت صرف پاک و منزہ از نقائص و متصف بکمالات داند و نیز بداند کہ نقصان مراتب کثرت با وعائد نمیشود چنانچہ شعاع آفتاب با وجودیکہ بر نجاسات می افتد نجس نمیشود و حقیقت کلیہ انسان مثلاً با وجودیکہ در مسلمان و کافر و صالح و فاسق و عالم و جاہل ظہور کردہ و خود نقصان نمے پذیرد و ہمیں مذہب را اکثر حضرات صوفیہ و علمائے نامدار اختیار کردہ اند و دریں باب رسائل و کتب نوشتہ اند عمدۂ اینہا از قادریہ شیخ اکبر محی الدین بن العربی و شیخ صدر الدین قونوی و شیخ عبد الکریم جیلی و شیخ عبد الرزاق جنجانوی و شیخ امان پانی پتی و از کبرویہ مولانا جلال الدین رومی و شمس الدین تبریزی و از سہروردیہ شیخ فرید الدین عطار و از چشتیہ سید محمد گیسو دراز و سید جعفر مکی و از نقشبندیہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار و ملا نور الدین جامی و ملا عبد الغفور لاری و حضرات خواجہ باقی باللہ کابلی وعلیٰ ہذا القیاس شیخ عبد الرزاق کاشی و شمس الدین فغازی و قیصری و سعید الدین فرغانی و غیرہ ایشان گذشتہ اند و تصانیف اینہمہ بزرگان موجود و مشہور ست چنانچہ بملاحظہ آں صاحب برآمدہ باشد و جماعہ دیگر اینہمہ اشارات را بر تاویل حکایت یا سکر حمل نمودہ انکار وحدت وجود کردہ اند و گفتہ اند کہ وحدت وجود در بعضے اوقات بنظر سالک مے آید بے آنکہ در حقیقت باشد چنانچہ در روشنی آفتاب ہمہ ستارہا بے نور میشوند و بنظر نمے آیند حالانکہ در نفس الامر موجود و نور ہم دارند لیکن در وقت نہار بسبب غلبۂ نور آفتاب نور آنہا مضمحل میگردد و ہمچنیں است حال چراغ پیش مشعل پس کسانیکہ بتوحید صرف راہ پیمودہ اند

توحید ایشان نفس در شہود و در نظر است نہ آنکہ در وجود باشد و ہمچنیں است
مذہب شیخ علاؤ الدولہ سمنانی و جماعہ دیگر از قدما و مذہب امام ربانی و اتباع
ایشان و ایں حضرات ہمہ در اثبات ایں عقیدہ رسائل و مصنفات بسیار پرداختہ
چنانچہ معلوم ناظر شریف خواہد بود پس ما مردم را کہ بعد ازیں اختلاف پیدا شدہ ایم جزم
باحدی الطرفین نمیتواند شد لیکن قیل ما مردم نیست کہ چنانچہ در مذہب اربعہ حق را
دائر نیا از کاریم و میگوئیم مثلاً مذہب حنفی صواب تحتمل الخطا است و مذہب غیر ایشان
مثل شافعی و مالکی خطا تحتمل الصواب است ہمچنیں دریں دو مذہب توحید
وجودی و توحید شہودی نظر نیک، دلیل یک طرف را ترجیح شدہ طرف دیگر را
باہم ضلال و گمراہی نباید انگاشت کہ تضلیل و تکفیر جمع کثیر از علماء و مشائخ
کبار لازم مے آید آرے اگر بتقاید یک طرف غلو پیدا کردہ فرق مراتب
را از نظر انداختہ پائے از جادہ اعتدال بیروں نہادہ عابد را معبود و حادث را
قدیم و ملوث را منزہ و حرام را حلال و نجس را طاہر انگاشتہ از ملحدان و زندیقان
میگردد حاصل کلام آنکہ اختلافیکہ درمیان سنی و رافضی یا سنی و خارجی است
مثل آں نیست کہ موجب تضلیل و تکفیر احدالجانبین باشد بلکہ مانند اختلاف
مذاہب اربعہ است آرے ہر کہ از قائلان توحید وجودی پائے از جادہ اعتدال
بیروں نہد نوبت باتحاد و زندقہ رساند البتہ ضال و گمراہ گردد و ہمچنیں قائلان
ہر کہ از توحید شہودی پائے از جادۂ اعتدال بیروں نہادہ تکفیر و تضلیل جمعے کثیر
از علمائے صوفیہ نماید البتہ مطعون و ملام شوند ایں ست حال محصل دریں باب
اما حال میاں رمضان صاحب ملاحظہ باید فرمود اگر قید شرع دارند و مردم

را بنماز روزه و تلاوت قرآن و ذکر و خوف و رجاء و تقوی و صلاح دعوت میکنند پس از الحاد و زندقہ بسیار دور اند و اگر معاذ اللہ قید احکام شریعت نمی نمایند و مردم را با باحت و زندقہ دعوت میکنند پس البتہ قابل تضلیل و تکفیر اند و کتب فقہ مینویسند کہ در مسئلہ اگر چند وجوہات باشد کہ موجب کفر اند و یک وجہ عدم کفر پس بر مفتی لازم ست کہ میلان بر عدم کفر بکند مگر در صورتیکہ قائل خود تصریح وجہ کفر کردہ باشد در فتاوی عالمگیری مرقوم است" اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر و وجہ واحد یمنع فعلی المفتی فلا ینفعہ التاویل حینئذ ثم ان کان نیۃ القائل الوجہ الذی یمنع التکفیر فہو مسلم و ان کان نیتہ الوجہ الذی یوجب التکفیر لا ینفعہ فتوی المفتی انتہی۔

## بنام حافظ مصری صاحب

حافظ صاحب مہربان عالی مراتب مجمع حسنات و مناقب حافظ مصری صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ از فقیر عبد العزیز بعد از ابلاغ سلام مسنون الاسلام مکشوف خاطر عاطر باد عنایت نامہ سامی در مقدمہ مناقشہ میاں محمد رمضان صاحب و مولوی نور محمد صاحب بابت توحید وجودی و انکار آں وصول عزت شمول نمود مہربان من قائلین توحید وجودی اکثرے از اولیا اللہ کہ خواص اہل سنت و جماعت اند گذشتہ اند در ہر طریقہ چنانچہ کہ برائے مولوی نور محمد صاحب سابق ازیں مرقوم شدہ مشتمل اسمائے بعضے از آنہا است پس کسیکہ قائل توحید وجودی مے باشد او را کافر گفتن و از نماز پس پشت او احتراز کردن و مناکحت با او نہ نمودن

و ذبیحہ او نخوردن ہرگز روا نیست بلکہ آنہا را مسلمان و اہل سنت باید دانست
و معاملہ مسلمانان اہل سنت از ابتدا اسلام و جواب عطسہ و عیادت مریض
و شہود جنازہ و دعائے مغفرت و رحمت نمودن باید نمود و آرے ایں اعتقاد
یعنی اعتقاد توحید وجودی داخل در ضروریات عقائد اسلام نیست اگر کسے
اعتقاد آں نکند و آنرا نداند در اسلام او نقصانے نیست اما باید کہ اولیاء اللہ
را کہ قائل بتوحید وجودی گذشتہ بہ تحقیر و اہانت و تکفیر و تضلیل پیش نباید آمد
و اولی در حق عوام الناس آنست کہ ازیں مسئلہ نفیہ و اثباتا سکوت ورزند
و مشغول بہ بحث و تکرار ایں مسئلہ نشوند کہ عقل ہرکس بفہم آں نمیرسد و موجب
فساد عقیدہ میگردد و ابیات کتاب بلبل باغ نبی نیز مشتمل بر ہماں الفاظ است
کہ مانند آں الفاظ در مثنوی مولانا جلال الدین رومی و شیخ فریدالدین عطار و
فخرالدین عراقی و دیگر بزرگان و مانند آں فرمودہ اند اما ایں قسم الفاظ را نقل
در مجلس عوام نباید نمود کہ بسبب کم فہمی در فتنہ نیفتند و لفظ حقیقۃ الحقایق
نیز در اصلاحات قدمائے صوفیہ واقع ست کہ در شرع نیامدہ و ہر فرقہ را از
فرقہ ہائے اہلسنت بعضے الفاظ مصطلح شدہ کہ در شرع اطلاق آں وارد
نشدہ مثل واجب الوجود در عرف متکلمین اہل سنت و ہمچنیں لفظ وجود مطلق در
عرف صوفیہ اہلسنت مثل قیصری و فرغانی و مولانا جامی بسیار وارد است
و در شرع وارد نشدہ پس اطلاق ایں الفاظ ہرچند بدعت است اما
بدعت سیئہ نخواہد بود چہ ایں قدر علمائے با دیانت و تقوی استعمال آں
نمودہ اند و شاہ محمد رمضان صاحب کہ مردم را بنماز و روزہ مشغول میسازند

واز قتل بنات وتحریم نکاح اقارب وبحی الانعام و ذبح بغیر اللہ ورسوم کفر منع ے نمایند ہمہ خیر وصلاح ست ودرآں مانع نباید شد بلکہ در ترویج و تشہیر ہمیں احکام کوشش باید فرمود کہ احیائے سنت ازالہ بدعت ثواب بسیار دارد و مولوی نور محمد صاحب بحضور جمع کثیر از مسلمین کہ فقیر از جملہ آنہا بود از طعن وتشنیع قائلین وحدت وجود انکار محض نمودہ اند و فرمودہ اند کہ اگر احیاناً ازراہ سہو ونسیان چیزے ازیں قبیل از زبان برآوردہ باشد ازآں توبہ نصوح نمودم وبیشتر انکار من بر تشنیع و ترویج ایں عقیدہ براسنہ عوام است کہ حقیقت ایں مسئلہ را در یافتہ نمے نمایند پس دریں صورت لازم است کہ درآں نواح منادی واشتہار باید فرمود کہ بابت ایں مسئلہ انکاراً واقراراً اصلاً کسے گفتگوے نکند وایں مسئلہ را بر زبان نیارد والا قابل تعزیر وتنبیہ باشد و باہم مسلمین شیر و شکر ومتحد المشرب زندگی نمایند و بکار ہائے دین کہ ضروری است از عقاید واعمال مشغول و مصروف گردند والسلام۔

## بنام شاہ غلام علی صاحب مجددیؒ

شاہ صاحب عرفان مراتب سلمکم اللہ تعالےٰ بعد از سلام مسنون الاسلام مکشوف خاطر عاطر باد کہ رقیمہ کریمہ وصول عزت شمول نمود آنچہ متردد بخاطر شریف از مذکور نوکری فرنگیان وقبول خدمت افتا از ایشان کہ دریں مدرسہ از چند روز میشود لاحق گردید بوضوح انجامید بعض ایں خبر صحیح است و بعض ناصحیح اصل حقیقت ایں است کہ مولوی رعایت علیخاں مختار کار

فرنگی بسیار مستعد اند مکرر باینجانب نوشتن کہ شخصیے را از علماء متدین کہ متقی باشد و اطلاع بر مسائل فقہ داشتہ باشد نزد اینجانب باید فرستاد تا بندہ در ہر واقعہ و حادثہ بموجب روایات فقہ حکم میکردہ باشد ازیں جانب نوشتہ شد کہ صاحب نوکر و مجبور فرنگیان اند مبادا آنہا تکلیف حکم نامشروع دہند تا ایں شخص را کہ بالضرورت اختلاط صحبت فرنگیان ضرور افتد و موجب مداہنت در امور اسلام شود ایشان از آں طرف بتاکید تمام قلمی نمودند کہ اصلاً آں شخص را اختلاط فرنگیان نخواہد شد نہ آنرا تکلیف حکم نامشروع دادہ خواہد شد بلکہ در مکان جداگانہ در شہر بالاستقلال سکونت خواہد ورزید و آنچہ موافق شرع محمدی باشد علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بے دغدغہ و بے وسواس حکم نماید بعد از ورود ایں قسم رقایم ایشان تامل و تفکر نمودہ شد کہ ایں قسم معاملہ با کفار کہ امداد در ترویج احکام شرعیہ باشد موافق شرع جائز ست یا نہ حضرت عزوجل ایں آیۃ در خاطر انداخت وقال الملک ائتونی بہ استخلصہ لنفسی فلما کلمہ قال انک الیوم لدینا مکین امین قال اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم قال البیضاوی فیہ دلیل علی جواز طلب التولیۃ و اظہار انہ مستحق لہا والتولی من ید الکافر اذا علم انہ لا سبیل الی اقامۃ الحق و سیاسۃ الا بالاستظہار بہ الخلق انیست آنچہ تعلق بشریعت دارد و اما آنچہ تعلق بطریقت دارد پس ترک و تجرید و اختیار فقر و ترک مکاسب در طریقت ہمہ برکسے میشود کہ باختیار خود التزام ایں ترک کردہ

باشد و بدست شخصے عہد بستہ و تا وقتیکہ التزام ایں فقر و عہد بریں از شخصے بوقوع نیامدہ باشد باوجود تعلق بعلائق قیام بخدمات مشغولی باطن و ذکر و فکر مراقبہ و مشاہدہ حاصل میشود بالجملہ کسب و تعلق رخصت ست از محرمات طریقت نیست والا قضاۃ و دیگر اہل مکاسب را تلقین طریقت جائز نمیشد و حال آنکہ بسے ازیں فرقہ اولیائے کبار گشتہ اند بمرتبہ کمال و تکمیل رسیدہ چہ جائے کسے کہ ہنوز مبتدی باشد آرے ترک و تجرید دریں طریقت عزیمت است و آنہم بشرط طبعی عدم عیال یا عدم والدین کہ خدمت آنہا فرض یا شد یا اقارب دیگر کہ واجب النفقۃ باز غور کردہ شود کہ دریں از ہیچ محذوری از صحبت کفار و مداہنت در حدود اسلام یا موافقت بآنہا در رسوم کفر یا خوشامد آنہا و مبالغہ در کذب و دیگر مفاسد کہ صاحبان اغنیا را بہم میرسد اصلا موجود نیست پس در اباحت آں در شریعت و طریقت ہیچ شبہہ نماندہ مانند ایں کہ خلفاء و اصحاب مختارین و اولیا را دیدہ و شنیدہ ایم کہ معلم گری و تعلیم اطفال بہو میکردند و مبشر بہ بشارات عدہ بودند چہ جائے کسے کہ ہنوز درایں وادی قدم ننہادہ و زمام اختیار خود را در دست ترک و تجرید ندادہ بنا بر ایں امور عرقومہ تجویز کردہ شد کہ مولوی عبدالحئی صاحب ازینجا روند اگر مفاسد ملحوظہ و موہومہ نباشند فبہا والا برخاستہ بیایند چوں اینقدر معلوم شد خاطر شریف را بدرجہ انزعاج نباید داد و اینقدر اجمالا ذہن نشین باید ساخت کہ اینجانب ہم عمرے دریں مذکورات صرف کردہ و از آبا و اجداد ہمیں وضع را دیدہ و شنیدہ یکایک

بے تحمت شرعی و بے تجویز در باب طریقت حرکتے نالائم کہ دریں ہر دو راہ مستحسن و مستقیم باشد انشاء اللہ تعالےٰ نہ برائے خود نہ غیر خود تجویز خواہد کرد زیادہ چہ نویسد والسلام والاکرام

شاہ صاحب عرفان مراتب سلمکم اللہ تعالےٰ بعد از سلام مسنون منکشوف باد معارج القدس تصنیف امام غزالی است رحمۃ اللہ علیہ فی معرفۃ النفس و قوا ہا و تہذیب اخلاق و اصلاح فساد ہا لیکن بیان بطور حکمت مع شوب قلیل من قواعد التصوف والسلوک و کتاب الطاف القدس فی معرفۃ النفس تصنیف ولی نعمت مرحوم علیہ الرحمۃ در معرفۃ لطائف نفس بر قواعد تصوف و سلوک ست محض بالفعل ایں طریق ثانی انفع و سہل ست اگر مطالعہ منظور باشد الطاف القدس مطالعہ باید فرمود کتاب معارج القدس اخلاق غایت بسیار دارد معہذا غور در مطلب آں دریں زماں صعوبتے دارد زیادہ بجز دعائے مراتب عرفان و کمال چہ نویسد والسلام المرقوم ۲۰ رجب ۱۲۳۳ ہجری ــ

## بنام مولوی امین اللہ صاحب

دریں ولا مولوی صدر الدین صاحب کہ از فضلائے نامدار ایں بلدۂ مانوہ اند و در اکثر فنون عقلی و نقلی از عربیت و ادب و اصول و فقہ و کلام و ہم فنون فارسی مہارت تمام دارند و اکثر مراجعت تحقیقات نفیسہ علوم در فقیر خانہ نمودہ اند و معہذا بہ سنت ارادت و اتحاد با فقیر مودتے دارند و جد امجد ایشان از فضلائے معتبر و مخلص اصحاب و تلامذہ در جناب حضرت والد ماجد فقیر

دارند..... عازم دارالامارت کلکتہ بہ تقریبات چند در چند اند انشاء اللہ تعالیٰ ملاقات سامی اند نمود مراعات مہمات مذکورہ در حسن تلقی اعزاز و کرام ایشان مہما امکن مد نظر سامی باشد۔

## بنام شاہ اہل اللہ دہلوی

(۱) جزی اللہ عنا قوم سکھ و مرھٹہ
عقوبتہ شرعا جلا غیر اجل
وقد قتلوا جمعاکثیرا من الورے
وقد اوجعوا فی اھل شاء وجاھل
لھم کل عام نھبة فی بلادنا
یخوضون فینا بالضحٰی والاصائل
فھل ھٰہنا من معاذٍ بعائذ
وھل من مغیث یتقی اللہ عادل
(۲) انفاھم اللہ عن ھٰذہ الدیار فھم
شرالاعادی وھم عن جنة عول
فوضت امری وامر الناس جمعھم
الی اللہ وان الحفظ مامون
(۳) ثم ان البلاد فاسدة
عن ایادی الغشوم والظلم

غیر خاف علیک ما صنعت
قوم سکو کانت اتو شام

## بنام مولوی عبدالرحمٰن صاحب[2]

فضائل مآب وکمالات اکتساب ذو الذہن الثاقب والفہم الصائب
اخون زادہ مولوی عبدالرحمن صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ وزادہ بسطۃ فی العلم
والعمل وبلغہ الی کل الامل از فقیر عبدالعزیز بعد ابلاغ سلام مسنون اسلام
مقرون بالتعظیم والاکرام واضح رائے شریف وذہن لطیف باد کہ رقیمہ
کریمہ در توثیقہ نواب صاحب بہجت شمول نمودہ حق تعالےٰ مراتب علم وعمل
در ترقی دتزاید دارد واز جمیع مکروہات وبلیات دارین درامان خود نگہدارد
فقیر از عرصہ چند سال بسبب ہجوم امراض گوناگوں از مراجعت کتاب فقہ
محروم ست بلکہ بسبب فقدان بصارت ہیچ کتاب مطالعہ نمیتواند کرد ولہٰذا
جمع نمودن کتب بے فائدہ دانستہ موقوف نمود لیکن آنچہ دیدہ وشنیدہ بفضل
الٰہی محفوظ است در مسئلہ حکم کرگدن استفسار رفتہ بود حقیقت آنست کہ
شیخ الاسلام در صیدیہ دو قول درحق او نقل نمودہ یکے قول آنکہ حرام ست
زیراکہ انسان ودیگر حیوانات حملہ میکند ومیکشد اگرچہ گوشت نمی خورد پس
معنی سبعیت دروپیدا شدہ والسباع کلہا حرام ودرکتاب حیوۃ الحیوان
نوشتہ اندکہ ہو شدید العداوۃ للانسان یتبعہ اذ سمع صوتہ فیقتلہ ولا یا
کل منہ شیئاً کذا فی المستطرف وقول دیگر آنکہ نقل کردہ ست اینکہ

حلال ست زیراکہ گاہ و نباتات میخورد فہومن البہائم لامن السباع ایں وقت
سید یہ حاضر بود کہ عبارت آنرا نقل کردہ شود اما مضمون عبارت بالیقین ہمیں
است کہ مرقوم شد درکتاب حیوۃ الحیوان قول کمال الدین موسیٰ و میری شافعی
ہم برحرمت ایں جانور مذکور است کتاب مذکور ہم ایں وقت میسر نشد کہ
عبارت نقل کردہ شود ایں محفوظ ست کہ کرگدن را حمار ہندی گویند و کرگدن
ہم گویند ملکن لفظ مشترک است درمیان ایں جانور و جانور دیگر کہ خرد
تر ازیں باشد و مشابہت دارد باگاومیش کہ درحق آں جانور روایت صحیح
است کہ حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ در کوفہ حلال بودن آں فرمودہ لہٰذا
بعضے علمار سابقین را اشتباہ رو داد و حکم بحلیت ایں جانور ہم دادہ اند و
اللہ تعالےٰ اعلم بحقیقۃ الحال و بر ذہن سابق سامی نخواہد پوشیدہ بود کہ ایں
جانو بہ سہ جانور مشابہت دارد بدن و پایہا مانند فیل میباشد و سطلش
مانند گاومیش و در دہن دندان دارد و شاخیکہ بر سردارد و مشابہت
باخوک پیدا کند درکتب مصرح است کہ ہرگاہ درمیان جانور حلال و حرام
مشابہت بیشتر دارد پس حلال ست و اگر باجانور حرام مشابہت بیشتر دارد
حرام است چنانچہ میان سگ و بز اگر بچہ پیدا شود ہمیں حکم دروے جاری ست
پس دریں صورت کہ مشابہت خوک و فیل دریں جانور موجود ست حکم بحرمتہ
ادلیٰ و انسب است ومن القواعد المقررہ اذا اجتمع الحلال والحرام حکم با
لحرمتہ انتہیٰ کلامہ فقیر بتوفیق الٰہی تعالیٰ میگوید کہ در فتاویٰ رحمانی مذکورست
کہ فیل و کرگدن نزد امام اعظم و ابویوسف حکم حل دارد و نزد محمد حرمتہ و

نقل از ذخیرہ کردہ است و دلیل ہر دو جانبین قائم کردہ لیکن مخالف است از ہدایہ کہ درباب بیع فاسد مرقوم است امام محمد فیل را نجس العین میگوید و بیع او جائز ندارند وہمچنیں کرگدن وامام ہمام اعظم وامام ابویوسف میگویند کہ فیل از سباع است پس ازیں معلوم شد کہ فیل و کرگدن ہر دو حرام اند خوردن نباید اگرچہ بیعش نزد امامین ہر دو جائز است پس کسیکہ حکم خوردنش میکند جائز نیست فافہم واللہ تعالےٰ اعلم ۔

## بنام شخصے

مہربان من تصرف جن وشیاطین دربدن آدمی یعنی در روح ہوائی و نسیمہ او کہ حامل قوی است وآنرا بصرع الجن درعربی مے نامند وبآسیب و خبط درعرف تعبیر میکنند نزد اہل سنت بلکہ اکثر فرق اسلام مسلم است چنانچہ در تفسیر نیشاپوری وغیرہ درتحت آیۂ یتخبطہ الشیطان من المس' مذکور است و واکثر المسلمین علی ان الشیطان قادر علی الصرع والقتل والایذاء بتقدیر اللہ تعالےٰ ومخالف دریں مسئلہ غیر از فرق معتزلہ دیگرے نیست وآنہا دریں آیہ توجیہات رکیکہ مینمایند چنانچہ درتفاسیر آنہا مرقوم است ونقل آں واہیات بے حاصل درانا جیل اربعہ یوحنا ومتی وغیرہ ہمادہ پانزدہ قصۂ آسیب جن واخراج آں از بدن مصروع بدم عیسوی مذکور است و در احادیث نیز قدرے کثیر ازیں باب آمدہ ہرگز کسے را جائے انکار نیست آمدیم برآنکہ انسان ہم بعد موت ایں کار میکند یا نہ دریں مسئلہ علمائے

اہل سنت را اختلاف است اکثر محققین تجویز آں کردہ اند بعضے بامتناع آں رفتہ
دلیل منکراں آنست کہ اگر انسان نیز ایں کار کند باید کہ حقیقت او مقلوب
بحقیقۃ جن گردد و انقلاب حقائق محال است و نیز اگر انسان صالح است
پس ایں نوع ظلم و ایذا از چہ قسم از روے بوقوع مے آید کہ خلاف اصلاح
است و اگر فاسق است یا کافر پس او از دست موکلاں عذاب چگونہ خلاص
شدہ فرصت ایں عمل مے باید بنا برآں مجوزیں دریں باب دو گروہ شدہ اند
جماعہ می گویند کہ ایں از باب انقلاب نیست بلکہ نوعے است از مسخ اخروی کہ
اصل آں در آخرت و مابعد الموت از روے احادیث بسیار ثابت است
و در جامع صغیر سیوطی از کتب متعددہ در تتمہ حدیث معراج منامی آنحضرت
نقل کردہ کہ رایت من جلی خنوسۃ الشیاطین عند الموت فجاوہ نعلہ من
الجنابۃ فنفز عنہ من ایدیھم او کما قال و ازیں حدیث بوئے ازیں عالم
بمشام میرسد و چوں ایں معاملہ از باب مسخ اخروی شد پس خلاص از عذاب
فاسق را چرا لازم آید بلکہ ایں ہم نوعے است از عذاب کہ در آں گرفتار است
مسلک علمائے حنفیہ ماتریدیہ ہمیں است ملا معین در شرح برزخ کہ از معتمدان
علمائے ماوراء النہر است میگوید الانسان یصیر جناً فی عالم البرزخ
بالمسخ وہذا تعذیب وغضب من اللہ تعالی علی من شاء لکن کان یمسخ فی
الامم السابقۃ والقرآن الماضیۃ قردۃ وخنازیر الا انہ رفع ہذا
العذاب عن ہذہ الامۃ المرحومۃ فی عالم الشہادۃ ببرکۃ النبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الا ما یوعن علامات الساعۃ الکبری فقد مر

رو فی الاحادیث الصحیحۃ ان یکون فی ہذا الامۃ مسخ وخسف وقذف عند القیامۃ. فالک مسخ الانسان فی البرزخ یکون غالبا فی الکفار والمومنین الظلمین الموذیین والزانیین والمغلیین سیما اذا ماتوا وتلوثوا علی جنابۃ کذا المرتدین غیر تائبین فلیس کل من کان کذلک یکون ممسوخا بل من شاء اللہ مسخہ وعذبہ والمسخ لایکون فی الصلحاء والاولیاء اصلا وان ماتوا علی جنابۃ ویکون المسخ فی القیامۃ کثیر کما ورد ان کلب اصحاب الکہف یجعل بلعما والبلعم یجعل کلبا ویدخل ذالک فی الجنۃ ویلقی ہذا فی النار ومن ہذا القبیل جعل راس من رفع او وضع راسہ فی الصلوٰۃ قبل الامام راس حمار ومنہ مسخ اخذ الرشوہ وواضح الاحادیث وامثال ذالک کثیرا انتہی وجماعۃ دیگر میگویند کہ اس نہ از باب انقلاب ست ونہ از باب مسخ است بلکہ نوع است از مشابہت در افعال وحرکات کہ اصاف مختلفہ را باہم بہم میرسد بمنزلہ آنکہ در دورۂ روہیلہا جماعۃ از ہندیان دستار زانج بستہ وزلفین را آویختہ چند لفظ پشتو آموختہ خود را روہیلہ وضع کردند ومانند آنہا خشونۃ در معاملات وضرب وتلاق بموجب عمل ے آوردند کذا ھذا الحکم من تشبہہ بقوم فہو منہم آن افراد انسان کہ کار خبیثان میکنند در عرف خبیث میگویند وبہ ہندی بھوت مے نامند بے آنکہ تغیرے در حقیقت آنہا واقع شود ہمیں است کہ اکثر علماء عراق وعرب اس را مسلک مختار گفتہ اند وہوالاقوی

والاصح نظرا الی الانیل والیہ کان یمیل سیدی الوالد قدس سرہ فی اثنار البحث فی ہذا المسئلۃ کما وقع مرارا عدیدۃ سنہ ۱۲۰۱ھ ۔

## بنام امام شاہ صاحب

گرامی منشی امام شاہ جیو سلمہ اللہ تعالےٰ از فقیر عبدالعزیز و فقیر رفیع الدین بعد از سلام مسنون الاسلام واضح باد رقیمہ کریمہ رسید مطالب چند مرقوم بود اجوبہ آں نوشتہ میشود یکے **سوال اوّل** ۔ آنکہ پیش فقہائے حنفیہ فرض است و در حدیث شریف است کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیر زنخ را ترکردند اگر ربع لحیہ مسح ربع لحیہ را مسح فرض شد زیر زنخ را ترکردن چہ احتیاج است ۔ **جواب** ۔ مسح ربعہ لحیہ فرض است و ترکردن زیر زنخ سنت است کہ رتبہ او از مرتبہ اکتفا بر فرض بزرگ تر ست زیرانکہ از وجہ خارج است شستن آن بالضرورۃ از غرض خارج و ہمچنیں کث اللحیۃ را غسل جلد مخفی سنت است پس از فرضیت مسح ربع لحیہ شستن زیر زنخ تعارض نیست ۔ **سوال دوم** ۔ روز قیامت کہ لقائے حضرت باری جلشانہ خواہد شد چہ طور خواہد شد در تجلی ذات یا صفات ۔ **جواب** ۔ ایں تقریر در رسالہ دراز بہ تفصیل مستوفی دریں باب نوشتہ است کہ اظہار آں دریں مقام طولے دارد اما سخن مختصر اینست کہ متفق علیہ اہل سنت وجماعت است کہ دیدار الٰہی در جنت بے کیف خواہد بود یعنی بغیر لون و شکل و بعد و جہت تصویر ایں مقام محققان اہل عقل و کشف بچند

وجہ بیان فرمودہ اند حکیم ابونصر فارابی در کتاب فصوص خود میگوید کہ انکشاف
شے گاہے بر وجہ جزئی شخصے میباشد وگاہے بوجوہ کلیہ کہ بعنوان یک
شخص یا اشخاص کثیرہ شود اول را رویت وثانی را معرفۃ وثالث را
علم گویند حاصل در وقت تعلق بدن از حق تعالے شانہ قسم ثانی است
وبعد خلع بدن ایں معرفت ترقی نمودہ بدرجہ اول خواہد رسید ایں را
تعبیر برویت نمودہ میشود بقدرت الہٰی جل شانہ بہ نسبت آں ذات
مقدسہ ہمچناں جرم ولذات درمبصر وبصیر پیدا خواہد شد وایں را بجز
ابصار رویت تعبیر نتواں کرد کہ عبارت دیگر مشعر بر کمال انکشاف نیست
ودریں نقل ہم اندک تغیرے واصلاح کردہ شد یعنی در کلام شریف ایشاں
حصول جرم ولذات در باصرہ بنود واتفاق علماء است کہ نام رویۃ ہماں
ادراک است کہ بتوسط حاسہ باشد نہ مجرد ادراک قلبی والا ایں قول
موافق تاویل اہل اعتزال میشود بنا براں دو سہ حرف دریں زیادہ
کردہ شد واز کلام بعضے دیگر مستفاد میشود کہ رویۃ در مشاہدہ تحقیق
میشود بحصول ظل مرئی در جلیدیہ واز آنجا مجمع النور واز آنجا در حس
مشترک واز آنجا نفس ناطقہ صورت خیالیہ ووہمیہ وعقلیہ تحریر میکند
ودرہمیں نزول میکند کہ علم عقلی بواسطہ وہم وخیال بحس مشترک نزول
میکند وشبیہ حالت ابصار حاصل میشود اما چونکہ تا جلیدیہ نزول نیست
ابصار حقیقی نتواں گفت ودرآں جہاں کہ نفوس مقدسہ ومطمئنہ گشتہ کمال
اتصال بجانب مبدء پیدا میکند اشعۂ نورانی آں ذات مقدسہ بر قوت

عقلیہ و وہمیہ پرتو میزند و از آنجا بر خیال وحس مشترک نزول میکند و بسبب شیوع فضل الٰہی بہ قوت مدرکۂ انسانی رفع مواقع نوم وتعطل و حواس در جمع النور وجلیدیہ نیز ریزش خواہد کرد بجائیکہ خیالات دریں جہان در جہت و مکان نیست ان معائنہ حقیقت نیز در جہت و مکان نخواہد بود و دیگرے گفتہ است کہ در حدیث شریف آنچہ درباب رویت وارد شدہ بر نفی جہت وسلب لوازم جسمیت ایمائے نمید بد ایں قدرست کہ آں تجلی عبارتی صورتے از سائر مظاہر بدو وجہ امتیاز میدارد واما از سائر مخلوقات کہ نیز مظاہرہ صفات آنجناب اند پس باآنکہ ظہور ذات درآں مقام بعنوان الوہیت است و در سائر مظاہر خلیفتہ وانواع کائنات چنانچہ از ناز حضرت کلیم ندلے انی انا اللّٰہ لاالہ الاانا سرمیزد واما از سائر تجلیات صوری وخیالی وحسی ایں جہانی پس بدیں وجہ است کہ ظہور ذات مقدسہ درآں مقام بصورتے میان صور کائنات معلومہ ومقرون بحدے از عظمت وکبریائی ونور وبہا وجمال وصفا وشمول کمالات ذاتی واسمائی خواہد بود کہ حوصلہ ناظر اکمل واشرف را ازاں در وہم وعقل خود گنجائش ندارد و بر اکثر ازاں در تصور آوردن نمیتواند وآنچہ اہل سنت نوشتہ اند کہ رویت آنجہانی بے کیف است برائے دفع اشکالات معتزلہ از ثبوت لوازم جسمیت گفتہ اندچوں حقیقت تجلی دریافت شود جملہ اشکالات از ہم مے باشند ومعہذا بعضے اکابر میفرمایند کہ نفس را بسبب استغراق قوی در شہود حق احساس ہیچ

غیر از زمان و مکان و جہت و وجود خود و غیر خود نخواہد بود ہمیں را معائنہ
بے جہت و شکل و لوازم جسمیت میتواں گفت یا لمجلہ ہمچناں کہ گفتہ میشود
کہ زید و عمر را امریجا دیدم و حال آنکو سوائے بعضے اعراض ایشاں ندیدہ
ایم ہرگاہ ایں مسامحہ تعبیر در شاہد کہ موضوع لغوی لفظ رویہ است جاری
باشد در غائب بدفع آں چرا باید کوشید و چرا التزام باید کرد کہ کُنہ ذات
صرف از تعلق فہم و ادراک معراست در قید احساس و ابصار رفتہ آرے
ایں رویت در حق خواص و عوام بسہ وجہ مختلف میشود یکے بحسب قرب و بعد
دو دیگر بحسب قلت و کثرت حجب و دیگر بسبب زیادتی معرفت و صفات
و کمی آں کہ در دار دنیا مکتسب شدہ و تائید اینست کہ شبہہ نیست کہ
بدن ارضی را بہ نسبت روح حیوانی در وجدان بدل ذات مقدسہ
حجاب زیادہ تر است و روح حیوانی را ہمچنیں بہ نسبت عالم مثال
سفلی را بہ نسبت عالم مثال علوی کہ مقام ملائکہ مقربین است چوں
بعالم مثال ترقی نماید صورت ہمانعالم اکتساب کند و بدن او حکم ارواح
علویہ پیدا کند آنچہ در اینجا غیب است آں جا شہادت گردد و اشرقت
الارض بنور ربہا و حقائق اعمال و ہیاکل ملائک و احوال جنت و نار معائنہ
شود لاجرم اعظم تجلیات الٰہی را کہ کارخانہ تدبیر و فیضان قضا و قدر و
نزول شرائع بر انبیاء و صدور امر و نہی ملائکہ از آنجا است بحسب مراتب
اتصال نفس آشکارا گردد و متجلی شود و جوارح بدیں تبعیت قوائے روح
مطلقہ آں واردات گردد یقین است حالت معائنہ بصری حاصل خواہد

کرد واللہ اعلم بالصواب ۔ سوال سوم ۔ آنچہ نوشتہ کہ ذات حق الآن
کما کان ست ودر اکثر ادعیہ فی آید سبحان من لا یتغیر بذاتہ ولا
بصفاتہ بحدوث الاکوان وحق تعالیٰ بانعقد ظہور مخلوقات در ذاتش
وصفاتش تغیر نباید در فہم نے آید جواب مثال ظہور کائنات از حق سبحانہ و
تعالیٰ ولہ المثل الاعلیٰ من کل ما یفہم ویدری ظہور صور در آئینہ است آئینہ
را ذاتے است کہ جرم معین است وصفاتے است خارجہ لازمہ از قدر
وشکل ورنگ وشفافی ونشیب وفرازی در سطح و مانند آن وصفاتے است
خارجیہ عارضیہ مانند برگشتن روئے او از غرب و از زمیں بفلک پس
تغیر و تقسیم صفات در ظرف حصول جو بر آئینہ حاصل است واما صورت
منتشر آئینہ در آں مطلقاً در آنظرف حاصل میستند در ظہور وخفائے
آنہا در ذات وصفات آئینہ تغیرے مے افتد اگرچہ ہزاراں ہزار صورت
نیک وبد وپاک وناپاک در دے نمودار گردد واللہ اعلم ۔ ۔
سوال چہارم ۔ کافران بزور خود بر ملک تصرف یافتند و مدت مدید
ملک مذکور در تصرف آنہا ماند پس ملک مذکور را در کدام وقت و عرصہ
مالک میشوند وکدام شرائط است کہ دادن ایشان از آں ملک وہبہ
کردن از آں ملک در حق کسے حلال شود واگر ہمیں صورت مسلمانان متصرف
شوند وبکسے بدہند گرفتن اں رواں باشد یا نہ ۔ سوال پنجم ۔ اگر کفار
بر اشیائے منقولہ متصرف شوند وبکسے بدہند گرفتن آں روا باشد یا نہ ۔
جواب ۔ اگر کفار بر اشیائے منقولہ متصرف شوند چون بدار خود برند

مالک میشوند اما چوں بر ملک متسلط میشوند پس این ملک دارالحرب کے میشود اختلاف ست بعضے میگویند که دارالاسلام ہیچگاه دارالحرب نمیشود اگر بدارالحرب متصل گردد دارالحرب میشود و بعضے میگویند که مادام که یک شعار از شعائر الاسلام بوجہ اعلان ظاہر باشد دارالحرب نمیگردد چوں ہمہ شعائر اسلام موقوف گردد دارالحرب میگردد بعضے میگویند که یکے از شعائر اسلام موقوف سازند دارالحرب میشود اما اصح ارجح آنست که مادام حرب قائم است و مسلمانان از استخلاص آں ملک عاجز گردیده منقاد ناگشته اند و استیلا کفار بحدے نشده که ہر چیزے را از شعائر اسلام که خواہند موقوف سازند و مسلمانان بے استیمان ایشان اقامت دارند و بر املاک خود بے اذن ایشان متصرف اند آں ملک دارالاسلام است و دارالحرب نشده و تصرفات عارضی ایشان معتبر نیست وبعد تسلط اسلام آں تصرفات اعتبار ندارد و چوں مسلمان از جنگ برگردند و منقاد شوند گو که فکر جمع اسباب در دل داشته باشند اما از مقاومت در مانند و اقامت مسلمانان باستیمان ایشان گردد و تصرف بر املاک خود باذن ایشان کنند و جریان شعائر اسلام ازراه بے تعصبی ایشان باشد نه از روئے قوت مسلمانان آں ملک دارالحرب میگردد و تصرفات ایشان جائز است و ہبہ ایشان جاری و اما غلبه و تسلط مسلمانان بر بلادِ کفار پس تصرفات ایشان درآں ملک جائز است در اموریکه موافق شریعت اند و در غصب اموال مسلمین نیست واللہ اعلم بالصواب ۔

سوال ششم: صلوٰۃ الوسطیٰ کدام است و فرضاً اگر یکے وسطیٰ میشود چہار نماز باقی ے مانند و تصدیق کمال از انہا بر منیجزد ۔ جواب ۔ در صلوٰۃ الوسطیٰ ہفت قول است تعیین ہر یکے از پنج نماز و مجموع نماز ہا معاً قول ششم و مبہم بودن بدستور ساعت جمعہ و لیلۃ القدر و اسم اعظم قول ہفتم اصح و ارجح ہمیں است کہ صلوٰۃ وسطیٰ صلوٰۃ عصر ست و چہار نماز باقی کمال تقید از آنہا نخیزد و زیراکہ تقید صلوٰۃ وسطیٰ در نفس اذیست بلکہ در محافظت آداب زائدہ است چوں وقت مستحب و جماعت و مسجد و اسباغ وضو و مسواک و اذان و امامت و مزید اطمینان و کثرت اذکار و مزیت تاکید در ایں امور از قبیل مزیت افضل بر فاضل است نہ فاضل بر ناقص و در ثبوت ایں قدر تفاوت خود شبہہ نیست واللہ اعلم ۔ سوال ہفتم ۔ شریعت معلوم است کہ احکام ظاہری را گویند و بداں مامور ہستند و طریقت و حقیقت و معرفت کہ ذکر آں در رسائل ے آید در فہمید نے آید کہ چہ چیز است ۔ جواب ۔ لفظ شریعت دو معنی دارد عام و خاص معنی اول ما جاء عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی امور دین من اعتقاد و عمل و خلق و حال و نیۃ و رخصت و عزیمۃ و امر و نہی و معنی دوم آنچہ تعلق و عمل جوارح دارد از عبادات مالی و بدنی و بیان آں عہدہ فقہ است و در کتب فقہ مذکور میشود ہمیں را مقابل طریقت است و آنچہ تعلق باخلاص و عین الیقین و تحصیل مشاہدہ و استغراق در آں دارد حقیقت ست و آنچہ تعلق بمکاشفہ اسرار اعتقادات دارد و

از کیفیت توحید و معیت و تربیت و اسرار محبت و ولا و مراتب ولایت
و اولیاء و مانند آں انرا معرفت گویند و ایں ہمہ در معنی اول شریعت
داخل اند اری و ہر فنے کاملان آن فن غیر منصوص را استنباط نمودہ
بامنصوص ملحق ساختہ شرح و بسطے دیگر دادہ علم جداگانہ استخراج کردہ
اند و ہمیں اسماء مسمی نمودہ اند۔ سوال ہشتم۔ معرفت کمال ہر شے
بچہ طور میشود زیراکہ از دیدن و شنیدن و خوردن معرفت کامل حاصل
نمیشود۔ جواب۔ حقائق اشیاء ظلال صفات الٰہی اند و ظہور آنہا در خارج
مربوط بعلل اربعہ است فاعلی و غائی و مادی و صوری و ظہور کمال ایں
حقائق بہ ترتیب آثار مختصر آنہا است و حصول ثمرات خاصہ بانہا پس
معرفت کمال ہر چیز بالاجمال بہ تجلی ذات حق است بر سالک در ضمن آں
شے کہ ایں تجلی بعد مشاہدہ کثرت در وحدت در مقام سیر باللہ فی الاشیاء
حاصل میشود بالتفصیل باحاطہ مبادی و خواص او دست از قوانین حکمیہ
مع تشخیص مبدا تعین و مراتب تنزل ان از قوانین کشفیہ و اگر از محسوسات
باشد ادراک بحواس نیز در تتمیم معرفت حقیقت او داخل است۔
واللہ اعلم۔ سوال نہم۔ قصہ ابلیس کہ در کلام اللہ وارد است معلوم
نیست کہ سوال جواب او بچہ طور گردیدہ بطور الہام یا بطور دیگر۔
جواب۔ طور ایں کلام در نقلیات ہیچ وارد نشدہ اما وجدان چناں
دریافت میکند کہ از راہ ہاتف بود یعنی تحقیق ایں ندائے مے شنید و میدانست
کہ ایں ندائے حق است و در نفس الامر یکے از ملائکہ مظاہر قہر کلام الٰہی

را ادامی ساخت کہ این او را نمیدید و نے شناخت لیکن باید دانست کہ کفر
ابلیس ملعون کفر جہل و احتجاب نیست بلکہ کفر جحود و عناد است پیش از لعنت
قوت ملکیہ کہ بہم رسانیدہ بود و تلقی از غیب میکرد در ائل بکمر دہ اند و سالہا
نمودہ تا از الم قبض و فرط تعطش بیقرار نگردد و قدم در راہ توبہ نہ نہد بلکہ
ہمیں راہ را مخروج بسخط و عتاب نمودہ در کسوت اہانت طرد برپا داشتہ اند
اما در جوہر روح او رقیقہ مظلم افگندہ اند کہ گاہے خود را مستحق حبس نگاہ بہ
در لباس استغنا و مایوسی گمان کردہ بقوت طاعات و اسماء مکتسبہ در شیاطین
و مردم تصرف میکند و آن رقیقہ مظلم را با قرائن آن ممّوہ ساختہ خلق را
بضلال و جہل و قسوت و تکبر امانی باطلہ زنگین مینماید نعوذ باللہ منہ واللہ اعلم۔
**سوال دہم** ۔ مشہور است سجدہ ارواح و از کلام اللہ تبیین قدر معلوم و
گردیدہ کہ است بر حکم قالوا بلیٰ و تعیین نیست معلوم نیست وجہ بود و مساجد
بیک سجدہ و دو سجدہ و تارک آن و مختل امرین مذکورین کدام کس شدند۔
**جواب** ۔ سجدہ درین موقف مروی نیست مومنین کہ خاتمہ ایشان بر ایمان
میشود جواب بے توقف داد و کافران بتوقف اما بعض فقہا میگویند کہ
انبیاء دو سجدہ کردہ اند و عوام مومنین یک سجدہ کافران نہ کردہ سند
این سخن معلوم نیست آرے در احادیث و آیات گرفتن چہار میثاق
معلوم میشود اوّل از خمسہ اولوالعزم دوم از سائر انبیاء سوم از علماء
چہارم از عامہ قال تعالیٰ و اذ اخذنا من النبیین میثاقہم و منک
و من نوح و ابراھیم و موسیٰ و عیسی ابن مریم و اخذنا

منہم میثاقاً غلیظ و جاے دیگر فرمودہ اند و اذ اخذ اللہ میثاق النبین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ وجاے ارشاد شد و اذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ وجاے دیگر فرمودہ و اذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورھم ذریتہم واشہدھم علی انفسہم الست بربکم قالوا بلیٰ واللہ اعلم۔

سوال یازدہم ۔ درحالت برہنگی کلام حرام ست وچوں زن و شوہر فراہم آیند ذکر اللہ عزدراست ایں اوامر بنا بین مباینت دارند ۔

جواب ۔ درحالت برہنگی کلام حرام نیست بلکہ مکروہ است و ایں مکروہم بایکدیگرست نہ مجرد تلفظ برزبان وذکر اللہ درجائے نتن و نجاست منع است و در شغل جمع نہ ومعتبد اعلماء نوشتہ اند کہ اما ذکر اللہ دربیت الخلاء وہم در وقت جماع بیش از درآمدن وکشف عورت کردن پس مسنون است مباین ومنافات نیست واللہ اعلم ۔

سوال دوازدہم ۔ دیدن جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درحالت منام فرقہ سنیہ وشیعہ ہر دو را میسر میشود و ہر یک الطاف آنجناب بیان میکنند واحکام موافق خود نقل مینمایند اغلب کہ ہر دو کسانرا افراط کردن درآں جناب خوش نمے آید وخطرات شیطانی را آنجا دخل نیست ایں را چہ تصور تواں کرد ۔ جواب ۔ مضمون حدیث من رآنی فی المنام فقد رآنی اکثر علماء تخصیص بصورت مدفونہ در روضۂ منورہ نمودہ اند

و بعضے تعمیم کردہ بجمیع صور تہا کہ آنجناب از ابتدائے نبوت تا وفات در جوانی و کلاں سالی و سفر و حضر و صحت و مرض براں بودہ اند تواردستی و شیعی براں صورت احتمال بیش میست و وقوع ان ثابت نشدہ ولا نقض بالفرضیات اما تحقیق ایں ست کہ دیدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درخواب بر چہار قسم میتواند شد یکے رویائے الٰہی کہ اتصال تعین بآنجناب است و ملکے علی التحقیق کہ دیدن متعلقات آنجناب است از دین ایشان و سنت ایشان و ورثہ ایشان و نسب مطہر ایشان و درجہ سالک در متابعت و صحبت ایشان و مانند آں بصورت آنجناب مقدس درپردہ مناسبات کہ در فن تعبیر معتبر اند و رویائے نفسانی کہ ظہور صورت اعتقاد خود است کہ برواح خیال منقوش است مثل انتقاش صورت بر کاغذے ایں ہر سہ قسم درحق آنجناب جائز ست و قسم چہارم کہ شیطانی است یعنی تمثل شیطان بصورت آنجناب ہمیں منتفی و ممتنع است اما در قسم سوم شیطان گاہے آوازے و کلامے تلبیس میکند و وسوسہ ے انداز د چوں بشہادت بعض روایات کہ در وقت قرأت سورۂ نجم وقت سکوت آنجناب شیطان حرف وسوسہ گفتہ بعض سامعین مشرکین را مشتبہ ساخت درحین حیات اینمعنی ممکن باشد درخواب چرا ممکن نیست لہٰذا در شریعت غرا احکام خواب را صحت نمیشمارند و در احادیث مشہورہ نمے شمارند احیاناً اگر از اہل بدعت دیدن آنجناب بصحت رسد از یں قبیل خواہد بود واللہ اعلم ہموارہ از نامہ ہا محفوظ کردہ باشد. والسلام ۔

## بنام شخصے

رقیمہ کریمہ رسید مشتمل بر سہ مطلب بود. اول طریقہ سہروردیہ حضرت مجدد الشیخ احمد السرہندی عن ابیہ الشیخ عبد الاحد عن شیخ رکن الدین گنگوہی عن ابیہ الشیخ عبد القدوس گنگوہی عن شیخہ الشیخ قاسم درویش عن شیخہ السید بڈھن بہرائچی عن شیخہ السید اجمل عن شیخہ ـــــ السید جلال المعروف مخدوم جہانیاں بسندیں احدہما عن ابیہ السید احمد الکبیر عن ابیہ السید جلال البخاری عن شیخ بہاء الدین زکریا الثانی عن الشیخ رکن الدین ابی الفتح عن ابیہ الشیخ بہاء الدین زکریا عن صاحب الطریقہ الشیخ شہاب الدین السہروردی و نیز شیخ رفیع الدین امام کہ از اجداد حضرت مجدد اند پیش امام شیخ بہاء الدین زکریا و از خلفاء ایشان بودند پس بہ تحمل است کہ ایشان را از اجداد خود اجازت ایں طریقہ رسیدہ باشد بلکہ موروثی خاندان ایشان ہمیں طریقہ باشد و طریقہ چشتیہ و قادریہ و نقشبندیہ از کتساب ایشان و والد ایشان باشد دیگر اعتذار بشغل ہمہ اوست و تحقیق ایں آنست کہ مراد تحصیل حالتے است کہ اضطراری قلب شود و اختیار رفع آں نماند اگر کسے را اعتقاد حقیقت وحدۃ وجود ثابت است ملازمت ایں شغل بایں حالت میکشد والا ہرگز نمیکشد بلکہ ہمیشہ باطنش حکم میکند کہ ایں خیال من خلاف واقع است ایں شغل صاحب را ہرگز نفع نخواہد داد و شبہہ نیست کہ ظہور ایں معنی خود بخود بہ تصفیہ قلب اولی واقوی است

و از مدخلیت تصنع و تکلیف بعید تراست و خواجہ خرد رحمۃ اللہ علیہ نوشتہ اند کہ
مادام شخصیکہ معتقد توحید وجودی نیست حصول فنا فی اللہ و وجود او را ممکن
نیست درحق منکر او ہمہ فنا یا در حجب نورانیہ است کہ غیر حق است و تجلیات
او ہمہ الذارا طائف وغیرہ نہ ظہورات حق تعالے و تحقیق توحید وجودی طوے
میخواہد مجمل آنکہ آیات کلام اللہ و احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
معیت و قرب ذاتی صریحاً اثبات میکنند و جوابش بآنکہ ہمہ مصروف از ظاہر
اند بے امتناع او نمیتوانند شد و ایں ہمہ از خلاف عقل ما است نہ از کتاب
و سنت چہ انصاف است کہ منصوصات شرع را غیر شرعی و مخیلات عقل
ناقص خود را شرعی نام کنیم در جامع ترمذی درحدیث لو دلیتم بحبل اے
الارض السابعۃ السفلی لہبط علی اللہ و در حدیث ان اللہ یقبل الصدقہ
من الطیب ہمیشہ صریح مینویسید کہ مذہب سلف اجراے آں بر
ظاہر ست کہ بلاکیف بالجملہ نفی غیریت محضہ و اتحاد وحدت فی الجملہ منصوص
است و آواز انی انا اللہ از آتش و کنت سمعہ و بصرہ دلیل واضح است و
بشرط انصاف از کلام حضرت مجدد نفی وحدت وجود مطلقاً ثابت نیست بلکہ
نفی بعض اقسام آں اما آنچہ در ذہن مستقر میشود از الہ آں نبرد دی و شوار
و دوام تکرار متعذر الطرفین دیگہ حقیقت ذکر جہر در حق آنست کہ انکار آں
سفاہت واضح است در تلاوت قرآن جہر صریح است ما اذن اللہ لشی ما
اذن یعنی تغنی بالقرآن بجہریۃ و در تلبیہ حج آمدہ افضل الحج العج والثج اے
رفع الصوت بالتلبیہ و اراقۃ الدم و قرآن را فضیلت معروف است و کنا

فعرف انقضا رصلوٰة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالذکر وفضل الذکرالذی یسمعہ الحفظۃ
علی الذی لایسمعہ الحفظۃ بسبعین ضعفاً وبنا رطریقہ چشتیہ واویسیہ وقادریہ کہ ہمہ پیران ما اند
بر ذکر جہراست حکم بآنکہ فعل حرام موجب قرب الٰہی نمیشود باطل است بلکہ ذکر جہر موجب
جمیتے است کہ بالاترازاں جمیتے نیست چون خواجہ علاؤالدین غجدوانی بعد رفتن حضرت خواجہ
نقشبند علیہ الرحمۃ برہج ذکر جہر استماع کردند وبعد مراجعت غدرا وردند بآنکہ شمارا بسبب قوت
باطن حاجت ایں نبود ماازیں نفع بسیار شد حضرت خواجہ نقشبند یہ انکار آں نکرد وچوں خود از
روح حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی ذکر خفیہ وعمل برعزیمت گرفتہ بودند خود میکردند ومثل
شماکہ در فقہیات تقدیم حدیث باجتہادیات میکنند دیمعنی تردد بے جا است اگرچہ مذہب
حنفیان باشد دراں روایت اگرچہ مشہورست لیکن فقیر را بعینہٖ آں کتاب یادکردن محتاج بحفص
است یک دفعہ خواجہ سرائے عالم بفقہیات ازطرف بادشاہ روم امیرحج شدہ آمد در مدینہ با
شیخ ابراھیم کردی ملاقات نمود گفت کہ دریں سفر بدعت عظیم ازیں مردم دور کردم
فرمودند کدام بدعت گفت ذکر جہراز مسجد شہر بیت المقدس موقوف کنانیدم
ایشان ایں آیۃ خواندند ومن أظلم ممن منع مساجد اللہ آں یذکر فیہا اسمہ وسعی
فی خرابہا چند روایت کہ از فتاوی نوشتہ بود پیش نمود وفرمودند اگر کار تقلید
است شما مقلد دیگر ومن مقلد دیگر وروایات شما برمن حجت نیست واگر
کار تحقیق است نیک گوے ومیداں بعد ازیں چند رسالہ در اثبات ذکر
جہر نوشتہ اند بعض ازیں رسائل پیش فقیر ہم موجود است بالجملہ الحق
احق بالاتباع والسلام۔

# مکتوبات

جناب

# شاہ رفیع الدینؒ

دہلوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## بنام عبدالرحمٰن صاحب

فضیلت اکتساب مودت انتساب اخون زادہ عبدالرحمن بن اخون حاجی
محمد سعید بریلوی سلمہم اللہ تعالےٰ از فقیر رفیع الدین بعد سلام تحیۃ الاسلام
معلوم بعد رقیمہ کریمہ ایشان رسید فقیر بخیریت ست و در حق دوستاں حاضر و
غایب دعوات خیریت با میکنداز صحبتہا کہ با مولوی مدن صاحب اتفاق یافتہ
و مذکور علمی با میاں آمدہ استفسار نمودہ بودند صحبت اول با ایشاں در
مراد آباد شدہ بود مولوی نورالاسلام صاحب فرزند مولوی سلام اللہ صاحب
حاضر بودند تشحیذے سوال کردکہ بیت مثنوی مولوی روم ۔

ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام ہمچو سبزہ بار بار روئیدہ ام

چہ معنی دارد گفتم یک معنی عام فہم دارد و یک معنی خاص فہم تقریر معنی ثانی
بو اقفان فن تصوف مے تواند شد ازاں سکوت کردہ بمعنی اشتغال میخاہیم
از روے کتاب و سنت معلوم ست کہ حق تعالےٰ ارواح بنی آدم را از صلب
حضرت آدم برآوردہ اخذ میثاق نمود بار در صلب حضرت آدم مستور ساخت
بعد اناں قدر الواح کہ از صلب کسے برادردن مقدر فرمودہ بود در صلب او
مستور کرد چنانچہ در وقت ندائے حضرت ابراہیم علیہ السلام برائے حج بعض
ارواح از اصلاب جواب دادند وہماں کساں را در دنیا حج میسر میگردد ولبیک
وتلبیہ جواب ہمیں نداست ایں احوال عوام را منتہی گشتند وانساں را ہسبب

کمال معرفت بیاد داخند واشارت بانتقال خود از اصلاب آبا بارحام امہات
واز ارحام امہات باصلاب آبا بیان کردہ تعیین عدد ہفت صد وہفتاد
متحمل ست کہ محض برائے تکثیر باشد متحمل کہ بیان واقع باشد ایشان گفتند
کہ این معنی نیست بلکہ معنی دیگر است گفتم آں معنی دیگر کدام ست و دریں
معنی چہ قباحت ست ایشان قباحت کہ دریں معنی تقریر کردہ و گفتند کہ
مراد آنست کہ انسان را ہفت طور انقلاب ست یکے خاک بودن۔ دوئم
غذا شدن۔ سوم خون شدن۔ چہارم نطفہ شدن۔ پنجم علقہ شدن۔ ششم گوشت
واستخوان وعروق شدن۔ ہفتم زندہ گشتن مراد ہمیں قوالب ست گفتم اول ازیں
ہفت مرتبہ تعبیر بہفت صد وہفتاد کردن بسیار مستبعد ست دوئم متکلم دیدہ
ام وروئیدہ ام یا روح است یا بدن ظاہرست کہ آں ہفت روح است و
مراد از بدن مجرد ہیولیٰ است فقط یا مع الصورہ ظاہرست کہ صور جسمیہ و
نوعیہ باقی نے ماند۔ تا در ہمہ قوالب یک شخص باقی ماند واگر ہیولیٰ است
محققان حکما گفتہ اند کہ ہیولیٰ وحدت ابہامی دارد وہیولیٰ عام اجسام واحد
بالشخص فی ذاتہ نہ کل شخص نہ جزء بحدوث صور اجزاء وامتیاز می باشد۔
وبعد مفارقت صور ہمہ یکے میگردد در جزء ار اشخاص متمائزہ باقی ماند۔ و
گفتند کہ شاید ہیولیٰ مراد باشد وعدم امتیاز اجزا کہ تقریر میکند غلط است
گفتم این خود بر صدرا خوانندگان مشہور ومعروف ست ایں را انکار کردند
گفتم کہ صدرا اگر موجود باشد ملاحظہ بفرمایند مولوی نور الاسلام جیو کہ بر ایں
انکار تعجب بسیار کردند وصدرا موجود نبود یک صحبت ایں ست صحبت دوئم

دربریلی اتفاق افتادکہ بطریق ضیافت بخانہ ایشان رفتہ بودم مذکور وقت حواشی مرزا زاہد شد گفتتم فی الواقع نظر ایشان بسیار غامض ست واکثر اعتراضات مردم برایشان از سوءفہم وقلت "تدبرست وما خود شاگرد ایشان نیم واکثر اعتراضات را دفع کردہ ایم امادربعض جاہا حق بطرف مخالف است گفتند ایں چنین کدام مقام ست گفتم مثلاً مرزا میفرمایند کہ اسماء کتب فی الحقیقۃ اعلام جنسیہ است ۔ بعدازیں میفرمایند کہ واما دخول الالف واللام فی کلام المولدین ومثل الکافیہ الشافیہ فالنظر الی المعانی الاصلیہ فانہا فی الاصل اوصاف ودریں کلام دو بحث ست اوّل آنکہ دخول الف ولام تنہا درکلام مولدین نیست بلکہ درقرآن مجید ست انزل التوارۃ والانجیل وانزل الفرقان ولقد کتبنا فی الزبور بحث دویم آنکہ الف ولام جزو است مثل النجم والصعق دویم آنکہ ممنوع الدخول است مثل محمدؐ وعلیؓ سوم آنکہ جائز الدخول والنزع است مثل الحسن والعباس پس دخول الف ولام چوں بر اعلام جائزست چہ حاجت توجیہ است گفتند ایں راہم جوابی است گفتم چہ جواب ست گفتا تنہا در کافیہ وشافیہ ومانند آں ایں جواب است چوں ایں جواب را حاصلے نفہیدم قصور فہم قائل دیدہ بجواب نہ پرداختم وسودائے ایں چنداں مذکوراست بحثے بمیاں نیامدہ ۔

(۲) فضیلت پناہ محبت دستگاہ مولوی عبدالرحمٰن بن حاجی محمدسعید سلمہٗ اللہ تعالےٰ ازفقیر رفیع الدین بعد سلام مسنون الاسلام لائح بادرقیمہ

رسیدہ وخاطر دوستی و محبت رار نجنے بسبب صعوبت معاش شمار سید
بموجب ایمائے رقعہ بنام مولوی جمال الدین صاحب و رقعہ بنام سید قاسم علی
شاہ صاحب نوشتہ فرستادہ ام خواہند رسانید امید کہ خدائے تعالیٰ بسعیٔ
عزیزان گرہ کشائی فرماید آیندہ احوال خود مینوشتہ باشند والسلام ۔

(۳) فضیلت و محبت دستگاہ مولوی عبدالرحمٰن بن حاجی محمد سعید
سلمہم اللہ تعالےٰ از فقیر رفیع الدین بعد سلام تحیۃ السلام مکشوف باد
سابق ازیں دو رقعہ آں عزیز القدر رسید بود در یکے سوال معنی شعرے
بود کہ نہ الفاظ او درست بودند و نہ وزن او ظاہر از کتابے سقیم نقل نمودہ
باشند و در رقعہ دوئم استفسار از مسئلہ بود کہ شاہ صفی القدر صاحب آں را
از نوشتہ فقیر بر فضلائے آنجا عرض کردند و آنہا بانکارش آمدند و فقیر را این
مسئلہ مطلقاً محفوظ نہ بود کہ کدام مسئلہ است و از کدام باب ست داکنوں
رقعہ کہ رسید در دے دو خط برائے حکیم غلام حسین خاں و حکیم عطاء الدخاں
مرقوم بود دو خط بنام ہر دو صاحب نوشتہ ملفوف ہمیں خط ساختہ فرستادہ
است حق تعالےٰ نافع گرداند و آنچہ در مقدمہ استفتا ارقام نمودہ بودند معلوم
شد و سراں بکنایہ مفہوم گشت و صراحتہً آں موعود علی اللقا ماند اما ہنوز استفتا
ازاں طرف نرسیدہ مگر از طرف لکھنؤ در مقدمہ وحدت وجود و وحدت شہود
رسیدہ بود صاحبان رام پور را ازیں باب بحثے والتفاتے نیست جواب
آں را فقیر ہنوز فرصت نوشتن نیافتہ اما دو رسالہ ہمراہ آں بودند یکے رسالہ
میاں عبدالرحمٰن نام مرد سندھی دوئم رسالہ مولوی عبدالحکیم نام معترض آں

میاں محمد اسمعیل برادرزادہ ما فرزند میاں عبدالغنی و مولوی عبدالرشید الدین
خاں شاگرد ما شدہ اند و در مسائل شرعیہ فقہیہ از طرف رام پور خطے نرسیدہ
والسلام حاجی عبداللہ صاحب و میاں عبدالرحیم برادران را سلامہا خوانند
و مسماۃ محمدی بیگم دختر حاجی محمد شاہ را سلام رسانند و خیریت ایشان..
مینویسند۔ والسلام ۔

# مکتوبات
# شاہ عبدالعزیزؒ
و
# شاہ رفیع الدین دہلویؒ

(اُردو ترجمہ)

از مولوی محمد سلیمان بدایونیؒ
و
مولوی محمد جمیل الدین بدایونی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

فضائل مراتب وگرامی قدر اخون زادہ عبدالرحمٰن اوران کے بھائیوں کو (اللہ برتر انھیں سلامت رکھے) فقیر عبدالعزیز کی طرف سے بعد سلام شوق معلوم ہو کہ بعافیت ہونے پر خدا کا شکر ہے اور اس کی درگاہ کرم میں درخواست ہے کہ ہمیں اور تمہیں معاف کرے۔ آپ کا گرامی نامہ ملا۔ اور خیریت معلوم ہوئی خدا کا شکر ادا کیا۔ رسالہ مذکور انشاء اللہ تعالےٰ محمد صالح کی دکان پر بھیجدیا جاوے گا۔ بڑی بھائی صاحب شاہ محمد صاحب سلمہم اللہ تعالےٰ لکھنؤ شہر میں محمد افضل خاں کی چھاؤنی میں رہتے ہیں اور خیریت سے ہیں ان کے اکثر خطوط آتے ہیں اطمینان رکھئے اور ہر طرح سے خیریت ہے مگر کافروں کے غلبہ اور ان کی کاروائیوں سے مسلمانوں کے ذرائع معاش خصوصاً علماء اور فقراء کے گروہ کے مسدود ہیں اور زندگی تلخ ہے خدائے تعالیٰ اسلام کو غلبہ اور ظاہری اور باطنی اطمینان عطا فرمائے۔ دعا رخیر کے سوا اور کیا لکھوں۔ والسلام۔

(۲) فضائل مآباں عزیز القدر اخون زادہ میاں عبدالرحمٰن و دیگر فرزندان حاجی صاحب مرحوم سلمہ اللہ تعالےٰ کو فقیر عبدالعزیز کی طرف سے بعد سلام مسنون واضح ہو کہ آپ کا خط ملا۔ اس میں لکھا ہے کہ چند بار خط بھیجے گئے لیکن جواب نہ ملا۔ ادھر تو اس وقت تک کوئی خط نہ پہنچا ورنہ کیسے ممکن تھا کہ جواب میں قصور ہوتا یا کاہلی سے کام لیا جاتا۔ یہی خط ہرکارہ کے ذریعہ سے پہنچا بلکہ مجھے خود آپ برادران دینی کی طرف سے فکر و تردد تھا کہ

کہاں ہیں اور کیسے ہیں ۔ اور کوئی شخص ایسا نہ ملا جو آپ کے حالات سے واقف ہوتا ۔ اور اس خط میں بھی اپنا حال تفصیل سے نہیں لکھا ہے لہٰذا انتظار ابھی باقی ہے اور فقیر کو اپنا دعاگو خیال کریں اور اس ملک کے نوابوں اور امیروں کی بداعتقادی کی بابت لکھا ہے ویسا ہی سننے میں آیا ہے ۔ اللہ ہمیں کافی ہے اور سب سے اچھا کارساز ہے اور خدائے بزرگ و برتر کے سوا کسی کو قوت اور توانائی نہیں ہے ۔ اس ملک میں جب سے جاٹ اور مرہٹوں کو غلبہ حاصل ہوا اسلام کی ظاہری صورت جو پہلی تھی اگرچہ وہ بھی حقیقت سے خالی تھی بگڑ گئی اور مسلمانوں کو عام طور پر اور علماء اور زاہدوں کو خاصکر طرح طرح کی تکلیف ایسی پہنچتی ہے لہٰذا یہاں سے ہجرت کا ارادہ ہے ۔ اور ہندوستان میں اس ملک کے سوا کہیں مسلمانوں کا مجمع نہیں ہے ۔ لیکن اس ملک کے لوگوں کی خرابی اعتقاد کو سن کر اس معاملے میں دیر کر رہا ہوں اور مجبوراً اس وقت تک وادی مخرب میں قیام اختیار کیا ہے ۔ اگر پریشانی کی نوبت ہوئی مجبوراً اسی طرف پہنچیں گے اور وہاں کے امراء کے فاسد عقیدوں کو دور کریں گے ۔ لیکن ہدایت اور گمراہی لامذہبی کے ہاتھ نہیں ہے فقیر نے گذشتہ زمانے میں اس تہمت کے رد میں ایک رسالہ بھی لکھا ہے ۔ انشاء اللہ تعالےٰ اس کی نقل بعد میں بھیجی جاوے گی ۔ اور بڑی بھائی صاحب شاہ محمد صاحب کے ہاں اب تک لکھنؤ میں ٹھہرے ہیں ان کے خطوط اکثر آتے ہیں ۔ اور خیریت معلوم ہوتی رہتی ہے اس وقت چند ماہ نواب افضل خان برادر نجیب الدولہ مرحوم کے ساتھ رہتے ہیں اور نواب افضل خاں

سلوک بھی کرتے ہیں۔ خیریت سے ہیں اطمینان رکھئے۔ حاجی محمد سعید حبو کے سب لڑکوں کے نام تحریر فرمائیے تاکہ دعا کے وقت نام کے کر دعا کیجاوے اللہ برتر سب کو نیکی اور رضائے الٰہی کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ظاہری و باطنی مکروہات سے محفوظ رکھے۔ اخون زادہ یہاں خود پہلے مل چکے ہیں اور اُن کے نام سے پوری واقفیت ہے اور دوسرے بھائیوں سے نہ ہی ملاقات ہوئی اور نہ نام معلوم ہوئے۔ ضرور اطلاع دیجئے۔ ظاہری اور باطنی دعائے خیر کے سوا کیا لکھوں میرے تینوں بھائی میاں رفیع الدین و میاں عبدالقادر اور میاں عبدالغنی دعا کہتے ہیں۔ ۲۱ ربیع الثانی۔

(۳) فضیلت مآب گرامی قدر اللہ برتر آپ کو سلامت رکھے۔ فقیر عبدالعزیز کی طرف سے بعد سلام محبت کے واضح ہو کہ آپ کا گرامی نامہ عرصہ بعد ملا۔ اور حالات مندرجہ معلوم ہوئے۔ خط و کتابت نہ کرنے کی جو شکایت آپ نے لکھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو میری حالت معلوم نہیں ہے۔ اور نہ یہ معلوم ہے کہ میں کس حال میں گرفتار ہوں۔ چار سال سے مجھے سخت مرض ہو گیا ہے اور سب کام چھوٹ گیا ہے۔ ڈیڑھ سال سے اتنی زیادتی ہے کہ حواس ہی نہ رہے خصوصاً آج کل کہ بات کرنے اور سننے سے بھی مجبوری ہے۔ اس بیماری کے شروع ہی سے میں نے کسی کو خط نہیں لکھا ہے جب کسی کا خط آتا ہے تو جواب ضروری ہوتا ہے اور جواب لکھوا دیا جاتا ہے۔ وہ بھی اپنے ہاتھ سے نہیں لکھ سکتا۔ میرے اکثر خطوط جو دوستوں کو جاتے ہیں انہیں دیکھ لیجئے کہ میرے

دستخط نہیں ہوتے۔ اس سے پہلے میں عبارت لکھوادیا کرتا تھا اور دوسرے لکھ دیتے تھے۔ اب کچھ دنوں سے میں لکھوا بھی نہیں سکتا ہوں بلکہ خطوں کا دیکھنا اور یہ دیکھنا کہ خطوں کا جواب جو میں نے لکھوایا وہ ٹھیک ہے مشکل ہوگیا ہے اور دن رات عجب حالت میں گزرتے ہیں جس کا لکھنا ممکن نہیں وہ تو دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس زمانہ میں جس نے فقیر کو دیکھا ہو ان سے دریافت کیجئے کہ کیسی گذرتی ہے۔ الغرض ایسی حالت ہے کہ جسے نہ زندگی کہہ سکتے ہیں نہ موت۔ جس نے مجھے پہلے دیکھا تھا وہ اب دیکھے تو یہی جانے گا کہ یہ وہ شخص جو اس مجبوری کے عالم میں ہے۔ اور تحفۂ اثنار عشریہ میں یزید کے لئے پلید اور خبیث استعمال کیا گیا ہے یہ اس حدیث کی بنا پر ہے جس سے فردوس دیلمی اور دوسری کتابوں میں اور نیز صاحب صواعق محرقہ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ بلکہ حاکم کی روایت سے یہی ثابت ہے کہ "سب سے پہلے جو میری سنت کو تبدیل کرے گا وہ بنی امیہ میں سے ایک یزید نامی ہوگا" اور روایت اول کے مطابق کہ جو میری امت کے امر میں سوراخ کرے یعنی خلل ڈالے وہ ضرور پلید اور خبیث ہے اور اس کی پلیدی اور خباثت میں کوئی شک نہیں ہے اور میں نے کوئی بات اشارۃً یا کنایۃً معاویہ رضی اللہ عنہ کی بابت نہیں لکھی اگر تحفہ اثنار عشریہ میں ایسی کوئی بات ہے تو وہ الحاق ہے جو لوگوں نے فتنہ انگیزی کے لئے کیا ہے اور گروہ رفضہ کے مذہب کی بنیاد ابتداہی سے مکر و فریب پر ہے چنانچہ میرے کانوں تک یہ پہنچا ہے کہ الحاق کرنا شروع کر دیا ہے۔

اللہ ہی سب سے اچھا نگہبان ہے مگر یہ تعریفات معتبر نسخوں میں نہ ملیں گے۔
اور بوڑھے قندھاری نے جو شکایت کی ہے اس کا دفعیہ یہ ہے دنیاوی ذلت
اور کمی کوئی امر معیوب نہیں ۔فتوح عراق میں مغیرہ بن شعبہ سے نقل کیا گیا
ہے کہ اُنھوں نے کہا کہ "عرب والے ذلیل تھے اور اسلام سے اللہ نے
انھیں عزت دی" آجکل اس ضلع میں دیکھو کہ سید جو اشراف الشرفاء
ہیں وہ کافروں کے ہاتھوں میں کیسے پھنسے اور ذلیل ہیں اور کافروں کی رعیت
ہونے کو غنیمت سمجھتے ہیں لیکن مسلمانوں کے دل میں ان کی عزت نبی کریمؐ
کی اولاد ہونے سے ہے وہ کافروں کی رعیت ہونے اور ذلیل ہونے سے
نہ جائے گی ۔قندھار کے افغانوں کو بھی اسی قسم کی دنیا کی ذلت تھی ۔ اور
وہ بھی سلاطین صفویہ کے عہد میں تھی ۔اب وہ ذلت بھی نہ رہی لہٰذا کوئی
شکایت کی بات نہیں گذشتہ زمانہ کا حال بیان کیا گیا اور ہرگز یہ عیب نہیں
ہے بلکہ لوگ تو خود بیان کیا کرتے ہیں کہ ہم پہلے زمانہ میں ایسے تھے اب
اللہ برتر نے ہمیں عزت دی ہے ۔بلکہ ایسا ذکر تو اللہ کی نعمت کا بیان کرنا
ہے ۔بمصداق آیۃ کریمہ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اس میں جیسا
بیان کیا گیا اسے یاد کرنا چاہیئے کہ اللہ نے ہمیں ذلت کے بعد عزت عطا
فرمائی ۔یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے معنی میں بھی کوئی دقّت اور شبہ
نہیں ہے ۔جب معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے پیرو شامی وغیرہ باغی ہوئے
چنانچہ اہل سُنت و جماعت کا یہی مذہب ہے اب تو کوئی بھی شبہ نہ رہا
اور یدعوھم الی الجنۃ کے معنی ہیں وہ انھیں حق کی طرف بلاتے تھے۔

اور یدعونک الی النار کے معنی ہیں تجھے باطل کی طرف بلاتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ عمار کے عقیدہ کے موافق اور حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ لوگ اس گروہ کو حق کی طرف بلاتے تھے اور وہ گروہ انھیں باطل کی طرف بلاتے تھے۔ میرے بھائی رفیع الدین کچھ دن سے دو آبہ میں سفر کر رہے ہیں۔ اگر وہ وہاں ہوتے تو سب باتوں کو تحقیق و تفصیل سے لکھتے اور سجع بھی کہہ کر بھیجتے جب وہ آئیں گے اور ان کا عربی سجع آگیا تو ضرور لکھ دیا جاویگا دلائل الخیرات کے اسناد اس وقت موجود نہیں ہیں انشاء اللہ تعالےٰ کبھی فرصت میں تلاش کر کے بھیجدیا جاویگا۔ اور اسلحہ کے تعویذ ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ کو لکھے جاتے ہیں۔ جب لکھے جاویں گے بھیجے جاویں گے اور آپ کے خوف اور ترس کا تعویذ بھیجا جاتا ہے۔ گلے میں ڈالنا چاہیئے۔ اخون زادہ میاں عبداللہ آپ کے بڑے بھائی کہاں ہیں۔ ان کا حال اور دوسرے بھائیوں کا حال مفصل لکھو۔ جب آپ خط لکھیں تو ان کے حالات تفصیل سے لکھئے۔ اور سب کو سلام کہہ دیجئے۔

(۲۸) فضائل مآب حاجی الحرمین اخون زادہ عبداللہ و عبدالرحمٰن سلمہ اللہ تعالےٰ۔ فقیر عبدالعزیز کی طرف سے سلام مسنون الاسلام اور ترقیٔ دارین کے لئے دعائیں پہونچیں۔ تمہارا خط مع نمط ملا۔ تمہاری اور تمہارے بھائیوں کی خیریت معلوم ہوئی خدا کا شکر ادا کیا گیا۔ اور طبیعت کو اطمینان ہوا فقیر ہمیشہ دوستوں کے لئے خاص طور پر تمہارے لئے کہ حاجی محمد سعید مرحوم کی یادگار ہو دعاگو اور خیرخواہ ہے۔ ملاقات کا اشتیاق جب کہ لکھا ہے۔

کیوں نہ ہو مثل مشہور ہے باپ دادا کی محبت دنیا کی قرابت داری ہے
حاجی صاحب مرحوم کی محبت مجھے حد سے گزر گئی تھی۔ البتہ اصل کے
حالات فروع میں سرایت کئے ہوئے ہیں اور ہمارا دل پھر تمہارے دیکھنے
کو چاہتا ہے لیکن اللہ تعالے خیریت واطمینان کے ساتھ عمل میں لائے ۔
اس معنی (ملاقات) کے واقع ہونے تک تعلیم دو اس کے مشاغل سننے
سے جو تم رکھتے ہو مجھے خوشی ہوتی ہے اور ہم اس بات کے خواہشمند
ہیں کہ اللہ تعالے تم کو ظاہر و باطن میں اپنے نیک بزرگوں کے پسندیدہ رویئے
پر قائم رکھے ۔ تم نے لکھا تھا کہ حافظ معین الدین کے ذریعہ سے ایک خط
بھیجا ہے جس کا جواب اس طرف سے نہیں بھیجا گیا ۔ تمہاری طرف سے حافظ
معین الدین کے ذریعہ کوئی خط نہیں آیا تھا لیکن بہت دن ہوئے ایک
دوسرے ذریعہ سے ایک خط پہنچا تھا اور ہم نے اس کا جواب بھی بھیجدیا
تھا ۔ اغلب ہے کہ پہنچا ہوگا اور اس کا بھی احتمال ہے کہ راستہ میں ضایع
ہو گیا ہو ۔ بہر حال ہم کو اپنے حق میں دعاگو سمجھو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# بنام منشی محمد نعیم خاں

منشی صاحب عالی مراتب زبدۂ اہل اخلاص خلاصہ ارباب اختصاص اللہ تعالےٰ محفوظ رکھے' دنیا اور آخرت میں برکتیں نازل ہوں۔ فقیر عبدالعزیز کی طرف سے سلام مسنون اور دعائے نزدیک کے بعد معلوم ہو کہ آپ کا محبت آمیز خط میر سید احمد صاحب (اللہ ان سے مسلمانوں کو نفع بخشے) کے مکتوب کے ساتھ ملا اور سوال بھی تفصیل سے معلوم ہوا میرے دوست اس قسم کا قصہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بھی ان کے دوستوں کو پیش آیا تھا کہ ان کے بلند مرتبے ان پر ظاہر ہو جاتے تھے۔ اور دور دراز کے وعدے غیب سے ان پر ظاہر ہو جاتے تھے۔ لوگوں نے یہی بات پوچھی سید الطائفہ نے فرمایا کہ تلک خیالات تربی بھا اطفال الطریقہ یعنی یہ خیالات بے اصل نہیں ہیں بلکہ خدا کی طرف سے ان لوگوں کے لئے ہوتے ہیں کہ جو طریقت میں تربیت حاصل کرتے اور کسی شخص کے تابع ہوتے ہیں جو اُن کو خدا کی طرف دعوت دیتا ہے۔ ان کی ایسی مثال ہے کہ جس بچے کو مکتب میں لے جاتے ہیں تو استاد یا ماں باپ اس سے اچھے اچھے وعدے کرتے ہیں کہ تیرے لئے ہم نے اچھا لباس بنایا ہے اور مٹھائی تیار کی ہے اور تمہیں ہم فلاں اچھی چیز دیں گے اور ہم تم سے بہت خوش ہیں۔ اور تمہارے لئے چاندی کی تختی بنوائی ہے۔

وعلیٰ ہذا القیاس پرانے بزرگوں اور اولیائے کرام مثلاً غوث اعظم قدس سرہ
اور دوسرے بزرگوں سے مغفرت کے وعدے، متبعین اور مریدوں کے لئے
جنت اور ان کے طفیل سے تمام مخلوق پر نظر رحمت کی روایات منقول ہیں۔
اور وہ سب وعدہ سچ ہوئے مشہور حدیث میں آیا ہے کہ اس امت میں
چالیس ابدال ہیں کہ ان سے کوئی زمانہ خالی نہیں ہوتا ہے بہم یُمْطَرُوْنَ
اہل الارض وبہم ینصرون وبہم یرزقون، کہ دنیا والوں
کے لئے ان کے طفیل سے بارش ہوتی ہے نصرت اور رزق حاصل ہوتا ہے پس کیا
تعجب ہے کہ ان مراتب میں سے چند مرتبے میر سید احمد کو بھی حاصل ہو گئے ہوں
اور ان میں سے ان کے معاصرین کو بھی کچھ اثر پہنچا ہو۔ غرض کہ اس کا انکار اچھا
نہیں ہے بلکہ انتظار کرنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ ان وعدوں کے اثرات کو
ظاہر فرما دے پس یہ سب باتیں سچ ہیں۔ ترقی دارین کے سوا اور کیا
لکھوں۔

---

## بنام مولوی نور محمد صاحب

مولوی صاحب مجمع کمالات و مناقب اور برپا دارندہ احکام شریعت
مولوی نور محمد صاحب سلمہ۔ سلام مسنون کے بعد فقیر عبد العزیز التماس
کرتا ہے کہ آپ کا خط جس میں توحید وجودی اور توحید شہودی کا مسئلہ
دریافت کیا ہے          اور دہشتناک باتوں کا انکار کیا ہے ملا۔
مہربان من حقیقت امر یہ ہے کہ صوفیہ کرام قدیم سے اس مسئلہ کی طرف

اشارہ کرتے تھے اور اس کی تاویل بھی حکایت سے ہوسکتی تھی اور کبھی ظاہر پر محمول کی جاتی تھی چنانچہ اپنے چند بزرگوں سے نقول لکھتے ہیں۔ لیکن پانچسو سال سال بعد کہ طبقہ سلف گذر گیا ان حضرات کے دو فرقے ہوگئے۔ اور کثیر جماعت نے ان اشارات کو تشبیہ سمجھ کر اس کے قائل ہوئے کہ وجوب اور امکان و قدیم و حادث و مجرد و جسمانی و مومن اور کافر و طاہر و نجس کے مراتب میں وجوب وجود واحد ظاہر ہے لیکن شریعت نے جو احکام سب اور ظاہر کے احکام میں فرق ضروری ہے مومن کے لئے نجات اور کافر کے لئے قتل اور قید کا۔ اور یہی حالت تمام متضاد صفتوں میں ہے۔ چنانچہ کہا ہے ...

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد  گر فرق مراتب نکنی زندیقی

اور شریعت کے ظاہر احکام بھی اسی فرق سے وابستہ ہیں کیونکہ بیاہی عورت حلال اور غیر منکوحہ حرام ہے۔ باپ کی تعظیم ضروری ہے اور بیکار کا فر واجب التحقیر۔ احکام میں فرق نہ کرنا اور محض وحدت وجود کا لحاظ رکھنا خلاف شریعت اور الحاد اور بے دینی ہے اور اسی طرح وجود کو جو خیال میں عین ذات حق ہے باوجودیکہ وہ مختلف مظاہر میں ظاہر ہے لیکن ذات محض میں ہر نقص سے پاک صاف اور کمالات سے متصف جانتے اور یہ بھی یقین کرتے کہ کثرت کے مراتب کے نقائص اس پر عائد نہیں ہوتے۔ مثلاً شعاع آفتاب باوجودیکہ نجاستوں پر پڑتی ہے مگر وہ نجس نہیں ہوتی اور مفہوم انسانی کی حقیقت اگرچہ مسلمانوں و کافروں و صالح و بدکار افراد، عالم و جاہل میں ظہور کرتی ہے لیکن خود نقصان قبول نہیں کرتی اور اکثر صوفیوں اور

مشہور علماء نے اسی طریقہ کو اختیار کیا ہے اور اس بارے میں رسالے اور کتابیں لکھی ہیں ان میں سے قابل اعتماد ذو ہیں جو سلسلہ قادریہ کے شیخ اکبر محی الدین بن العربی و شیخ صدرالدین قونوی و شیخ عبدالکریم جیلی شیخ عبدالرزاق جھنجانوی و شیخ امان پانی پتی نے اور سلسلہ کبرویہ کے مولانا جلال الدین رومی اور شمس الدین تبریزی نے اور سلسلہ سہروردیہ کے فریدالدین عطار نے اور سلسلہ چشتیہ کے سید محمد گیسو دراز نے اور سید جعفر مکی نے۔ اور سلسلہ نقشبندیہ کے حضرت خواجہ عبیداللہ احرار و ملا نورالدین جامی اور ملا عبدالغفور لاری اور حضرت باقی باللہ کابلی نے لکھی ہیں۔ اور اسی خیال کے شیخ عبدالرزاق کاشی اور شمس الدین فنازی و قیصری و سعیدالدین فرغانی ہوئے ہیں اور ان بزرگوں کی تصانیف موجود اور مشہور ہیں چنانچہ وہ آپ کے ملاحظہ سے گذری ہوں گی دوسری جماعت ان اشارات کو تصریف بیان اور مستی پر محمول کرتے ہیں اور وحدۃ وجود سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بعض وقت سالک کی نظر میں وحدۃ وجود آتی ہے مگر حقیقت میں نہیں ہوتی چنانچہ آفتاب کی روشنی میں ستارے بے نور ہو جاتے ہیں اور نظر نہیں آتے حالانکہ موجود ہوتے ہیں اور نور بھی رکھتے ہیں لیکن دن کے وقت نور آفتاب کے غلبہ کی وجہ سے انکا نور ماند ہو جاتا ہے اور یہی حال چراغ کا مشعل کے سامنے ہے۔

ہاں اگر کوئی ایک طریقہ کی تقلید میں غلو پیدا کرے اور فرق مراتب کو بھی نظرانداز کر دے اور اعتدال کو چھوڑ کر عابد کو معبود اور حادث کو قدیم اور ملوث کو منزہ اور حرام کو حلال اور نجس کو پاک سمجھے تو وہ ملحد اور

زندیق ہو جاتا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جس گروہ نے خالص توحید کی راہ اختیار کی ہے اون کی توحید محض مشاہدہ اور نظر میں ہے نہ وجود میں۔ اور یہ مذہب شیخ علاء الدین سمنانی اور قدما کی دیگر جماعتوں کا اور امام احمد ربانی اور ان کے متبعین کا ہے اور ان حضرات کے اس عقیدہ کے ثبوت میں بہت سے رسالے اور کتابیں لکھی ہیں جیسا آپ کو معلوم ہوگا۔ پس ہم لوگوں کو جو اس اختلاف کے بعد پیدا ہوئے ہیں ان دونوں طریقوں میں سے کسی ایک سے علیحدگی اور دوسرے اعتقاد میں ہو سکتا۔ پس ہمارے لئے یہی راستہ ہے کہ جس طرح ہم اربعہ مذاہب میں حق کو دائرہ سمجھ کر کہتے ہیں کہ مذہب حنفی صحیح ہے جس میں خطا کا احتمال ہے اور دیگر مذاہب شافعی مالکی وغیرہ غلط اور اس میں صحت کا احتمال ہے اسی طرح ان دو مذہبوں توحید وجودی اور توحید شہودی میں ایک کی دلیل کو مرجح جان کر دوسری کو گمراہی اور بے راہی نہیں ماننا چاہیئے کیونکہ اس سے بہت سے بڑے علما اور مشائخ کی گمراہی اور تکفیر لازمی آتی ہے۔ یہ اختلاف سُنی و رافضی یا سُنی و خارجی کے اختلاف کے مانند نہیں ہے کہ تکفیر اور تذلیل دونوں میں سے کس طرف کی کیجاوے۔ ہاں یہ اختلاف مذہب اربعہ کے اختلاف کی مانند ہے۔ ہاں اگر توحید وجودی کے قائلوں میں سے کوئی اعتدال سے بڑھ جاوے اور الحاد اور زندقہ کے درجہ پہ پہنچے تو وہ بے راہ اور گمراہ ہے اور اسی طرح توحید شہودی کے قائلوں میں سے اعتدال کی راہ سے نکل کر علما اور صوفیہ کی جماعت کثیر کی تکفیر اور تذلیل کرے وہ بھی قابل طعن اور ملامت ہوگا۔ یہ ہے اس معاملہ کا

لب لباب ۔ میاں رمضان صاحب کے حال کو دیکھا چاہیئے ۔ اگر وہ پابند شریعت ہیں اور لوگوں کو نماز و روزہ و تلاوت قرآن و ذکر و رجا و خوف صلاح و تقویٰ کی طرف بلاتے ہیں تو وہ الحاد و زندقہ سے بہت دور ہیں اور اگر معاذ اللہ احکام شریعت کی پابندی نہیں کرتے ہیں اور اگر آدمیوں کو اباحت اور بے دینی کی طرف بلاتے ہیں تو ضرور تحقیر اور تذلیل کے قابل ہیں ۔ اور کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں چند اسباب ہیں جو موجب کفر ہیں اور ایک وجہ عدم تکفیر کی ہے پس مفتی پر لازم ہے کہ وہ عدم کفر کی طرف مائل ہو ۔ سوائے اس صورت کے کہ قائل نے خود وجہ کفر کی تصریح کر دی ہو ۔ فتاویٰ عالمگیری میں مرقوم ہے

## بنام حافظ مصری صاحبؒ

حافظ صاحب مہربان والی مراتب مجمع حسنات و مناقب حافظ مصری صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ۔ فقیر عبد العزیز کی طرف سے بعد ابلاغ سلام مسنون معلوم ہو کہ آپ کا خط بابت مسئلہ وحدۃ وجود اور اس کے انکار کرنے پر جو معاملہ میاں محمد مفضل صاحب اور مولوی نور محمد صاحب کے درمیان ہوا ، ملا ۔ مہربان من توحید وجودی کے قائل اکثر اولیاء اللہ ہیں جو اہل سنت و جماعت کے خواص سے ہیں ۔ اور صرف نالیقہ سے ہیں چنانچہ ان میں سے بعض کے نام نور محمد صاحب کے خط میں لکھے ہیں ۔ پس جو توحید وجودی کے قائل ہیں انہیں کافر کہنا اور ان کے پیچھے نماز ادا کرنے سے پرہیز کریں اور ان سے شادی بیاہ نہ کرنا اور ان کا ذبیحہ نہ کھانا ہرگز جائز نہیں

بلکہ انھیں مسلمان اور اہلسنت جاننا چاہیئے۔ اور ان سے سلام اور چھینک کے جواب اور مریض کی مزاج پرسی اور نماز جنازہ اور دعائے مغفرت میں اہل سنت مسلمانوں کا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ ہاں توحید وجودی کا اعتقاد اسلام کے ضروری اعتقادات میں داخل نہیں ہے۔ اگر کوئی اس پر اعتقاد نہ رکھے اور اسے نہ جانے تو اس کے اسلام میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ لیکن یوں اولیا اللہ کی جو توحید وجودی کے قائل ہیں ان کی تحقیر و توہین اور تکفیر و تذلیل نہیں کرنی چاہیئے اور عوام الناس کے لئے یہ بہتر ہے کہ وہ اس مسئلہ کے اثبات اور انکار میں خاموش رہیں اور اس مسئلہ میں بحث و تکرار نہ کریں۔ کیونکہ ہر شخص کی عقل اس مسئلہ کو نہیں سمجھ سکتی۔ اور کتاب "بلبل باغ نبی" کے ابیات میں وہی الفاظ ہیں جو مولانا جلال الدین رومی و شیخ فریدالدین عطار و فخرالدین نے استعمال کئے ہیں لیکن ان الفاظ کو عوام کی مجلس میں بیان نہ کرنا چاہیئے۔ تاکہ وہ کم فہمی سے فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ اور قدماء صوفیہ کے اصطلاحات میں حقیقۃ الحقائق آیا ہے جو شرع میں نہیں آیا۔ اہل سنت کے ہر فرقے میں بعض اصطلاحیں ایسی ہیں جو شرع میں مستعمل نہیں ہے۔ مثلاً متکلمین اہل سنت کے اصطلاح میں واجب الوجود۔ اور اہل سنت صوفیہ کی اصطلاح میں وجود مطلق۔ قیصری و فرغانی اور مولانا جامی کے کلام میں بہت آیا ہے۔ اور شرع میں نہیں آیا ہے پس ان لفظوں کا اطلاق اگرچہ بدعت ہے۔ لیکن بدعت سیئہ نہ ہوگا کیونکہ اس کا استعمال بہت سے مقدس اور متقی عالموں نے کیا ہے۔ شاہ محمد رمضان صاحب جو لوگوں کو نماز پڑھاتے ہیں اور لڑکیوں کے قتل اور بہنی اعمام آقارب

کے نکاح کی حرمت اور ذبح بغیر اللہ اور کفر کی رسموں سے منع کرتے ہیں۔
بالکل خیر اور ٹھیک ہیں اس میں انھیں روکنا نہ چاہیئے بلکہ ان احکام کے
رائج کرنے اور شہرت دینے میں کوشش کرنا چاہیئے کیونکہ سنت کے قائم
کرنے اور بدعت کے مٹانے میں بہت ثواب ہے۔ اور مولوی نور محمد نے
مسلمانوں کی جماعتِ کثیر کے سامنے جس میں میں بھی تھا وحدۃ وجود کے
قائلوں کی طعن تشنیع سے بالکل انکار کیا اور فرمایا کہ اگر دانستہ یا نادانستہ بھول
وچوک سے کوئی بات اس قسم کی زبان سے نکلی ہو تو میں اس سے توبہ نصوح
کرتا ہوں۔ میں نے زیادہ تر مخالفت اس امر کی کی کہ یہ مسئلہ عوام کی زبان پر
رائج اور شائع نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ وہ اس مسئلہ کی حقیقت کو دریافت
نہیں کرتے۔ اس حالت میں یہ ضروری ہے کہ اس نواح میں منادی کیجاوے
اور اشتہار دیا جاوے کہ اس مسئلہ کے اقرار یا اثبات میں کوئی گفتگو نہ کیجاوے
اور اس مسئلہ کو زبان پر نہ لاوے۔ جو اس پر عمل نہ کرے گا اسے سزا اور سرزنش
کیجاوے گی اور مسلمان آپس میں شیر و شکر کی طرح مل جل کر رہیں اور دین کے
ضروری کاموں میں جن کا تعلق عقیدہ اور عمل سے ہے اس میں مشغول رہیں
والسلام

## بنام شاہ غلام علی مجددی

شاہ صاحب عرفان مراتب سلمکم اللہ تعالٰے بعد سلام مسنون معلوم ہو کہ
آپ کا خط ملا جس میں آپ نے اس مدرسہ میں چند روز سے فرنگی کی نوکری

عہدہ مفتی قبول کرنے کی خبر سن کر متفکر ہونے کا حال لکھا ہے۔ کچھ خبر تو صحیح ہے اور کچھ صحیح نہیں۔ اصلی بات یہ ہے کہ مولوی رعایت علی خاں فرنگی کے مختار کار بہت آمادہ ہیں اور بار بار مجھے لکھا کہ ایک عالم جو متدین ہو اور رشوت خور نہ ہو اور فقہی مسئلوں سے خوب واقف ہو میرے پاس بھیج دیجئے تاکہ میں ہر واقعہ اور حادثہ میں فقہ کے بموجب فیصلہ کر سکوں۔ یہاں سے یہ لکھا گیا کہ آپ فرنگی کے نوکر اور دبے ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ خلاف شریعت احکام کی تعمیل کا حکم دیں اور اور ایسی حالت میں اس شخص کو فرنگیوں سے ملنے کی ضرورت پڑے اور امور اسلام میں سستی کا باعث ہو۔ وہاں سے بڑی تاکیدوں کے ساتھ تحریر آئی کہ اس شخص کو فرنگیوں سے ملنے کی قطعاً ضرورت نہ ہوگی اور نہ انھیں خلاف شرع حکم کی تکلیف دی جاوے گی بلکہ شہر میں ایک علیحدہ مکان میں قیام کریں گے اور شرع محمدیؐ کے مطابق بے کھٹکے حکم کریں۔ ان تحریرات کے موصول ہونے پر اس پر غور و فکر کیا گیا کہ کافروں کے ساتھ ایسا تعاون عمل جس سے شرعی احکام کا رواج متصور ہو شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں اللہ تعالےٰ کی جانب سے یہ آیت دل میں آئی (سورۂ یوسف) قال الملک استونی..... انی حفیظ علیم۔

بیضاوی نے کہا کہ اس آیت میں کافر سے ملازمت چاہنا اور اسکے متعلق مدد کرنا اور ملازمت کرنا جبکہ خلق پر اقامت حق اور سیاست کی کوئی راہ نہ ہو سوائے اس کے اس کے جواز کی دلیل ہے۔ یہ تو شریعت سے تعلق رکھتا ہے۔ رہا طریقت کی بابت تو ترک و تجرید اور فقر کا اختیار کرنا۔ اور

کسب کو چھوڑنا منجملہ طریقوں میں اس شخص کے لئے ہے جو اپنے اختیار سے اس
ترک کو اپنے اوپر لازم کرے اور کسی کے ہاتھ پر اس عہد کی بیعت کرے۔ جبتک
کوئی شخص ایسے فقیر کا التزام اور اس پر عہد نہ کرے اور دنیاوی علائق سے
تعلق اور ملازمت کرنے کے باوجود اسے مشغولی باطن ذکر و فکر کرنے سے
اور مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ بالجملہ کسب معاش اور تعلق کی اجازت ہے۔
یہ طریقت میں حرام نہیں ہیں ورنہ قاضیوں اور دیگر اہل پیشہ کو طریقت کی تعلیم
دینا جائز نہ ہوتا۔ حالانکہ اس فرقہ کے بہت اشخاص اولیائے اکابر ہوئے ہیں
اور تکمیل اور کمال کے درجہ پر پہنچے ہیں۔ پھر ایک مبتدی کا کیا ذکر ہے۔ اس
طریقت میں ترک اور تجرید قصد اور ارادے سے ہوتی ہے اور وہ بھی چند
شرطوں کے ساتھ۔ یعنی بال بچے نہ ہوں اور والدین نہ ہوں کیونکہ ان کی خدمت
فرض ہے اور قرابت دار نہ ہوں جن پر شفقت واجب ہے۔ بس قابل غور یہ
ہے کہ اس میں کافروں کی صحبت اور حدود اسلام میں سستی یا کفر کی رسوم میں
ان کی موافقت یا ان کی خوشامد یا کذب یا دیگر مفاسد کا کوئی خوف اور اندیشہ
نہیں ہے جو مالدار مصاحبوں کو لاحق ہوتا ہے پس یہ شریعت اور حقیقت دونوں
میں بلاشک وشبہ مباح ہے۔ مثلاً ہم نے سنا ہے اور دیکھا ہے کہ خدمتگار اور
بعض اصحاب اور اولیائے معلم گری کرتے تھے اور یہودی بچوں کو پڑھاتے تھے اور
عمدہ بشارات حاصل کرتے تھے۔ پھر ایسے شخص کا کیا ذکر ہے جس نے ابھی اس
وادی میں قدم نہ رکھا ہو اور ترک اور تجرید کو اختیار نہ کیا ہو۔ ان امور مرقومہ
کی بنا پر یہ تجویز کیا گیا تھا کہ مولوی عبدالحی صاحب یہاں سے جاویں اور گھر

برائیاں نہ ہوں جن کا وہم وگمان ہے تو خیر ورنہ بدشت آویں۔ جب اتنا معلوم ہوا تھا تو دل میں برافروختگی نہ ہونی چاہیئے تھی اور امادین نشین ہوا چاہیئے تھا کہ بس نے بھی عمر بھر ان مذکورات میں عرف کی ہے اور اپنے آباؤ اجداد کی وضع کو دیکھا اور شناسا ہے۔ دفعتہً کوئی ناپسندیدہ حرکت بلا تحت شرعی اور حقیقت کی بات بلا سوچے سمجھے نہ ہوگی جو کہ وہ اور بری ہوں نہ اپنے لئے اور نہ دوسروں کیلئے تجویز کی جاسکے گی۔ زیادہ کیا لکھوں۔ والسلام۔ والاکرام۔

(م) شاہ صاحب عرفان مراتب اللہ آپ کو سلامت رکھے سلام مسنون کے بعد واضح ہو کہ معارج القدس امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ نفس اور اس کی قوتوں کی شناخت اور اس کے اخلاق کے سنوارنے اور انکے فساد کی درستی کے بارے میں بنظر یہ حکمت کے طور پر بیان کئے گئے ہیں اور اسمیں تھوڑا سا آمیزش تصوف اور سلوک کے قواعد کی بھی ہے۔ اور کتاب الطاف القدس فی معرفۃ النفس ولی نعمت علیہ الرحمۃ کی تصنیف ہے اس میں تصوف اور سلوک کے قاعدوں کے مطابق لطائف نفس کی شناخت کرنا ہے۔ بالفعل یہ دوسرا طریقہ زیادہ فائدہ مند اور سہل ہے۔ اگر مطالعہ کرنا چاہتے ہیں تو الطاف القدس کو پڑھیئے کتاب معارج القدس میں انتہائی دشواریاں ہیں۔ اور اس زمانہ میں اس کے مطالب پر غور کرنا مشکل ہے۔

دعائے مراتب عرفان و کمال کے سوا کیا لکھوں۔

والسلام

---

لے شاہ ولی اللہ دہلوی

## بنام مولوی امین اللہ صاحب

مولوی صدرالدین صاحب جو اس شہر (دہلی) کے نامور فاضل ہیں، اکثر علوم عقلی و نقلی، عربی ادب، اصول، فقہ، کلام اللہ، فنون فارسی میں سب مہارت رکھتے ہیں۔ اور فقیر کے یہاں اکثر علوم نفیسہ انہوں نے حاصل کئے ہیں۔ اس طرح انکی ارادت اور تعلق فقیر کے ساتھ موروثی ہے۔ ان کے دادا معتبر فاضل اور میرے والد ماجد (شاہ ولی اللہ دہلوی) کے خاص دوست اور شاگرد تھے۔ اس وقت (مفتی صدرالدین) چند معاملات کی وجہ سے کلکتہ آرہے ہیں، انشاءاللہ تعالے آپ سے ملاقات ہوگی ان کے معاملات کے متعلق۔ ملاقات اور اعزاز و کرام میں جس قدر ممکن ہوسکے رعایت کیجئے۔

## بنام شاہ اہل اللہ دہلوی

اللہ تعالے سکھ اور مرہٹوں کو ہماری طرف سے مزہ چکھائے بہت برا مزہ بہت جلد بلاتاخیر و مہلت کے ان شریروں نے اللہ کی بہت سی مخلوق کو شہید کرڈالا اور غریب گڈریوں تک کو اپنے ظلم وستم سے ستایا ہر سال بیہاری بستیوں اور شہروں پر چڑھائی کرتے ہیں اور ہم پر صبح و شام حملہ کرتے رہتے ہیں آیا کوئی پناہ گزینوں کے لئے پناہ گاہ ہے اور آیا فریادی کے لئے کوئی فریاد رس ہے۔ جس کے دل میں خوف خدا اور انصاف ہے۔

(۲) اللہ تعالے اس ملک سے ان کو نابید فرمائے یہ بدترین دشمن

ہیں اور غول بیابانی ہیں۔ میں اپنا ان لوگوں کا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔
اس امید پر کہ وہ ہماری حفاظت کرے گا۔
(۳) پھر معلوم ہوا کہ ملک تباہ و برباد ہو رہا ہے ظالموں، اور بدمعاشوں
کے ہاتھ سے۔ آپ پر غالباً یہ مخفی نہ ہوگا۔ ــــــــــ جو کچھ
قوم سکھ نے کیا ہے جو نشان نحوست ہیں۔

---

## بنام مولوی عبدالرحمن صاحب

اخون زادہ مولوی عبدالرحمن صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ۔ آپ کا خط ملا
........ فقیر چند سال سے طرح طرح کی بیماریوں کی کثرت سے نقہ
کی کتابوں کی طرف رجوع کرنے سے محروم ہے اور بینائی نہ رہنے کی وجہ سے
کسی کتاب کا مطالعہ نہیں کر سکتا ہوں لہٰذا کتابوں کے جمع کرنے کو بیکار سمجھ کر
بند کر دیا۔ لیکن جو دیکھا یا سنا وہ یاد ہے۔ آپ نے دریافت کیا ہے کہ گینڈے
کی بابت کیا حکم ہے۔ شیخ الاسلام نے صیدیہ میں دو حکم نقل کئے ایک قول
یہ ہے کہ گینڈا حرام ہے کیونکہ وہ انسان اور دوسرے جانوروں پر حملہ کرتا
اور مار ڈالتا ہے اگرچہ گوشت نہیں کھاتا ہے۔ پس اس میں درندگی کی صفت
پیدا ہوئی اور سب درندے حرام ہیں۔ اور کتاب حیات الحیوان میں لکھا ہے
کہ گینڈا انسان کا سخت دشمن ہے۔ انسان کی آواز سن کر اس کا پیچھا کرتا
اور مار ڈالتا ہے۔ اگرچہ اس میں سے کچھ نہیں کھاتا۔ یہی مستطرف میں ہے۔

دوسرا قول جو نقل کیا ہے یہ ہے کہ وہ حلال ہے کیونکہ وہ گھاس اور پتی کھاتا ہے اس لئے وہ چرند دل میں ہے درندہ نہیں ہے ۔ اس وقت کتاب حمیدیہ موجود نہ تھی کہ اس کی عبارت نقل کیجاتی لیکن عبارت کا مضمون یقیناً یہی ہے اور کتاب حیات الحیوان میں کمال الدین موسیٰ اور میری شافعی کے قول اس کے حرام ہونے کے بابت درج ہیں ۔ یہ کتاب بھی نہ ملی جو عبارت نقل کیجاتی ۔ لیکن یہ یاد ہے کہ کرگدن کو حمار ہندی بھی کہتے ہیں ۔ لیکن کرگدن مشترک ہے اس جانور اور ایک دوسرے جانور میں جو اس سے چھوٹا ہوتا ہے اور بھینسے کی شکل کا ہوتا ہے ۔ اور آثار کی ایک صحیح روایت ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضؓ نے کوفہ میں حلال ہونے کا حکم دیا تھا ۔ بعض بڑے علمار کو اشتباہ پیدا ہوا اور انہوں نے اس کے حلال ہونے کا فتوی دیا ۔ اور حقیقت حال اللہ ہی کو معلوم ہے ۔ اور آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ جانور تین جانوروں سے مشابہ ہے ۔ اُسکا بدن اور پیر فیل کی مانند ہیں اور اس کا وسط بھینسے کی مانند ہے اور اس کے منہ میں جو دانت ہیں اور سر پر جو سینگ ہے اس سے سُوّر سے مشابہت پیدا ہوتی ہے ۔ اور کتابوں میں صاف طور پر لکھا ہے کہ جب حلال اور حرام جانوروں کی مشابہت پیدا ہو تو اس جانور کی صورت پر حکم دیا جائے گا جس سے زیادہ مشابہ ہو ۔ اگر حلال جانور سے زیادہ مشابہ ہے تو حلال ہے اور اگر حرام جانور سے زیادہ مشابہ ہے تو حرام ہے ۔ چنانچہ بھیڑیئے اور بکری سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے یہی حکم لگایا جاتا ہے ۔ چونکہ کرگدن میں فیل اور خوک سے مشابہت موجود ہے اس لئے اس کے حرام ہونے کا حکم بہتر اور مناسب تر ہے اور یہ مقررہ

قاعدہ ہے کہ جب حرام اور حلال جمع ہوں تو حرمت کا حکم ہے۔ (اسکا قول ختم ہوا) فقیر توفیق اللہ تعالیٰ سے کہتا ہے کہ فتاوی رحمانی میں مذکور ہے کہ فیل اور گرگدن امام اعظم اور امام ابویوسف کے نزدیک حلال ہیں۔ اور امام محمد کے نزدیک حرام۔ یہ ذخیرہ سے نقل کیا ہے اور یہ دونوں طرف کی دلیلیں بیان کی ہیں۔ لیکن یہ مخالف ہدایہ کے ہے کیونکہ بیع فاسد کے باب میں لکھا ہے کہ امام محمد فیل کو نجس العین کہتے ہیں اور اس کی خرید و فروخت کو جائز نہیں سمجھتے اور یہی رائے گرگدن کے لئے ہے۔ امام اعظم اور امام ابویوسف کا کہنا ہے کہ ہاتھی درندہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فیل اور گرگدن دونوں حرام ہیں۔ کھانا نہیں چاہیئے۔ اگرچہ اس کی خرید و فروخت دونوں اماموں کے نزدیک جائز ہے۔ پس کوئی اس کے کھانے کا حکم دے، جائز نہیں ہے۔

## بنام شخصے

مہربان من اکثر اسلامی فرقوں میں اور اہل سنت کے نزدیک یہ مسلّم ہے کہ انسان کے بدن یعنی پریشان روح میں جن و شیاطین تصرف کرتے ہیں اور اس کے نام ہی سے اس امر کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ عربی میں اسے صرع الجن کہتے ہیں۔ اور عام طور سے آسیب اور خبط کہتے ہیں۔ چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں اس آیت کے تحت میں یتخبطہ الشیطان من المس مذکور ہے اور اکثر مسلمان یہ مانتے ہیں کہ تقدیر الٰہی کے ماتحت

شیطان کو مرگی و قتل و ایذار سانی کی قدرت ہے اور مسئلہ میں فرقہ معتزلہ کے
سوائے کسی کو مخالفت نہیں ہے۔ اور معتزلہ نے اس آیت کی رکیک
توجیہات کی ہیں جو اپنی تفاسیر میں درج نہیں اور انہیں نقل کرنا فضول ہے۔
چاروں انجیلوں میں بھی پندرہ حصے آسیب و جن کے لکھے ہیں جو دم عیسیٰ سے
بدنوں سے نکلے۔ اور تھوڑا بہت اس بارے میں حدیث میں بھی ہے۔ اب
ہم اصل مسئلہ کی طرف آتے ہیں۔ آیا انسان مرنے کے بعد تصرف کرتا ہے یا نہیں
اس مسئلہ میں علماء اہلسنت مختلف الرائے ہیں۔ اکثر محققین نے مرنے کے بعد
انسان کا تصرف تجویز کیا ہے اور بعض نے اس سے انکار کیا ہے۔ ان انکار
کرنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ اگر انسان بھی یہ کام کرے تو اس کی حقیقت جن
کی حقیقت میں منقلب ہو جائے گی اور حقائق کی تبدیلی محال ہے۔ اور اگر
انسان صالح ہے تو وہ اس قسم کا ظلم اور ایذار سانی کیسے کر سکتا ہے۔ کیونکہ
نیکی کے خلاف ہے اور اگر وہ فاسق یا کافر ہے تو وہ موکلانِ عذاب سے اس
عمل کے لئے کیسے فرصت پاتا ہے۔ لہٰذا مجوزین اس بارے میں دو گروہ ہیں۔
ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ انقلاب نہیں ہے بلکہ آخرت کا مسخ ہے۔ جسکی
اصلیت آخرت، اور مرنے کے بعد بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے۔
جامع صغیر سیوطی میں متعدد کتابوں سے اور معراج منافی کے تحریر میں آنحضرتؐ
سے نقل کیا ہے کہ میں نے بہت سے پوشیدہ شیاطین کی کمائی کو دیکھا جنہوں
نے اس مردہ کے کفش کو یکبارگی پکڑ لیا جو حالت ناپاکی میں مرا تھا لیس میں نے
اسے ان کے ہاتھوں سے چھڑا دیا۔ یا جیسا کہا گیا ہا اور اس حدیث سے اس قسم

کے معاملہ کی بو دماغ میں پہنچتی ہے۔ جب یہ بات آخرت کے مسخ کی قسم ہوگیا تو عذاب سے خلاصی کا کیا سوال بلکہ یہ بھی عذاب کی ایک قسم ہے جس میں وہ گرفتار ہے۔ علماء حنفیہ ماتریدیہ کا یہی مسلک ہے۔ ملا معین جو ماوراء النہر کے معتمد علماء میں سے ہیں برزخ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ انسان عالم برزخ میں مسخ ہوکر جن ہو جاتا ہے اور یہ اللہ تعالےٰ کا عذاب اور غضب ہے جس پر چاہتا ہے۔ اور کبھی اس طرح پر ہے جیسا کہ گذشتہ زمانے میں سابق اُمتوں میں مسخ ہوکر بندر اور سور ہو جاتے تھے۔ لیکن یہ عذاب اللہ تعالےٰ نے عالم شہود میں اس اُمت مرحومہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے اُٹھالیا باستثناء اس کے جو قیامت کے علامات سے ہوں گے۔ اور صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ قیامت کے قریب اس امت میں مسخ اور زمین میں دھنس جانا اور فحش ہوگا۔ یہ تو برزخ میں انسان کا مسخ ہے۔ اور غالباً یہ کافروں اور ظالم و موذی اور زانی اور متعلم مسلمانوں کا مسخ عاشکر ہے۔ جبکہ وہ حالت جنابت میں مرے یا قتل ہوئے۔ اور یہی حال مرتدوں کا جو بلا توبہ کئے مرے۔ اور ایسے سب لوگ مسخ نہ ہوں گے بلکہ صرف وہ جنہیں اللہ تعالیٰ مسخ کرنا چاہے اور عذاب کرے۔ لیکن صالحین اور ولیوں کا مسخ نہ ہوگا خواہ وہ حالت جنابت میں مریں۔ اور قیامت میں کثرت سے مسخ ہوگا۔ جیساکہ وارد ہوا ہے کہ اصحاب کہف کا کتا بلعم ہو جائے گا۔ اور بلعم کتا ہو جائے گا۔ اور کتا جنت میں جائے گا اور بلعم دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ اور یہی حال اس شخص کے سر کا ہو جو امام سے پہلے سر سجدے میں رکھے یا اٹھائے اُس کا سر گدھے کا ہو جائیگا۔

اور اسی طرح رافضی اور حدیث بنانے والے وغیرہ کا مسخ ہوگا۔ اور دوسری جماعت کا یہ کہنا ہے کہ یہ تو انقلاب ہے اور نہ مسخ بلکہ گوناگوں گروہوں کے آپس میں ملنے سے افعال و حرکات میں مشابہت کی ایک قسم ہے اور اس طرح کی کہ روہیلہ گردی میں بہت سے ہندیوں نے ٹیڑھی پگڑی باندھ کر اور دو زلفیں رکھ کر چند پشتو کے الفاظ سیکھ کر روہیلہ کی وضع بنالی اور معاملات میں سختی اور بلا وجہ مار پیٹ کرتے تھے یہ بھی اسی طرح کی ہے اور بموجب اس کے کہ جس نے جس قوم کی مشابہت پیدا کی وہ اسی قوم سے ہے۔ اور جو انسان جن کا کام کرنے ہیں انہیں عام طور پر خبیث کہتے ہیں اور ہندی میں بھوت کے نام سے پکارتے ہیں اور ان میں کوئی حقیقتاً تبدیلی نہیں ہوتی اکثر علمائے عراق و عرب نے اسی کو مسلک مختار کہا ہے اور وہ سب سے زیادہ قوی اور صحیح ہے بہ نظر دلائل کے۔ اور میرے والد صاحب کا بھی اسی طرف میلان تھا۔ جیسا کہ اس مسئلہ کے بحث کے دوران میں متعدد بار ظاہر ہوا۔ سنہ ۱۲۰۱ھ۔

## بنام امام شاہ صاحب

گرامی منش امام شاہ جیو سلمہ سلام مسنون کے بعد واضح ہو کہ آپ کا خط جس میں چند مطالب تحریر تھے ملا۔ ان کے جواب لکھے جاتے ہیں۔

سوال اول: حنفی فقیہوں کے نزدیک چہارم داڑھی کا مسح فرض ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹھوڑی کے نیچے تر کرتے تھے۔ جب چہارم ریش کا مسح فرض ہے تو ٹھوڑی کے نیچے تر کرنے کی

کیا ضرورت تھی۔ جواب۔ ربع ریش کا مسح فرض ہے اور ٹھوڑی کے نیچے تر کرنا سنت ہے۔ اور اس کا درجہ محض فرض پر اکتفا کرنا بڑھ کر ہے۔ زیرزنخ چہرہ سے علیحدہ ہے لہٰذا اس کا دھونا بھی فرض سے باہر ہے۔ اسی طرح گھنی داڑھی کی ڈھکی ہوئی جلد کا دھونا سنت ہے۔ لہٰذا چہارم ریش کے مسح کے فرض ہونے سے زیر زنخ دھونے کی ممانعت نہیں ہوتی۔

**سوال دوم:** اللہ جل شانہٗ کا دیدار قیامت میں کس طرح ہوگا۔ ذات کی تجلی ہوگی یا صفات کی۔ جواب۔ اس بات کو متوفی نے ایک بڑے رسالہ میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے یہاں اسے بیان کرنا باعث طول ہوگا۔ مختصراً یہ ہے کہ علمائے اہل سنت وجماعت اس پر متفق ہیں دیدار الٰہی جنت میں بے کیف ہوگا۔ یعنی بغیر کسی رنگ شکل و مسافت وسمت کے ہوگا۔ عقلمند اور صاحب کشف محققوں نے اس کی تصویر چند طریقوں پر بیان کی ہے۔ حکیم ابونصر فارابی نے اپنی کتاب فصوص میں لکھا ہے کہ بعض وقت کلی طور پر ایک شخص کے فہم میں آتی ہے یا بہت سے آدمیوں کی سمجھ میں آتی ہے ہوتی ہے۔ اول کو رویت دوسری کو معرفت اور تیسری قسم کو علم کہتے ہیں۔ مختصر یہ کہ بدن سے تعلق رہنے کے وقت خدائے تعالیٰ سے انکشاف قسم ثانی سے ہے۔ اور بدن کے نکل جانے کے بعد یہ معرفت ترقی کرکے اول درجہ میں پہنچ جائے گی اور اسے رویت سے تعبیر کرتے ہیں اور اللہ جل شانہٗ کی قدرت سے ناظر و نظر میں ویسا ہے۔ جوم اور لذات پیدا ہوں گے جو اس ذات مقدسہ کے سزاوار ہے۔ اور اس کی تعبیر کے صرف ابصار اور روایت سے ہوسکتی ہے کیونکہ

کوئی دوسری عبارت کمال ایک چند کی خبر نہیں دیتی۔ اور اس نقل کرنے میں کچھ تبدیلی اور اصلاح کی گئی ہے کیونکہ انہوں نے باصرہ میں جرم اور لذات کا پایا جانا نہیں لکھا ہے۔ اور علماء متفق ہیں کہ رویت اسی ادراک کو کہتے ہیں کہ جو حواس کے ذریعہ سے حاصل ہو۔ محض ادراک قلبی کو نہیں کہتے ہیں۔ چونکہ یہ قول معتزلہ کی تاویل کے مطابق ہوتا تھا لہٰذا یہ دو تین لفظ اضافہ کر دیئے گئے۔ اور بعض دوسروں کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ رویت مشاہدہ میں متحقق ہوتی ہے۔ جبکہ اس چیز کا عکس جسے ہم دیکھ رہے ہیں جائیدیہ پہونچتا ہے اور وہاں سے مجمع النور میں اور وہاں سے حس مشترک میں اور وہاں سے نفس ناطقہ خیالی اور وہمی اور عقلی صورتوں کی تجرید کرتا ہے اور اسی سلسلہ سے نزول کرتا ہے جیساکہ وہم و خیال کے ذریعہ سے معقولات حس مشترک میں اترتے ہیں۔ اور نظر و نیکی حالت کی مشابہت پیدا ہوجاتی ہے۔ لیکن جب تک جلیدیہ (تری جسم) تک نزول نہیں ہوتا حقیقی نظر آنا نہیں کہہ سکتے ہیں اور اس عالم میں کہ نفوس پاکی اور طمانیت حاصل کرکے اپنے پروردگار سے کمال اتصال پیدا کرتے ہیں اس ذات مقدس کی نورانی شعائیں عقلی اور وہمی قوتوں پر سایہ ڈالتی ہیں اور وہاں سے خیال اور حس مشترک میں نزول کرتے ہیں۔ اور فضل الٰہی کے ظاہر ہونے سے انسانی قوت ادراک کی رکاوٹیں مثلاً نیند اور بے حواسی دور ہوجائیں گے اور مجمع النور اور جلیدیہ میں بھی ریزش ہوگی۔ جیساکہ اس دنیا میں خیالات بے جہت و بے مکاں ہیں وہ معائنہ حقیقت بھی جہت و بے مکاں ہوگا۔

ایک اور کا یہ کہنا ہے کہ رویت کے بارے میں جو کچھ مدینہ میں وارد ہوا ہے اسمیں جہت کی نفی اور لوازم جسمانی کی سلب کا کوئی اشارہ نہیں ہے۔ اتنا ہے کہ اس بیان کردہ تجلی کی صورت تمام مظاہر سے دو سبب سے امتیازی صورت رکھتی ہے۔ مگر تمام مخلوقات الہی سے کہ وہ بھی صفات الہی کے مظہر ہیں اسیطرح امتیاز ہے کہ وہاں تو ظہور ذات بعنوان الوہیت ہے اور تمام مظاہر میں بعنوان آفرینش اور اقسام کائنات ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ نے آگ سے یہ آواز "بے شک میں اللہ ہوں اور میرے سوا کوئی معبود نہیں" سنی۔ اور اس جہاں کی کل صوری و خیالی و حسی تجلیات سے امتیاز اس وجہ سے ہے کہ ذات پاک کا ظہور وہاں کائنات معلومہ صورتوں میں کسی صورت ہوگا اور وہ اسمائی عظمت و کبریائی نور و چمک و جمال و صفائے پیوستہ ہوگا اور اس میں ذاتی اور اسمائی کمالات اس درجہ کے شامل ہوں گے کہ اکمل اور اشرف ناظر کے وہم اور عقل میں اس کے سمانے کا حوصلہ نہ ہوگا۔ اور اس میں سے زیادہ تر کا تصور ہی نہیں ہوسکتا۔ اور جو کچھ اہل سنت نے لکھا ہے کہ آخرت میں رویت بے کیف ہوگی اس سے صرف یہ مراد ہے کہ معتزلہ کے لوازم جسمیت کے ثبوت سے جو دشواری پیدا ہوتی ہے اس کو رد کیا جاوے۔ جب تجلی کی حقیقت معلوم ہوجائے تمام اشکالات پاش پاش ہوجاتے ہیں اور اسی وجہ سے بعض اکابر فرماتے ہیں کہ نفس کو شہود میں زبردست استغراق ہونے کی وجہ سے کسی غیر چیز کا یعنی زمان و مکان و جہت اور اپنے وجود اور غیر کے وجود کا احساس نہوگا۔ اسی کو معائنہ بے جہت و بے شکل و بے لوازم جسمیت کہہ سکتے ہیں۔ فی الجملہ

زید اور عمر کے بعض عرضوں ہی کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ ہم نے زید اور عمر کو صریحاً دیکھا۔ جب رویت کے موضوع لغوی شاہد یعنی حاضرین کی سہولت جاری ہے تو اسے غائب کی بابت دور کرنے کی کیوں کوشش کی جاوے اور کیوں لازمی کر لیا جاوے کہ ذات محض کی حقیقت معرا ہے کہ فہم اور ادراک کے تعلق کے احساس اور نظر کی قید میں آ سکے۔ لیکن یہ خواص و عوام کے حق میں تین وجہ سے مختلف ہوتی ہے۔ اولاً نزدیکی اور دوری کے موافق دوسری حجابوں کی کمی اور کثرت کے موافق اور تیسرے اس دنیا میں جو کچھ حاصل کیا اس سے معرفت اور صفات میں جو زیادتی یا کمی ہو۔ اور اس کی تائید میں یہ ہر کہ ذات مقدسہ کے لئے دلی وجدان میں بلاشبہ بدن ارضی کو روح حیوانی کے مقابل میں زیادہ حجاب ہے اور اسی طرح روح حیوانی کے عالم مثال سفلی کے مقابل میں جو جن و شیاطین کا مقام ہے زیادہ حجاب ہے اور یہی حالت عالم مثال سفلی کی بمقابلہ عالم مثال علوی کے ہے جو ملائکہ مقربین کا مقام ہے۔ اور جب عالم مثال میں ترقی کریگا تو اسی عالم کی صورت حاصل ہو جائے گی اور اُسکا بدن ارواح علویہ کا حکم پیدا کرے گا اور جو چیز غیب میں ہے وہاں پیش نظر ہو گی اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہوگی۔ اور اعمال کی حقیقتیں اور فرشتوں کی صورتیں اور جنت و دوزخ کا حال نظر آئے گا۔ اعظم تجلیات الہی کے لئے ناگریز ہے کہ نفس کے اتصال کے مراتب کے موافق ظاہر اور روشن ہو کیونکہ اسی سے تدابیر کا کارخانہ اور قضا و قدر کا فیض اور نبیوں پر شریعت کا نزول اور فرشتوں پر ان ہی کا صدور ہوتا ہے اور قوای روح کی اس پیروی سے اعضا

اس واردات کے لئے آزاد ہو جائیں گے۔ اور یقین ہے کہ چشم دید حالت حاصل ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

**سوال سوم:** کہا جاتا ہے کہ ذات حق اس وقت بھی ویسی ہی ہے جیسی تھی اور اکثر دعاؤں میں آیا ہے کہ پاک ہے وہ ذات جو مخلوقات کے پیدا ہونے اور مٹنے سے نہیں بدلتی۔ اتنی مخلوقات کے ظاہر ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کوئی تبدیلی نہ ہو سمجھ سے باہر ہے۔

**جواب:** حق سبحانہ تعالے سے کائنات کے ظہور کی مثال (اور ہمارے فہم و قیاس سے برتر اس کے لئے مثل ہے) ایسی ہے جیسے آئینہ میں صورتوں کو ظہور۔ آئینہ کا جسم معین ہے۔ اور صفات میں کچھ لازمی و خارجی ہیں (In separable Accidents) اور عارضی خارجی ہیں۔۔۔ (separable Accident) لہٰذا آئینہ کے صفات میں دو قسم کی تبدیلی موجود ہے مگر جو صورت آئینہ میں منعکس ہوتی ہے اسے کوئی دخل ان تبدیلیوں میں نہیں ہوتا اور ان کے ظاہر اور پوشیدہ ہونے سے آئینہ کے ذات اور صفات میں تبدیلی نہیں ہوتی ہے۔

**سوال چہارم:** کافروں نے اپنی زبردستی سے ملک پر قبضہ کر لیا عرصہ دراز تک وہ ملک ان کے قبضہ میں رہا پس وہ ملک کسی وقت اور کتنی مدت میں ان کی ملکیت ہو جاتا ہے۔ اور کن شرائط پر جو کچھ اس ملک سے دیں یا ہبہ کریں وہ حلال ہو۔ اور اگر مسلمان اسی طرح قابض ہوں اور کسی کو دیں تو اس کا لینا جائز ہے۔

**سوال پنجم:** اگر کافر مال منقولہ پر قابض ہو جائیں اور کسی کو دیں تو اس کا لینا جائز ہے یا نہیں۔

**جواب:** اگر کافر مال منقولہ پر قابض ہو کر اپنے شہر اور گھر کو لے جاویں مالک ہو جاتے ہیں اور اگر ملک پر قبضہ کرتے ہیں تو اس میں اختلاف کہ یہ ملک کب دارالحرب ہو جائے گا بعض کہتے ہیں کہ دارالاسلام کبھی دارالحرب نہیں ہوتا باستثنا اس کے کہ وہ دارالحرب میں سے ملجاوے۔ بعض کہتے ہیں کہ جب تک شعائر اسلام میں ایک شعار بھی علانیہ ظاہر ہو دارالحرب نہیں ہوتا اور جب کل شعائر اسلام موقوف ہو جائیں تو دارالحرب نہیں ہوتا۔ لیکن سب سے زیادہ صحیح اور قابل ترجیح یہ ہے کہ جب تک لڑائی قائم ہے اور مسلمان اس ملک کے چھڑوانے سے عاجز ہو گئے ہیں لیکن مطیع نہیں ہوئے ہیں اور کفار کا غلبہ اس درجہ کا نہیں ہوا ہے کہ وہ شعائر اسلامی میں سے جس چیز کو چاہیں موقوف کر دیں مسلمان بھلا اُن سے اس طلب کئے ہوئے رہتے ہوں اور اپنی جائداد پر بلا اُن کی اجازت کے تصرف رکھتے ہوں وہ ملک دارالاسلام ہے اور دارالحرب نہیں ہوا اور ان کے تصرفات قابل اعتبار نہیں ہیں۔ اور اسلام کے تسلط کے بعد ان تصرفات کا کوئی اعتبار نہ رہے گا۔ اور جب مسلمان لڑائی میں ہار جائیں اور ان کے مطیع ہو جائیں گو کہ دل میں سامان جمع کرنے کی فکر ہو۔ لیکن مقابلہ سے عاجز ہیں۔ اور مسلمان ان کی امان دینے سے قیام پذیر ہیں اور اپنی املاک پر بھی اُن کی امانت سے تصرف رکھیں اور ان کی عدم تعصب کی وجہ سے شعائر اسلام جاری ہوں نہ کہ مسلمانوں کی طاقت کی وجہ سے وہ ملک دارالحرب بھی ہو سکتا

ہے اس لئے ان کا تصرف جائز اور ان کا ہبہ جاری ہے لیکن مسلمان کافروں کے شہروں پر غالب آئیں اور قبضہ کریں تو اس ملک میں ان کے تصرفات جائز ہیں۔ ان باتوں میں جو شریعت کے موافق ہیں اور مسلمانوں کا مال غصب کرنے کا حق نہیں ہے۔ اور صحیح بات جاننے والا اللہ ہے۔

**سوال ششم**: صلوٰۃ الوسطیٰ کون سی نماز ہے اور اگر ایک وسطی مان لیا جائے تو باقی چار نمازوں سے کامل پابندی اٹھ جاتی ہے۔

**جواب**: صلوٰۃ الوسطیٰ میں سات قول ہیں۔ پانچوں نمازوں میں سے ہر ایک کا تعین اور پانچوں نمازیں ایک ساتھ مجموعی طور پر، قول ششم یہ ہے کہ یہ کبھی ساعت جمعہ اور لیلۃ القدر اور اسم اعظم کی طرح مبہم ہے۔ اور قول ہفتم اور یہی اصح اور ارجح ہے کہ نماز عصر ہے۔ اور باقی چار نمازوں سے کمال تقلید اس لئے نہیں دور ہوتی کیونکہ صلوٰۃ وسطیٰ کی تقلید اس کے نفس میں نہیں ہے بلکہ زیادہ آداب کی محافظت میں ہے۔ جیسے وقت مستحب وجماعت ومسجد اور وضو ومسواک کو کامل طور پر کرنا داذان واقامت اور زیادہ اطمینان رکھنا اور کثرت اذکار کرنا۔ اور ان امور میں تاکید کی زیادتی اس قسم کی ہے جیسے افضل کو فاضل پر برتری ہے نہ ایسے جو فاضل کو ناقص پر ہے۔ اور اس قدر فرق ثابت کرنے میں نسبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

**سوال ہفتم**: شریعت کی بابت معلوم ہے کہ احکام ظاہری کو کہتے ہیں اور اسی کیلئے ہم مامور ہیں اور مسائل میں جو طریقت وحقیقت اور معرفت کا ذکر آتا ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کیا چیز ہیں۔

جواب: لفظ شریعت کے دو معنی ہیں ایک عام اور ایک خاص۔ معنی اول یعنی عام تو یہ ہیں کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امور دین میں متعلق اعتقاد وعمل وخلق وحال ونیت اور عزیمت اور امر ونہی کے فرمایا۔ معنی دوم وہ ہیں جس کا تعلق جوارح سے از قسم عبادت مالی اور جسمانی کے ہے اور اس کا بیان کرنا فقہ کا منصب ہے۔ اور فقہ کی کتابوں میں اس کا بیان ہوتا ہے۔ اور اسی کو طریقت وغیرہ کے مقابل کرتے ہیں۔ پس جس چیز کا تعلق اخلاق اور نیتوں اور عبادتوں کے آداب سے بالارادہ رکھتے ہیں وہ طریقت ہے۔ اور جس چیز کا تعلق اخلاص اور عین الیقین اور تحصیل مشاہدہ اور استغراق سے ہے وہ حقیقت ہے اور جس چیز کا تعلق اعتقادات کے رموز کے مکاشفہ سے اور توحید کی کیفیت ومعیت وقربیت سے اور محبت اور ولا کے اسرار اور ولایت اور اولیار کے درجات سے ہے اُسے معرفت کہتے ہیں۔ اور یہ سب شریعت کے اوّل معنی میں داخل ہیں۔ ہاں ہر فن میں اس فن کے کاملین نے غیر منصوص کو اخذ کر کے منصوص سے ملا کر سب کچھ شرح اور وسعت دے کر ایک جداگانہ علم نکال لیا ہے۔ اور انہیں ناموں سے اس علم کو موسوم کرتے ہیں۔

سوال ہشتم: ہر چیز کے کمال کی شناخت کس طرح ہوتی ہے کیونکہ کامل کی شناخت۔ دیکھنے سننے اور کھانے سے نہیں ہوتی۔

جواب: اشیار کی حقیقتیں اللہ تعالےٰ کے صفات کا پرتو ہیں۔ اور عالم ظاہر میں ان کا رونما ہونا چار علتوں یعنی فاعلی وغائی ومادی اور صوری سے وابستہ ہے۔ اور ان حقائق کے کمال کا ظہور ان کے مختصر

نشانیوں کے ترتیب ادران میں خاص خاصیتوں کی پیدا ہونے میں ہے۔
بس ہر چیز کے کمال کی شناخت اجمالاً ذات حق کی تجلی ہے جو سالک
پر اس چیز کے ضمن ظاہر ہوتی ہے اور یہ تجلی کثرت در وحدت کو سیر
بالید فی الاشیاء کے مقام میں مشاہدہ کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے
اور مفصلاً یہ کہ حکمت کے قوانین کی رو سے اس کے مبادیات اور خواص
کا احاطہ کیا جائے اور اس کے ساتھ ہی قوانین کشفیہ کے رو سے اس کے
مبداء کا تعین اور تنزل کے مراتب تشخیص کی جاویں۔ اور اگر وہ چیز محسوسات
میں سے ہے تو حواس سے دریافت کرنا بھی اس کی حقیقت کی معرفت
کے اتمام میں داخل ہے۔ واللہ اعلم

نواں سوال۔ ابلیس کا قصہ کلام اللہ میں آیا ہے لیکن یہ نہیں معلوم ہے
کہ سوال وجواب کس طرح ہوتے۔ الہام کے طریقہ پر یا دوسرے
طریقہ پر۔

جواب۔ اس بات چیت کے طریقہ کی بابت معقولات میں کچھ نہیں
آیا ہے لیکن عقل سلیم یہ بتاتی ہے کہ ہاتف کے ذریعہ سے تھا یعنی یہ
شقی ایک آواز سنتا تھا اور سمجھتا تھا کہ یہ خدا کی آواز ہے لیکن اصل
مظاہر قہر کے فرشتوں میں سے ایک کلام الٰہی کو ادا کرتا تھا اور وہ اسے
نظر نہیں آتا تھا اور نہ پہچانتا تھا۔ لیکن یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اس کا
کفر نادانی یا حجاب کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ انکار اور دشمنی کا کفر ہے
ملعون ہونے سے اس نے ملکوتی قوت پیدا کر لی تھی اور غیب سے

اس پر القا ہوتا تھا۔ اس کی یہ قوت نہ زائل ہوئی اور نہ سلب کی گئی تاکہ وہ انقباض کے رنج اور تشنگی کی فراوانی سے بیقرار نہ ہو اور توبہ کا اقدام نہ کرے۔ بلکہ اسی راہ سے اس کا غصہ اور عتاب نکلتا رہے اور راندۂ درگاہ ایزدی ہونے کو حقیر سمجھتا رہے۔ لیکن اس کے جوہر روح میں رقیق سیاہی ڈالی گئی جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو کبھی سزاوار قید اور کبھی اپنے آپ کو مستغنی اور مایوس خیال کر کے اپنی عبادتوں اور اسماء مکتبہ کی قوت سے شیاطین اور آدمیوں میں تصرف کرتا ہے اور اس تاریک رفیقہ کو اس کی مناسبت سے ملمع کر کے مخلوق کو خوشنما دکھا کر گمراہی و جہالت و درشتی و سن گھڑت غلط کاریوں کی طرف لے جاتا ہے

سوال دہم۔ روحوں کا سجدہ مشہور ہے اور کلام اللہ سے الست بربکم۔ قالوا بلیٰ ہی معلوم ہوا اس کی تفصیل معلوم نہیں کہ کس وجہ سے ہوا اور کن لوگوں نے دو سجدے کئے اور کس نے ایک سجدہ اور کون تارک اور کون فرمانبردار مندرجہ بالا امور کے ہوئے۔

جواب۔ اس مقام پر سجدہ کا ذکر نہیں ہے۔ وہ ایمان والے جن کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے انہوں نے فوراً جواب دیا۔ کافروں نے توقف کیا۔ بعض فقیہوں کا کہنا ہے کہ انبیاءؑ نے دو سجدے کئے عام مومنوں نے ایک اور کافروں نے نہیں کیا۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ اس کی کیا سند ہے لیکن کلام اللہ کی آیتوں اور حدیثوں سے چار عہد و پیمان

لینے معلوم ہوتا ہے۔ اوّل پانچ اولوالعزم انبیاءؑ سے دوم کل انبیاءؑ سے سوم علماء اور چہارم عوام سے۔

**سوال یازدہم۔** ننگے ہونے کی حالت میں کلام حرام ہے اور جب میاں اور بیوی جمع ہوں تو اللہ کا ذکر ضروری ہے۔ یہ احکام آپس میں اختلاف رکھتے ہیں۔

**جواب۔** برہنہ ہونے کی حالت میں کلام حرام نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے اور یہ کراہیت ایک دوسرے سے بات کرنے کے متعلق ہے۔ تنہا زبان سے تلفظ کرنے سے متعلق اور ما اللہ کا ذکر نجاست وغیرہ کی جگہ پر منع ہے اور جماع کی حالت میں منع نہیں ہے اور عالموں نے اسی وجہ سے لکھا ہے کہ اللہ کا ذکر بیت الخلاء اور جماع کے وقت داخل ہونے اور ننگا ہونے سے پہلے مسنون ہے۔ کوئی اختلاف اور فرق نہیں ہے۔

**بارہواں سوال** سنی اور شیعہ دونوں فرقوں کے لوگ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھتے ہیں۔ اور اپنی موافقت میں احکام نقل کرتے ہیں اور آنحضرت کی مہربانیوں کا بیان کرتے ہیں۔ اور آنجناب کے بارہ میں دونوں فرقے کے لوگوں کو اچھا معلوم نہیں ہوتا اور خطرات شیطانی کا یہاں دخل نہیں۔ اس سے کیا خیال کرنا چاہیے

**جواب۔** حدیث من رآنی ......... (جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے دیکھا) کے مضمون کے بارہ میں اکثر علماء نے روضہ مبارک میں مدفونہ صورت کی ہے۔ اور بعض نے ان تمام صورتوں کی تعمیم کی

بعثت سے اور وفات تک خواہ جوانی کی یا پیرانہ سالی کی خواہ حضر میں ہو یا سفر میں۔ سنی اور شیعہ کا تواتر احتمال سے زیادہ نہیں اور چونکہ اس کے وقوع کا ثابت نہیں اور مفروضہ باتوں کی کوئی نقیض نہیں ہے لیکن تحقیق بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں چار قسم کا ہو سکتا ہے۔ اولاً رویا الٰہی جس میں آنجناب سے اتصال مخصوص ہے دوسرے رویائے ملکی جس میں آنجناب متعلقات دربارہ دین اور سنت اور ان کے وارثوں اور نسب مطہر کے بارے میں اور سالک کو اپنی پیروی اور محبت میں جو درجہ ہے وغیرہ آنجناب مقدس کی صورت میں ان مناسبتوں سے نظر آتے ہیں۔ تیسرے رویا نفسانی یعنی جس صورت کو اپنے خیال میں مقرر کر رکھا اس اعتقادی صورت کا اظہار یہ تینوں قسم کا خواب آنجناب کے بارے میں جائز ہے۔ اور چوتھی قسم کہ شیطانی ہے یعنی شیطان آپ کی صورت سے تمثل پیدا کرے بالکل منتفی اور ممتنع ہے لیکن تیسری قسم میں شیطان اپنی آواز اور کلام سے فریب دیتا ہے اور وسوسہ ڈالتا ہے۔ بعض روایتوں کی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت جب سورۂ نجم پڑھ رہے تھے تو جب آپ خاموش ہوتے تو شیطان وسوسہ کے حرف کہتا جس سے مشرکین سامعین کو اشتباہ ہوا۔ جب یہ بات آپکی زندگی میں ممکن تھی تو خواب میں کیوں ممکن نہیں۔ لہٰذا شریعت میں خواب کے احکام کو صحیح شمار نہیں کرتے اور مشہور حدیثوں میں نہیں مانتے۔ اگر اہل بدعت میں سے کوئی کبھی

آنحضرت کا دیکھنا صحیح سمجھے تو وہ اسی طرح کا ہو گا واللہ اعلم ہمیشہ خط بھیجتے رہا کیجئے والسلام۔

# بنام شخصے

## خط ملا وہ تین مطالب پر مشتمل تھا!

**اوّل**۔ مجدد الف ثانی کا سلسلہ شہروردیہ کا یہ ہے کہ مجدد صاحب اپنے باپ شیخ عبدالاحد اُن کو شیخ رکن الدین گنگوہی سے اُن کو اپنے باپ شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے اُن کو شیخ قاسم درویش سے اُن کو شیخ بڈھن بہرائچی سے اُن کو سید اجل سے ان کو سید جلال المعروف بہ مخدوم جہانیان انہیں دو سندوں سے اولاً اپنے باپ سید احمد کبیر ان کو اپنے باپ سید جلال بخاری سے ان کو شیخ بہاؤ الدین کریا سے دوسری سند شیخ رکن الدین ابوالفتح ان کو اپنے دادا شیخ بہاؤ الدین ذکریا ان کو صاحب طریقہ شیخ شہاب الدین سہروردی سے۔ علاوہ ازیں شیخ رفیع الدین جو مجدد صاحب کے اجداد میں ہیں شیخ بہاؤ الدین ذکریا کے پیش امام اور خلفاء سے تھے۔ خیال ہے کہ اس طریقہ کی اجازت اپنے اجداد سے پہنچی ہو گی بلکہ خاندانی طریقہ یہی تھا اور طریقہ چشتیہ و قادریہ و نقشبندیہ ان کے اور ان کے والد کے کسب کردہ طریقہ ہو نگے۔

**مطلب دوم**۔ ہمہ اوست کے شغل سے عذر خواہی۔ اور اس میں تحقیق یہ ہے کہ اس سے اس حالت کا حاصل کرنا ہے جو طلب کے اضطرار کے لئے

ضروری ہے اور اسے دور کرنے کا اختیار نہ رہے۔ اگر کسی کو وحدت وجود کی حقانیت کا اعتقاد پختہ ہے تو اس شغل کی ملازمت سے یہ حالت پیدا ہوتی ہے اور اگر اعتقاد نہیں ہے تو یہ حالت پیدا نہ ہوگی۔ بلکہ اس کا باطن حکم کرے گا کہ یہ میرا خیالی واقعہ کے خلاف ہے اور شاغل کو کوئی نفع نہ ہوگا۔ اور بلاشبہ تصفیہ قلب کے ذریعہ سے اس معنی کا خود بخود پیدا ہونا اوّلٰے اور قوی ترین ہے اور تصنع اور تکلف کے دخل سے زیادہ بعید ہے۔ خواجہ خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب تک کسی کو وحدت وجود کا اعتقاد نہ ہوا سے فنا فی اللہ کا درجہ ملنا ممکن نہیں ہے۔ اس کے منکر کے حق میں تمام فنائیں نورانی حجابوں میں ہیں جو ماسوائے حق ہے اور اس کی تجلیات الذار لطائف وغیرہ میں نہ کہ حق تعالےٰ کا ظہور۔ توحید وجودی کی تحقیق طویل ہے۔ مجملاً یہ ہے کہ کلام اللہ کی آیتوں اور احادیث نبوی سے معیت اور قرب ذاتی صاف ثابت ہوتا ہے اور جب تک ان کا انکار نہ کیا جاوے یہ جواب کہ یہ ظاہر کہنا خلاف میں ہرگز صحیح نہیں ہوسکتا ہے۔ کیونکہ سب ہماری عقل کے خلاف ہیں نہ کہ کتاب اور سنت یہ کیا انصاف ہے کہ منصوصات شرعی کو خلاف شرع اور اپنی ناقص عقل کے خیالات کو شرعی کہیں۔ جامع ترمذی میں اس حدیث میں اگر تم رسی کے ذریعہ سے زمین کے ساتویں طبقے میں لوٹ جاؤ تو مہبوط علی اللہ نہ ہوگا اور اس حدیث کہ اللہ تعالےٰ پاک چیزوں کا صدقہ قبول کرتا ہے صاف لکھا ہے کہ سلف کا مذہب کہ اس کا ظاہر پر اجراء بلا کیف ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ نفی غیریت محضہ اور اتحاد و وحدت فی الجملہ منصوص ہے اور آگ سے اپنی مالتہ

کی آواز اور کثرت سمعہ و بصرہ روشن دلیل ہے اور بشرط انصاف حضرت مجدد
کے کلام سے وحدت وجود کی نفی مطلق ثابت نہیں ہوتی بلکہ انہوں نے
اس کی چند قسموں سے انکار کیا ہے لیکن جو کچھ ذہن میں بیٹھ جاتا ہے اس کا
جلد ازالہ ہونا دشوار ہے اور ہمیشہ تکرار کرنا مشکل ہے۔
مطلب سوم۔ ذکر جہر کے بارے میں حق یہ ہے کہ اس کا انکار کھلی کم عقلی
ہے۔ تلاوت قرآن میں جہر صاف ہے مااذن اللہ لشئی مااذن یعنی
قرآن کو جہر سے پڑھنا اور لبیک کہنا۔
اور تلبیہ حج میں آیا ہے کہ سب سے اچھا حج وہ ہے جس میں عج اور
ثج ہو یعنی لبیک کہنے میں آواز بلند اور اراقۃ الدم ہو اور قرآن کی فضیلت
مشہور ہے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز ختم کرنے کو ذکر سے
پہچانتے تھے اور اس ذکر کی فضیلت جیسے پرہیزگار سے ستر گناہ زیادہ
اس ذکر پر جیسے پرہیزگار نہیں اطریقہ چشتیہ اور اویسیہ اور قادریہ کی بناء ذکر جہر پر
ہے اور وہ سب ہمارے پیر ہیں اس پر یہ حکم لگانا کہ فعل حرام ہے قرب الٰہی
حاصل نہیں ہوتا غلط ہے بلکہ ذکر جہر سے ایسا اطمینان ملتا ہے کہ اس سے
بڑھ کر کوئی اطمینان نہیں ہے۔ خواجہ نقشبند کے حج پر جانے کے بعد خواجہ
علاؤالدین غجدوانی نے ذکر جہر سنا اور جب واپس آئے تو عذر کیا کہ آپ کو
اپنی قوت باطنی کی وجہ سے اس کی ضرورت نہ تھی مجھے اس سے بہت فائدہ
ہوا خواجہ نقشبند نے اس سے انکار نہیں کیا اور خود چونکہ خواجہ عبدالخالق
غجدوانی ذکر خفی اور عمل بر عزیمت سیکھا تھا خود نہ کرتے تھے اور آپ جیسوں

کے لئے کہ مسائل فقہی میں اجتہادات پر حدیث کو مقدم سمجھتے ہو اس معنی میں تردد بیجا ہے۔ اگر آپ حنفی ہوں تو اس میں ایک مشہور روایت ہے جس کا لفظ بہ لفظ لکھنا بلا تلاش کے مشکل ہے۔ ایک دفعہ خواجہ سرائے فقہیات کے عالم سلطان روم کی طرف سے امیر حج ہو کر آئے اور مدینہ میں شیخ ابراہیم کردی سے ملے اور بولے کہ اس سفر میں ان آدمیوں سے بڑی بدعت دور کردی۔ فرمایا کہ وہ کونسی بدعت تھی۔ کہا کہ میں نے مسجد اور شہر بیت المقدس سے ذکر جہر موقوف کرا دیا۔ شیخ نے یہ آیت پڑھی من اظلم..... خرابہا چند روایتیں فتاویٰ میں سے لکھی تھیں۔ دکھائیں اور فرمایا کہ اگر تمہیں تقلید سے غرض ہے تو تم دوسری طرح کے مقلد ہو اور میں دوسری طرح کا مقلد ہوں روایات میرے لئے حجت نہیں ہیں اور اگر تحقیق سے غرض ہے تو تیار ہوں اس کے بعد ذکر جہر کے اثبات میں چند رسالے لکھے تھے۔ ان میں سے چند فقیر کے پاس موجود ہیں۔ الحمد للحق احق بالاتباع والسلام

# مکتوبات شاہ رفیع الدین دہلوی

(۱)

## بنام عبدالرحمن صاحب

فضیلت اکتساب و مودت انتساب اخون زادہ عبدالرحمن بن اخون حاجی محمد سعید بریلوی سلمہم اللہ تعالےٰ ۔ فقیر رفیع الدین کی طرف سے سلام تحیۃ الاسلام کے بعد معلوم ہو کہ آپ کا گرامی نامہ پہنچا میں خیریت سے ہوں اور حاضر و غائب دوستوں کی خیریت کی دعا کرتا ہوں آپ نے مولوی مدن سے ملاقات اور علمی تذکرہ کی بابت دریافت کیا ہے ۔ ان سے پہلی ملاقات مراد آباد میں ہوئی ۔ مولوی نورالاسلام صاحب خلف مولوی سلام اللہ موجود تھے کسی نے سوال کیا کہ مثنوی مولوی روم کی اس بیت کے کیا معنی ہیں ۔

ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام ؎ ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

میں نے کہا کہ اس کے دو معنی ہیں ایک عام فہم دوسرے خاص ۔ دوسری یعنی خاص فہم معنی تصوف کے دانشوں کو بتائے جا سکتے ہیں لہٰذا اس کو چھوڑ کر اوّل معنی بیان کرتا ہوں ۔ کتاب اور سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بنی آدم کی روحوں کو (صلب) پشت آدم علیہ السلام سے نکال کر عہد کرایا پھر انہیں پشت آدم میں چھپا دیا ۔ اس کے بعد ہر شخص کے صلب سے جس قدر روحیں مقدر کی تھیں اس کی پشت میں چھپا دیں

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب حج کی منادی کی تو کچھ جواب نہیں دیا اور انہیں لوگوں کو دنیا میں حج نصیب ہوتا ہے اور لبیک تلبیہ اسی ندا کا جواب ہے یہ بات عام لوگ بھول گئے اور کمال معرفت کی بنا پر آدمیوں کو یاد دلایا ہے اور روح کا صلب پدر سے رحم اور پھر رحم مادر سے صلب پدر میں منتقل ہونے کی طرف اشارہ کیا اور سات سو ستر کا عدد کی بابت احتمال ہے کہ صرف کثرت اظہار کے لئے ہے یا واقعہ بیان کیا ہے مولوی مدن نے کہا کہ یہ معنی نہیں ہیں بلکہ دوسرے معنی ہیں میں نے پوچھا کہ دوسرے معنی کیا ہیں اور اس معنی میں کیا غلطی ہے انہیں نے اس معنی کی غلطی بیان کر کے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان میں سات قسم کے انقلاب ہیں یعنی پہلے خاک ہونا دوسرے غذا بننا تیسرے خون ہونا چوتھے نطفہ ہونا پانچویں علقہ بننا چھٹے گوشت و ہڈیوں اور رگوں کا بننا اور پھر زندہ ہونا اور یہی قالب مراد ہیں میں نے کہا ان سات سات سو ستر تعبیر بہت بعید ہے دوسرے دیدہ ام یا دیدہ ام کا متکلم یا روح ہے یا بدن یہ بات ظاہر ہے کہ اگر روح متکلم ہے تو یہ ہفت انقلاب روح کے ہوئے اور اگر بدن متکلم ہے تو بدن سے تنہا ہیولیٰ مراد ہے یا ہیولیٰ مع صورت کے یہ بات بدیہی ہے کہ جسمانی اور نوعی صورتیں باقی نہیں رہتی ہیں جس سے یہ مانا جائے کہ سب قالبوں میں شخصیت جداگانہ باقی رہتی ہے اور اگر تنہا ہیولیٰ مانا جائے تو محقق حکیموں کا قول ہے کہ ہیولیٰ وحدت پوشیدہ۔ اور جسموں کا عام ہیولیٰ ہر فرد کی شخصیت میں نہ کل ہے نہ جزو بلکہ جیسی صورت پیدا

ہوتی ہے اس کے اجزا کا امتیاز ہوتا ہے اور صورتوں کے جدا ہونے پر سب
ایک ہو جاتا ہے اور جزو میں امتیاز شدہ شخصیت باقی رہتی ہے۔ کہا کہ شاید
ہیولیٰ مراد ہو اور اجزا کا امتیاز نہ ہونا جو کہا جاتا ہے غلط ہے۔ میں نے کہا کہ
یہ بات تو صدرا کے پڑھنے والوں کے علم اور مشاہدہ میں ہے اس سے انکار
کیا۔ میں نے کہا کہ صدرا ہو تو ملاحظہ کر لیجیے۔ اس انکار پر مولوی نورالاسلام
کو بہت تعجب ہوا۔ صدرا موجود نہ تھا۔ ایک ملاقات تو یہ ہے۔ دوسری
ملاقات بریلی میں جب میں ان کے یہاں دعوت کھانے گیا ہوں۔ اس وقت
مرزا زاہد کے حاشیوں کا ذکر آیا۔ میں نے کہا فی الحقیقت ان کی نظر بہت
دوررس ہے اور اکثر لوگوں نے بے سمجھے اور بے سوچے اعتراض کر دیئے ہیں ہم خود ان کے شاگرد
نہیں ہیں مگر اکثر اعتراضوں کو دور کیا ہے لیکن بعض جگہ مخالف حق بھی ہیں۔ پوچھا
ایسا کون مقام ہے۔ میں نے کہا مرزا فرماتے ہیں کہ کتابوں کے نام اعلام جنسیہ
ہیں اس کے بعد فرماتے ہیں کہ علم جنسی پر الف لام کا داخل ہونا مولدین کے
کلام میں پایا جاتا ہے مثلاً الکافیہ والشافیہ پس اگر ان کے اصلی معنی کو دیکھو
تو اصل میں یہ وصف ہیں۔ اس کلام میں دو بحث ہیں اولاً یہ کہ صرف مولدین
کے کلام میں کتابوں کے نام پر الف لام نہیں ہے بلکہ قرآن مجید میں بھی ہے مثلاً
انزل التوراۃ والانجیل اور انزل الفرقان اور لقد کتبنا فی الزبور۔ بحث دوم یہ
کہ الف لام اس علم کے جزو ہیں جیسے النجم والصعق دوسرے وہ علم جن پر الف
لام لانا ممنوع مثلاً محمد و علی تیسرے وہ کہ ان پر الف لام کا داخل ہونا
جائز ہے اور متنازعہ مثلاً الحسن والعباس۔ پس اعلام پر الف لام کا داخل

ہونا جائز ہے اور کسی توجیہہ کی ضرورت نہیں ہے۔ بولے گر اس کا یہی جواب ہے
میں نے پوچھا کہ جواب کیا ہے بولے کہ تہذیب کا فیہ و شافیہ وغیرہ یہ ہی جواب ہے
چونکہ اس جواب سے کوئی نتیجہ سمجھ میں نہیں آیا میں نے قائل کی کم فہمی پر محمول
کیا اور جواب نہ دیا۔ ان دو باتوں کے سوائے کوئی بحث نہیں ہوئی۔

(۲)

فضیلت محبت دستگاہ مولوی عبدالرحمن بن حاجی محمد سعید سلمہ اللہ تعالیٰ
فقیر رفیع الدین کی جانب سے بعد سلام مسنون الاسلام واضح ہو گرامی نامہ
پہنچا۔ آپ کی بیروزگاری سے دلی صدمہ ہوا۔ حسب خواہش آپ کی
مولوی جمال الدین صاحب سید قاسم علی شاہ صاحب کو رقعے بھیجے ہیں
پہنچے ہونگے امید خدائے بزرگ و برتر ان عزیزوں کی کوشش سے مقصد
برآری کرے آئندہ اپنے حالات لکھتے رہنا والسلام

(۳)

فضیلت و محبت دستگاہ مولوی حافظ عبدالرحمن بن حاجی محمد سعید
سلمہم اللہ تعالیٰ۔ فقیر رفیع الدین کی طرف سے بعد سلام مسنون کے معلوم
ہو۔ اس سے پہلے دو رقعے تمہارے ملے ایک میں ایک شعر کے معنی دریافت
کئے ہیں جس کے نہ الفاظ نہ وزن۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی غلط کتاب سے
نقل کیا ہوگا۔ دوسرے رقعہ میں ایک مسئلہ کی بابت استفسار تھا جس کو شاہ
صفی القدر نے فقیر کا لکھا ہوا بتا کر وہاں کے فضلاء کے سامنے پیش کیا اور
وہ اس کو ضبط تحریر میں لے آئے۔ فقیر کو قطعی یاد نہیں تھا کہ کونسا مسئلہ ہے

اور کس بات نے ہے۔

اور اب جو خط آیا ہے اس میں دو خط حکیم غلام حسین اور حکیم عطاء اللہ خاں کے واسطے بھیجنے کو لکھا تھا۔ خط ہذا میں دو خط ملفوف کر کے سر دو صاحبان کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ خدا کرے کہ کام بن جاوے اور جو کچھ استفتا کی بابت لکھا تھا معلوم ہوا اور اس کی حقیقت اشارتاً معلوم ہوئی تصریح کا دیکھنے پر پتہ چلے گا۔ لیکن استفتاء وہاں سے ابھی تک نہیں آیا ہے مگر لکھنؤ سے وحدت وجود اور وحدت شہود کے متعلق استفتاء آیا تھا۔ صاحبان رامپور کو اس سے کوئی مطلب نہیں۔ اس کے جواب کی فقیر کو اب تک فرصت نہیں ملی ہے لیکن اس کے ساتھ دو رسالے تھے ایک میاں عبدالرحمٰن سندھی کا دوسرا رسالہ مولوی عبدالحکیم کا ہے جن کو میرے بھتیجے محمد اسمٰعیل پسر میاں عبدالغنی اور مولوی رشید الدین میرے شاگرد نے مجھ کو پیش کئے ہیں مسائل شرعی فقہی کی بابت رام پور سے کوئی خط نہیں آیا ہے حاجی عبداللہ صاحب و میاں عبدالرحیم بھائیوں کو سلام پہنچے اور مسماۃ محمدی بیگم دختر حاجی محمد شاہ کو سلام پہنچانا اور ان کی خیریت لکھنا۔

---

# مخدوم جہانیاں جہاں گشت

مؤلفہ: محمد ایوب قادری۔ ایم۔ اے

آٹھویں صدی ہجری کے مشہور صوفی بزرگ مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردی سلسلہ کے نہایت اجل شیخ تھے وہ حضرت رکن الدین ابو الفتح ملتانی کے مرید و خلیفہ تھے اور چشتی سلسلہ میں حضرت نصیر الدین چراغ دہلی سے اجازت و خلافت رکھتے تھے۔ حضرت مخدوم رشد و ہدایت کے علاوہ ظاہری علوم میں بھی ایک امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ مغربی پاکستان میں مخدوم صاحب اور ان کے خاندان کے ذریعہ اسلام کی خوب نشر و اشاعت ہوئی۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے حالات نہایت تحقیق اور محنت سے جناب محمد ایوب قادری صاحب نے لکھے ہیں۔ اس کتاب میں بڑی حد تک ہم عصر ماخذ خصوصاً مخدوم صاحب کے ملفوظات کو پیش نظر رکھا گیا ہے اور اس سلسلہ میں قادری صاحب نے علیگڑھ، رامپور، ملتان، بہاولپور، اوچ کا سفر کیا ہے۔ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے نامور علماء و ادباء اور موقر رسائل و جرائد نے اس کتاب پر گرانقدر آراء کا اظہار کیا ہے۔ قیمت سات روپے مجلد

---

ملنے کا پتہ: دار الکتب جامع مسجد بی ایریا لیاقت آباد کراچی